ALAHAZRAT NETWORK
اعلحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

پانی سے عجز کی 175 صورتوں کا بیان

سمح الندریٰ فیما یورث العجز من الماء

۱۳۳۵ھ

تصنیف لطیف:۔

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمہ

ALAHAZRAT NETWORK
اعلحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

سمح الندری فیما یورث العجز عن الماء[۱۳]

فاقول وباللہ التوفیق **اوّل** پانی سے عجز کی ۱۷۵ صورتیں ہیں: (۱) پانی وہاں سے میل بھر دُور ہو اگرچہ خود اپنے شہر ہی میں ہو یا سفر میں اُسی طرف جدھر جارہا ہے، درمختار میں ہے: لبعدہ ولو مقیما فی المصر میلا[۱] (کیونکہ وہ پانی سے ایک میل دُور ہے اگرچہ شہر ہی میں مقیم ہے۔ت) فتح القدیر میں ہے: قولہ المیل ھو المختار احتراز عما قیل میلان او میلان ان کان الماء امامہ والا فمیل[۲] (مصنف کا قول "میل" یہی مختار ہے۔ یہ ان دونوں قولوں سے احتراز ہے: (i) دومیل (ii) دومیل اگر پانی اس کے آگے کی سمت میں ہو ورنہ ایک میل۔ت) **تنبیہ** رحمۃ للعالمین بالمومنین رؤف رحیم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ کی رحمت دیکھیے ہمارے صرف میل بھر چلنے کی مشقت پر ایسا لحاظ فرمایا کہ اس کے لئے وضو بلکہ بحالِ جنابت غسل کی ضرورت نہ رکھی تیمم جائز فرمادیا اگرچہ آدمی خود اپنے شہر میں ہو بلکہ سفر میں جس طرف جانا ہے اسی طرف میل بھر ہو جب بھی یہاں تیمم کرکے نماز پڑھ سکتا ہے اگرچہ یہ میل خود ہی طے کرے گا ہاں جس طرف جاتا ہے اُدھر ہی پانی ہے اور جانے میں وقت کراہت نہ آجائے گا تو مستحب یہ ہے کہ وہاں پہنچ کر پانی ہی سے طہارت کرکے نماز پڑھے متون میں ہے ندب لراجیہ اٰخر الوقت تنویر۔ المستحب در۔ ھو الاصح ش[۳] (اس کے لیے تاخیر مندوب ہے جو آخر وقت میں پانی ملنے کی امید رکھتا ہو۔ تنویر الابصار یعنی۔ آخر وقت مستحب ہے۔ درمختار۔ یہی اصح ہے۔ شامی۔ت)

(۲) جنگل میں کنواں ہے رسّی یا ڈول بھرنے کا آلہ نہیں نہ عمامے وغیرہ سے نکال سکے نہ کوئی ایسا ہو کہ پانی اُتر کر لادے (۳) یا لانے والا اُجرت مثل سے زائد مانگتا ہے[۴] کما فی البحر عن التوشیح (جیسا کہ البحرالرائق میں توشیح کے حوالے سے ہے۔ت) (۴) **اقول** یا یہ مفلس ہے کہ اُجرت دے ہی نہیں سکتا (۵) یا یہاں دینے کو نہیں اس کا مال دوسری جگہ ہے اور اجیر ادھار پر راضی نہیں اور اگر راضی ہوجائے تو تیمم جائز نہ ہوگا نہ زدتھما اخذا مما یأتی فی ثمن الماء (پانی کے دام سے متعلق جو مسئلہ آرہا ہے اس سے اخذ کرتے ہوئے میں نے ان دو صورتوں کا اضافہ کیا۔ت) (۶) کپڑا تو ایسا ہے جسے رسّی کی جگہ کرکے پانی نکال سکتا ہے یا بار بار ڈبو کر نچوڑنے سے پانی قابلِ طہارت لے سکتا ہے مگر ایسا کرنے سے کپڑا

---

[۱] الدرالمختار باب التیمم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۱

[۲] فتح القدیر " " نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۰۸

[۳] ردالمحتار مع الدر " " مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۲

[۴] بحرالرائق " " سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۳

www.alahazratnetwork.org

خراب ہوجائیگا یا پانی تک پہنچنے کے لیے اُسے بیچ میں چیر کر باندھنا درکار ہوگا اور ایسا کرنے سے اس میں ایک درم کا نقصان ہوتا ہے جب بھی تیمم کی اجازت ہے ورنہ نہیں تش عن التاتارخانیۃ عن الامام فقیہ النفس خلافا لما فی التوشیح فالبحر فالنھر فالدر معتمدین ما فی کتب الشافعیۃ ان لو نقص قدر قیمۃ الماء و اٰلۃ الاستقاء لایتیمم و ان زاد تیمم[1] (شامی از تاتارخانیہ از امام فقیہ النفس قاضی خان ——— اس کے برخلاف جو توشیح پھر بحر پھر نہر پھر درمختار میں اس پر اعتماد کرتے ہوئے جو کتب شافعیہ میں ہے کہ اگر پانی اور پانی کھینچنے کے آلے کی قیمت بقدر نقصان ہو تو تیمم نہ کرے ورنہ تیمم کرلے۔ ت)

فائدہ[1] درم شرعی یہاں کے روپے سے ۷/۲۵ ہے یعنی ساڑھے چار آنے سے ۶/۲۵ پائی کم۔

(۷) تالاب کا پانی اُوپر سے بوجہ برف جم گیا ہے اور اس کے پاس کوئی آلہ نہیں کہ اُسے توڑ کر نیچے سے پانی نکال سکے یا برف کو پگھلا سکے بحر عن المبتغی[2] (بحر نے مبتغی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ ت)

اقول اگر بلا آلہ ہوا سے پگھلا سکے جب بھی تیمم روا نہ ہوگا مگر یہ کہ اتنی دیر میں پگھلے کہ وقت جاتا رہے گا تو تیمم کرکے پڑھ لے۔

www.alahazratnetwork.org

وھل ھو علی قول زفر المفتی بہ من جواز التیمم لخوف فوت وقتیۃ فیعمل بہ ثم یعید متطھرا بالماء عملا باصل المذھب ام علی قول الکل۔

کیا یہ حکم امام زفر کے مفتی بہ قول پر ہے کہ اگر نماز وقتیہ کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو تیمم جائز ہے۔ لہذا اس پر عمل کرلے، پھر اصل مذہب پر عمل کرتے ہوئے پانی سے وضو کرکے نماز کا اعادہ کرے؟ ——— یا یہ سب کے قول پر ہے؟

اقول الظاھر الثانی لانہ عادم للماء حقیقۃ بخلاف مسألۃ زفر فیسوغ التیمم فان کان یجدہ بعد الوقت بالذوبان الاتری ان راجیہ اٰخر الوقت لایجب علیہ التاخیر فکیف من

اقول: ظاہر یہ ہے کہ سب کے قول پر ہے۔ اس لیے کہ حقیقۃً وہ پانی پانے والا نہیں بخلاف مسئلہ امام زفر کے ——— تو تیمم اس کے لیے جائز ہے اگرچہ وقت کے بعد پگھلنے سے وہ پانی پالے گا ——— دیکھئے کہ جسے آخر وقت میں پانی ملنے کی

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۳

[2] البحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۳

لا یرجوہ فی الوقت اصلا واللہ تعالٰی اعلم۔ امید ہو اس پر تاخیر واجب نہیں، پھر اس کا کیا حکم ہو گا جسے وقت میں پانی ملنے کی بالکل امید نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

(۸) پانی کے پاس شیر بھیڑیا وغیرہ درندہ یا سانپ یا آگ ہے کہ پانی لے نہیں سکتا (۹) رہزن ہے کہ لوٹ لے گا (۱۰) دشمن ہے جس سے حملہ کا صحیح اندیشہ ہے (۱۱) فاسق ہے کہ عورت یا امرد کو اس سے اندیشہ بدکاری ہے (۱۲) قرضخواہ ہے اور یہ مفلس وہ مطالبہ میں حبس کرلے گا الکل فی البحر والدر[1] (یہ سب البحرالرائق اور دُرِمختار میں ہے۔ ت)

اقول یہ ایک شرعی مسئلہ ہے کہ ان بلاد میں جاری نہیں یہاں قرضخواہ نالش کے سوا خود حبس کا اختیار نہیں رکھتا تو یہاں یوں عذر نہیں بلکہ اس طرح کہ اُس نے گرفتاری جاری کرائی ہے اگر وہاں جاتا یا باہر نکلتا ہے گرفتار ہوجائے گا (۱۳) جو وارنٹ کے سبب پانی کے پاس نہیں جاسکتا (۱۴) جو پولیس سے رُوپوش ہے وقد ذکروا فی الجمعۃ ان الاختفاء من السلطان الظالم مسقط[2] فتح وھندیۃ (علماء نے جمعہ کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ ظالم بادشاہ کے خوف سے رُوپوشی کے سبب جمعہ ساقط ہوجاتا ہے۔ فتح، ہندیہ۔ ت)

(۱۵) **اقول** یہ دونوں صورتیں کہ فقیر نے زائد کیں ظاہر ہیں اور مسئلہ مدیون سے بدلالۃ النص ثابت تیسری صورت اور ہے کہ عزت دینی والا عالم دین جسے اعزاز دین وعلم دین کے لیے کچہریوں سے احتراز ہے مخالف نے ایذارسانی کے لیے اُسے شہادت میں لکھا دیا یا اور کسی طرح طلب کرایا سمن جاری ہے اُس کے خوف سے باہر نہیں جاسکتا ظاہراً یہ بھی ان شاء اللہ العزیز عذر صحیح ہے کہ آخر یہ مضرت ایک پیسے کے نقصان سے جس کے لیے شرع نے تیمم جائز فرمایا جس کا ذکر عنقریب آتا ہے کہیں زیادہ ہے فلیحرر ولیتامل واللہ تعالٰی اعلم (اس کی توضیح اور اس میں تأمل کی ضرورت ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ ت)

(۱۶ تا ۳۲) **اقول ۱۰ سے ۱۵** تک ہر صورت میں یہ بھی شرط ہے کہ کوئی پانی لادینے والا غلام خادم بیٹا وغیرہ نہ ملے اور ہر ایک میں بدستور یہ تین تین صورتیں بڑھیں گی کہ اُجرت پر لادینے والا اجرت مثل سے زائد مانگتا ہے یا یہ اُجرت دینے پر قادر نہیں یا اس وقت پاس نہیں اور وہ ادھار پر راضی نہیں۔

(۳۳) مال پاس ہے اپنا خواہ امانت اور پانی پر ساتھ لے جانے کا نہیں نہ یہاں کوئی محافظ اگر پانی لینے

---

[1] البحرالرائق باب التیمم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۲

[2] فتح القدیر باب صلوٰۃ الجمعۃ ؍؍ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۳۲

جائے تو اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے[1] بحر و در جبکہ وہ مال ایک درم سے کم نہ ہو[2] علی ما استفادش من فروع التترخانیة المذکور والمسألة تحتاج بعد الی زیادة تحریر (یہ اس بنیاد پر ہے جو علامہ شامی نے تاتارخانیہ کے مذکورہ جزئیہ سے استفادہ کرتے ہوئے کہا مگر یہ مسئلہ اب بھی مزید توضیح کا محتاج ہے۔ ت)

(۳۵) پانی ملتا ہے مگر دو چند قیمت کو یعنی اُس جگہ بازار کے بھاؤ سے اتنے پانی کی جو قیمت ہے بیچنے والا اُس سے دو چند مانگتا ہے[3] بحر عن البدائع والنہایة والنوادر وقدمه فی الخانیة فکان ھو الاظھر الاشھر (بحر بحوالہ بدائع ونہایہ ونوادر، اور خانیہ میں اسے مقدم رکھا تو یہی اظہر و اشہر ہے۔ ت)

(۳۶) ف۱ قیمت مثل ہی کو ملتا ہے مگر یہ مفلس ہے یعنی حاجت سے زائد اتنا مال نہیں رکھتا[4] کما فی الدر (جیسا کہ دُرمختار میں ہے۔ ت) (۳۷) مال تو رکھتا ہے مگر یہاں نہیں اور بیچنے والا اُدھار دینے پر راضی نہیں ہاں ف۲ راضی ہو تو خریدنا واجب اور اگر کوئی ف اُتنے دام اسے قرض دینا چاہے تو لینا لازم نہیں تیمم کرسکتا ہے[5] لان الاجل لازم ولا مطالبة قبل حلوله بخلاف القرض[6] ش عن البحر (اس لیے کہ اُدھار کی صورت میں مقررہ میعاد لازم ہوگی اور اس سے پہلے مطالبہ نہیں ہوسکتا، اور قرض کا حکم اس کے برخلاف ہے۔ شامی بحوالہ بحر۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

تنبیہ: شریعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت دیکھیے ہمارے ایک ایک پیسے پر لحاظ فرمایا گیا نہانے کی حاجت ہے اور وہاں قابلِ غسل پانی کی قیمت ایک پیسہ ہو اور جس کے پاس ہے دو پیسے مانگتا ہے پیسہ زیادہ نہ دو اور تیمم کرکے نماز پڑھ لو ایسی رحمت والی شریعت کے کسی حکم کو بُرا سمجھنا یا شامتِ نفس سے بجا نہ لانا کیسی ناشکری و بے حیائی ہے مولیٰ عزوجل صدقہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت کا اس فقیر عاجز اور سب اہلسنت کو کامل اتباع شریعت کی توفیق بخشے اور اپنی رحمت محضہ سے قبول فرمائے آمین وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین (۳۸) مریض ہے پانی سے طہارت کرے تو مرض بڑھ جائے گا یا دیر میں اچھا ہوگا اور یہ بات ظاہر ف۳ علامت یا تجربہ سے ثابت ہو ش عن الغنیة (شامی بحوالہ غنیہ) یا

---

[1] الدرالمختار باب التیمم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۴۱
[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۳
[3] البحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۲
[4] الدرالمختار " مجتبائی دہلی ۱/۴۴
[5] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۳
[6] ایضاً ۱/۱۸۱

طبیب حاذق مسلم مستور ایسا کہے د ر ش وقیل عدالته شرط[1] غنیة (درمختار و شامی، اور کہا گیا کہ اس کا عادل ہونا شرط ہے۔ غنیہ۔ ت)

اقول فیه ما فیه من الحرج وما شرع التیمم الا لدفعه (اس پر اعتراض یہ ہے کہ اس میں حرج ہے حالانکہ تیمم دفع حرج ہی کے لیے مشروع ہوا۔ ت)

(۳۹) یُوں ہی اگر فی الحال مرض نہیں مگر تجربہ وغیرہ دلائل معتبرہ شرعیہ مذکورہ سے ثابت ہے کہ اس وقت پانی سے طہارت کی تو بیمار ہو جائے گا[2] ش عن القہستانی (شامی از قہستانی۔ ت) (۴۰) سردی شدید ہے اور حمام نہیں یا اُجرت دینے کو نہیں نہ پانی گرم کرسکتا ہے نہ ایسے کپڑے میں کہ نہا کر اُن سے گرمی حاصل کرسکے نہ تاپنے کو الاؤ مل سکتا ہے اور اس سردی میں نہانے سے مرض کا صحیح خوف ہے تو تیمم کرسکتا ہے اگرچہ شہر میں ہو[3] درمختار سردی کے باعث وضو نہیں چھوڑ سکتا وھو الصحیح کما فی الخانیة والخلاصة بل ھو بالاجماع مصفی[4] (یہی صحیح ہے۔ خانیہ، خلاصہ — بلکہ یہ بالاجماع ہے۔ مصفی۔ ت) ہاں اگر اُس سردی میں وضو سے بھی صحیح خوف حدوث مرض ہو جب بھی تیمم کرے[5] ش عن الامداد (شامی بحوالہ امداد الفتاح۔ ت) خالی وہم کا اعتبار نہانے میں بھی نہیں وضو تو وضو (۴۱) مریض کو پانی سے طہارت تو مضر نہیں مگر جنبش مضر ہے (۴۲) ضرر تو کچھ نہیں مگر تو د وضو نہیں کرسکتا اور دوسرا کرانے والا نہیں اور اگر ہے تو مثلاً غلام یا نوکر یا اولاد جن پر اس کی اطاعت وخدمت لازم ہے تو بالاتفاق تیمم نہیں کرسکتا اور اگر اُس پر خدمت لازم تو نہیں مگر اس کے کہنے سے وضو کرا دے گا جیسے دوست یا زوج یا زوجہ تو معتمد یہ کہ اب بھی تیمم جائز نہیں[6] (۴۳) دوسرا ہے مگر وہ اجرت مانگتا ہے اور یہ قادر نہیں (۴۴) قادر بھی ہے مگر وُہ اُجرت مثل سے زیادہ مانگتا ہے[7] الکل فی البحر والدر (یہ سب بحرالرائق اور درمختار میں ہے۔ ت) (۴۵) **اقول** یہاں بھی وُہ صورت آئیگی کہ وہ اُجرت مثل ہی مانگتا ہے اور یہ دے بھی سکتا ہے مگر یہاں نہیں اور وُہ اُدھار پر راضی نہیں (۴۶ تا ۴۸) سفر میں پانی پاس موجود ہے اور

---

[1] ردالمحتار مع الدرالمختار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۱ [2] ایضاً

[3] الدرالمختار " " مجتبائی دہلی ۱/۴۱

[4] و [5] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۲ و ۱۷۱

[6] بحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۰

[7] " " " " ۱/۱۴۱

www.alahazratnetwork.org

استعمال پر قدرت بھی اور مرض کا بھی اندیشہ نہیں مگر اس سے طہارت کرتا ہے تو آب[1] یا بعد کو یہ یا آدمی[2] اور کوئی مسلمان یا اُس[3] کا جانور اگرچہ وُہ کُتّا جس کا پالنا جائز ہے پیاسا رہ جائے گا (۴۹) یا آٹا گوندھنے کو پھر پانی نہ ملے گا (۵۰) یا بدن یا بقدرِ ستر عورت کے کپڑے پر نجاست ہے جس سے نماز نہ ہوگی اور اگر وضو یا غسل کرلیا تو اتنی نجاست پاک کرنے کو جس سے وُہ مانع نماز نہ رہے پانی نہ ملے گا، یہ پانچوں صورتیں ہمارے رسالہ النور و النورق فصل اول نمبر ۱۳ میں مشرح ہیں (۵۱) راہ میں سبیل کا پانی موجود ہے مگر وہ پینے کے لیے وقف ہے غسل و وضو کے لیے نہیں۔ اس کا نہایت مفصل مکمل بیان ہمارے اسی رسالے نمبر ۲۹ میں ہے (۵۲) طہارت ہی کے لیے وقف ہے مگر ایک قوم خاص یا وصف خاص پر اور یہ اُن میں نہیں اس کا بیان نمبر ۳ میں ہے۔

(۵۳) پانی دوسرے کی مِلک ہے اور اس کے لیے اجازت نہیں اس کا بیان نمبر ۳۲ وغیرہ میں ہے (۵۴) نہانے کی حاجت ہے اور وہاں کچھ لوگ ہیں کہ نہ وُہ ہٹتے ہیں نہ اُسے آڑ ملتی ہے نہ کچھ باندھ کر نہانے کو ہے تیمم کرے اگرچہ مرد صرف مردوں ہی میں ہو یا عورت صرف عورتوں[1] میں علی ما استظهر فی الحلیة و الغنیة خلافا لما فی القنیة و الدر (یہ اس بنیاد پر ہے جسے حلیہ اور غنیہ میں ظاہر کہہ کے بیان کیا اس کے برخلاف جو قنیہ اور درمختار میں ہے۔ت)

اقول و ما زدت من القیود ظاهر (اور میں نے جن قیدوں کا اضافہ کیا ہے وہ ظاہر ہیں۔ت) پھر بعد کو نماز کا اعادہ کرے یا نہ کرے اس کا ذکر نمبر ۶۷ میں آتا ہے و باللہ التوفیق۔

(۵۵) اقول یُونہی اگر عورت کو وضو کرنا ہے اور وہاں کوئی نامحرم مرد موجود ہے جس سے چھپا کر ہاتھوں کا دھونا اور سر کا مسح نہیں کرسکتی تیمم کرے (۵۶) محبوس کو پانی نہیں ملتا (۵۷) کفار معاذ اللہ پکڑ کر لے گئے اور غسل یا وضو نہیں کرنے دیتے (۵۸) ظالم ڈراتا ہے کہ پانی سے طہارت کی تو مار ڈالوں گا یا کوئی عضو کاٹ دوں گا اور ایسا ہی خوف جس سے اکراہ ثابت[2] ہو۔ الکل فی الذخیرة و شرح الوقایة و الفتح و الدرر وغیرها (یہ سب ذخیرہ، شرح وقایہ، فتح القدیر، درر وغیرہا میں ہے۔ت) اقول و ما زدت من القطع و سائر ما یصح به الاکراه ظاهر (میں نے عضو کاٹنے اور ہر اس چیز کا جس سے اکراہ ثابت ہو اضافہ کیا، یہ ظاہر ہے۔ت) (۵۹) پانی میل بھر سے کم دُور ہے مگر نوکر یا مزدور کو آقا یا مستاجر جانے کی اجازت نہیں دیتا[3] بحر عن المبتغی (بحر بحوالہ مبتغی) (۶۰) اقول ریل میں

---

[1] غنیۃ المستملی سنن الغسل مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱

[2] فتح القدیر باب التیمم " نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۸

[3] البحرالرائق " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۲

اور اس درجے میں پانی نہیں اور دروازہ بند ہے تیمم کرے لانہ کالمحبوس فی معنی العجز (اس لیے کہ وہ عاجز ہونے میں قیدی کی طرح ہے۔ ت) مگر ۶۵ سے یہاں تک ان پانچوں صورتوں میں جب پانی پائے طہارت کرکے نماز پھیرے لان المانع من جہۃ العباد (اس لیے کہ مانع بندوں کی طرف سے ہے۔ ت) اور اگر اُتر کر پانی لانے میں مال جاتے رہنے کا خوف ہو تو اعادہ بھی نہیں اور یہ نمبر ۴۳ ہے اور اگر ریل چلے جانے کا اندیشہ ہو تب بھی تیمم کرے اور اعادہ نہیں یہ نمبر آئندہ کے حکم میں ہے (۶۱) پانی میل سے کم مگر اتنی دُور ہے کہ اگر یہ وہاں جائے تو قافلہ چلا جائے گا اور اس کی نگاہ سے غائب ہوجائے گا (۶۲) **اقول** یا اگرچہ ابھی نگاہ سے غائب نہ ہوگا مگر یہ ایسا کمزور ہے کہ مل نہ سکے گا۔

قال فی البحر عن ابی یوسف اذا کان بحیث لوذھب الیہ و توضأ تذھب القافلۃ و تغیب عن بصرہ فھو بعید و یجوز لہ التیمم واستحسن المشایخ ھذہ الروایۃ کذا فی التجنیس وغیرہ اھ[1]۔

بحر میں فرمایا: امام ابویوسف سے روایت ہے کہ "جب یہ حالت ہو کہ پانی تک جاکر وضو کرے تو قافلہ چلا جائے گا اور اس کی نظر سے غائب ہوجائے گا تو وہ پانی سے دور ہے اور اس کے لیے تیمم جائز ہے"۔ مشایخ نے یہ روایت بنظرِ استحسان دیکھی، اسے پسند کیا، ایسا ہی تجنیس وغیرہ میں ہے اھ۔ (ت)

اقول والمختار فی تقدیر البعد وان کان المیل لکن ھذا عذر صحیح معتبر لاشک ولذا استحسنہ المشایخ فیجب اعتبارہ مستقلا لا من حیث تقدیر البعد بہ۔

اقول: دوری کی تحدید میں مختار اگرچہ میل ہی ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ ایک صحیح اور معتبر عذر ہے اسی لیے مشایخ نے اسے پسند کیا تو مستقل طور پر اس کا اعتبار ضروری ہے اس لحاظ سے نہیں کہ یہی دوری کی حد مان لی گئی ہے۔ (ت)

(۶۳ تا ۶۶) **اقول** عورت کے پاس پانی نہیں نہ باہر نکلنے کو چادر نہ بیٹا وغیرہ لادینے والا یا اجیر اجرت مثل سے زیادہ مانگتا ہے یا یہ مفلس ہے یا مال غائب اور وہ ادھار پر راضی نہیں تیمم کرے اور اعادہ نہیں لان المنع من جہۃ الشرع (اس لیے کہ رکاوٹ شریعت کی جانب سے ہے۔ ت) (۶۷) **اقول** شریف زادی پردہ نشین کہ باہر نکلنے کی قطعاً عادی نہیں اگر گھر میں پانی نہ ہے نہ باہر سے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۰

کوئی لادینے والا ہو تو رؤف رحیم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رحمت سے امید ہے کہ اُسے اجازت تیمم ہو اور پانی پانے پر اعادہ کی بھی حاجت نہ ہو تفصیل[عہ] اس کی یہ کہ عورات چند قسم میں ایک وُہ کہ دن دہاڑے منہ کھولے بے تکلف بازاروں میں پھرتی ہیں یہ مطلقاً مردوں کی مثل ہیں مگر جبکہ چادر نہ پائیں۔ **اقول** اگرچہ خود بد لحاظی سے پھرنے کی عادی ہوں کہ وہ حرام ہے اور شرع حرام کا حکم نہیں دیتی دوسری وہ کہ برقع اوڑھ کر دن کو آتی جاتی ہیں یہ بھی معذور نہیں ہوسکتیں مگر اُسی حالت میں کہ بُرقع یا چادر بھی نہ پائیں تیسری وہ کہ رات کو چادر اوڑھ کر دوسرے محلوں تک جاتی ہیں جس طرح رامپور و بدایوں کے بہت گھروں کی رسم سُنی گئی ان کے لیے دن میں شاید عذر ہوسکے شب میں ہرگز نہیں مگر یہ کہ کنویں پر مردوں کا مجمع ہو اور یہ مجمع میں چادر اوڑھ کر شب کو بھی نہ جاسکتی ہوں چوتھی وہ کہ شب کو چادر کے ساتھ بھی دُور نہ جاسکے صرف اس کی عادی ہو کہ گھر سے نکل کر سامنے کے دروازے میں دو قدم رکھ کر چلی جائے اس کے لیے اگر کُنواں ایسا ہی قریب ہے اور اس پر مرد نہیں تو عذر نہیں اور اگر کُنواں دُور ہے یا وہاں مردوں کا اجتماع ہے تو کہہ سکتے ہیں کہ معذور ہے پانچویں وہ کہ گھر سے باہر قدم رکھنے کی مطلقاً عادی نہیں جس طرح بحمد اللہ تعالٰی بریلی میں شریف زادیوں کا دستور ہے یہ ہر طرح معذور ہے اور کیونکر اُسے مجبور کیا جائے گا حالاں کہ اس نے کُنواں دیکھا تک نہیں، نہ اس تک راہ جانتی ہے نہ کسی سے پوچھ سکے گی نہ اُس کے قدم اُٹھیں گے ولا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا[۱] (اور خدا کسی جان کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ ت) عادت چُھڑانے میں حرج ہے خصوصاً وہ نیک عادت کہ کمال حیا پر مبنی ہو اور حیا جتنی زائد ہو اُسی قدر بہتر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: الحیاء خیر کلہ[۲] حیا سراسر بہتر ہے رواہ البخاری و مسلم و ابوداؤد والنسائی عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن الصحابۃ جمیعا (اسے بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت عمران بن حصین سے روایت کیا ہے خدا اُن سے اور تمام صحابہ کرام سے راضی ہو۔ ت) اُوپر گزرا کہ شریعت مطہرہ نے ہمارے ایک پیسے کا لحاظ فرمایا کہ پانی بیچنے والا پیسے کی جگہ دو مانگتا ہو نہ دو اور تیمم کرلو ان شریف زادیوں کو اگر کوئی دس روپے بلکہ باعتبار حیثیت ہزار روپے دے اور کہے کنویں سے پانی بھر لاؤ ان سے ہرگز نہ ہوسکے گا

عہ **اقول** اس کی نظیر یہ ہے کہ پانی پینے کی سبیل سے وضو کی اجازت نہیں اگر صرف وہی پانی ہو تیمم کرے اور اگر کوئی شخص ظلم و غصب کا عادی ہو تو اسے بھی تیمم کا حکم ہوگا یہ نہ فرمایا جائے گا کہ تو تو غاصب ہے اسے غصب کرلے کر وضو کر ۱۲ (م) منہ

---

[۱] القرآن ۲/۲۸۶

[۲] الصحیح للمسلم باب عدد شعب الایمان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۸

www.alahazratnetwork.org

وللہ الحمد تو یہ اس پر کیونکر مجبور کی جائیں۔ یہ ہے وہ جو براہِ تفقہ ذہنِ فقیر میں آیا،

ولا اقول انه حکم الله عزوجل بل ارجو ان یکون حکمه تعالٰی فلینظر فیه العلماء الذین عـه لهم اعین یبصرون بها ولهم قلوب یفقهون بها والله یهدی السبیل وهو حسبی و نعم الوکیل۔

اور میں یہ نہیں کہتا کہ یہی اللہ عزوجل کا حکم ہے بلکہ مجھے امید ہے کہ یہ رب تعالٰی کا حکم ہو۔ تو اس میں وہ علماء نظر فرمائیں جن کے پاس بصیرت والی نگاہیں اور فقاہت والے دل ہیں۔ اور خدا ہی صحیح راستے کی طرف ہدایت فرمانے والا ہے، اور وہی مجھے کافی اور کیا ہی عمدہ کارساز ہے۔ (ت)

اما قولی انها اذا وجدت الماء لاتعید فلان المانع الحیاء والحیاء من المولٰی سبحٰنه وتعالٰی فالمانع من جهة صاحب الحق عزجلاله کما استظهر الفاضلان البرحمتی ثم الشامی فی مسألة نمرۃ ۵۴ ومثلها ۵۵ قائلین ان العذر لم یأت من قبل المخلوق فان المانع لها الشرع والحیاء وهما من الله تعالٰی کما قالوا لو تیمم لخوف العدو فان توعده علی الوضوء او الغسل یعید لان العذر اتی من غیر صاحب الحق ولو

لیکن یہ جو میں نے کہا کہ "پانی پانے پر اسے اعادہ کی بھی حاجت نہیں"۔ تو اس لیے کہ اس کے لیے پانی سے مانع چیز حیا ہے۔ اور حیا مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی کی جانب سے ہے۔ تو مانع خود صاحبِ حق عزجلالہ کی طرف سے ہے جیسا کہ فاضل رحمتی پھر شامی نے مسئلہ ۵۴ میں اور اسی کے مثل ۵۵ میں اظہار کیا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں: "عذر مخلوق کی جانب سے نہ آیا اس لیے کہ اس عورت کے لیے مانع شریعت اور حیا ہے دونوں ہی اللہ تعالٰی کی جانب سے ہیں۔ جیسا کہ علماء نے فرمایا ہے کہ اگر دشمن کے خوف سے تیمم کیا، تو اگر یہ صورت ہے کہ دشمن نے وضو یا غسل کرنے پر کوئی دھمکی دی ہے تو اعادہ کرے گا اس لیے کہ عذر صاحبِ حق (مولٰی تعالٰی) کی جانب سے نہیں،

www.alahazratnetwork.org

عـه احتراز عن بعض ابناء الزمان الذین تسموا بالعلم ومالهم من العلم الا الاسم ۱۲ منه غفرله (م)

یہ ایسے بعض ابنائے زمانہ سے احتراز ہے جنھوں نے اپنے ساتھ علم وعلماء کا نام چسپاں کرلیا ہے اور حقیقت میں ان کے پاس علم نہیں صرف علم کا نام ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

خاف بدون توعد من العدو فلان الخوف اوقعه اللّٰه تعالٰی فی قلبه فقد جاء العذر من صاحب الحق فلا تلزمه الاعادة اھ[1]

وانت تعلم ان الامر فی مسألتنا هذه اظهر من تلك فلیس ھھنا شیئ من قبل العباد اما تلك فقال المحقق الحلبی فی الحلیة الاشبه الاعادة تفریعا علی ظاهر المذھب فی الممنوع من ازالة الحدث بصنع العباد[2] اھ ورأیتنی کتبت علی قول الرحمتی المذکور مانصه۔

اقول وباللّٰه التوفیق محل المسألة انما ھو حیث کان ممنوعا عن التحول الٰی موضع ستر والالم یجزله الکشف ولا التیمم قطعا فھذا المنع اما ان یکون من قبل القوم کان حبسوه اوقالوا له لو تحولت قتلناك اوسلبناك فان المال شقیق النفس

اور اگر دشمن کے ڈرائے بغیر یہ خوفزدہ ہوا (اور تیمم کرلیا) تو اعادہ نہیں۔ اس لیے کہ خدائے تعالٰی نے ہی اس کے دل میں خوف ڈال دیا تو یہ عذر صاحبِ حق کی جانب سے ہی آیا لہذا اس پر اعادہ لازم نہیں"۔ اھ (ت)

اور معلوم ہے کہ ہمارے زیر تحریر مسئلہ میں معاملہ اُس سے زیادہ ظاہر اور واضح ہے۔ اس لیے یہاں بندوں کی جانب سے کسی چیز کا وجود ہی نہیں۔ اور اُس مسئلہ میں تو محقق حلبی نے حلیہ میں یہ لکھا ہے کہ "جو شخص بندوں کے فعل کی وجہ سے ازالۂ حدث نہ کرسکے اس کے متعلق ظاہر مذہب میں یہی حکم ہے کہ اعادہ کرے تو ظاہر مذہب میں تفریع کرتے ہوئے یہاں بھی زیادہ مناسب اعادہ ہی ہے"اھ۔ میں نے دیکھا کہ رحمتی کے قول مذکور پر خود میں نے کبھی درج ذیل عبارت تحریر کی تھی:

اقول وباللّٰہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق خدا ہی کی جانب سے ہے) یہ مسئلہ اُسی صورت میں ہے جب کسی پردہ کی جگہ چلے جانے سے رکاوٹ ہو ورنہ اس کے لیے نہ ستر کھولنا جائز ہوگا نہ ہی تیمم کرنا جائز ہوگا۔ اب یہ رُکاوٹ یا تو لوگوں کی جانب سے ہے ۔ مثلاً اسے قید کردیا ہے یا اس سے کہا ہے کہ یہاں سے ہٹے تو ہم تجھے قتل کردیں گے یا تیرا مال چھین لیں گے ۔ مال بھی جان کا بھائی ہے ۔ یا لوگوں کی جانب سے

www.alahazratnetwork.org

[1] ردالمحتار ابحاث الغسل مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۵
[2] ایضاً

اولاکمریض ومن سفینۃ فی لجۃ بحر علی الاول لاشک ان المنع جاء من قبل العباد فیتیمم ویعید وعلی الثانی لقائل ان یقول لابدلہ ان یسألھم تحویل الدبراوغض البصرفان فعلوا فبہا والافقد تسببوا فی المانع وان لم یکن نفس المانع من قبلھم کالخوف فانہ من قبل اللہ تعالٰی ومع ذلک اذا نشأ بتسبب العبد بالایعاد یعد من العبد ویؤمر بالاعادۃ فاذن الاشبہ ماذکر المحقق الحلبی مع ان فیہ الخروج عن العہدۃ بیقین فعلیہ فلیکن التعویل واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

رکاوٹ نہیں ہے۔ مثلاً بیمار ہے یا سمندر کی گہرائی میں کشتی پر سوار ہے۔ پہلی صورت میں رکاوٹ بلاشبہ بندوں کی جانب سے ہے تو تیمم کرے گا پھر اعادہ کرے گا۔ اور دُوسری صورت میں کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ اس پر لازم ہے کہ لوگوں سے کہے پیٹھ پھیرلیں یا نگاہ بند کرلیں، اگر وہ ایسا کرلیں تو ٹھیک ورنہ وہ رکاوٹ کا سبب بن گئے اگرچہ اصل مانع ان کی طرف سے نہیں۔ جیسے خوف کا معاملہ ہے کہ دراصل یہ اللہ تعالٰی کی جانب سے ہے، اس کے باوجود جب خوف اس سبب سے پیدا ہوا کہ کسی بندے نے دھمکی دی ہے تو وہ بندے کی جانب سے شمار ہوتا ہے اور اعادہ کا حکم دیا جاتا ہے ــــ اس تفصیل کی روشنی میں اشبہ (زیادہ مناسب) وہی ہے جو محقق حلبی نے فرمایا۔ ساتھ ہی اس میں احتیاط کا پہلو بھی ہے کیونکہ اعادہ کرلے تو یقینی طور پر سبکدوش اور عہدہ برآ ہوجائے گا اس لیے انہی کے قول پر اعتماد ہونا چاہیے، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

(۶۸ تا ۷۰) **اقول** یوں ہی اگر پانی لادینے والا اُجرت مانگتا ہے اور یہ مفلس یا وہ اُدھار پر راضی نہیں یا اُجرت مثل سے زیادہ کا طالب[1] علی وفق ان ما مر فی ۳۵ و ۳۶ و ۳۷ عن البحر والدر (اسی طور پر جیسا کہ نمبر ۳۵، ۳۶، ۳۷ میں بحرالرائق اور درمختار کے حوالہ سے بیان ہوا ہے۔ ت)

(۷۱) **اقول** کنواں رسّی ڈول سب کچھ موجود ہے مگر یہ ایسا مریض یا اتنا ضعیف ہے کہ بھرنے پر قادر نہیں اور نوکر غلام بیٹا کوئی پاس نہیں نہ کوئی ایسا کہ اس کے کہے سے بھر دے نہ اور تدبیروں سے کہ نمبر ۲ میں گزریں

---

[1] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۳

پانی لے سکتا ہے،

فقد تحقق عجزہ و ھو ملاك الاباحة وكانه دخل فيما ذكروا من فقد الألة فان فيه الفقد حكما وان لم يكن حسا كما قال تعالی ولم تجدوا ماءً فعم الفقد الحسي والحكمی۔

اس لیے کہ اس کا عاجز ہونا متحقق ہو گیا اور جواز تیمم کی بنیاد وہی ہے۔ علماء نے پانی کھینچنے کا آلہ نہ پانے کا جو ذکر کیا ہے گویا یہ صورت بھی اس میں داخل ہے کیونکہ اس میں بھی حکماً ذریعہ کا فقدان ہے اگرچہ حسّاً فقدان نہیں جیسے باری تعالٰی کا ارشاد ہے: "اور تم پانی نہ پاؤ" یہ حسّی وحکمی دونوں فقدان کو شامل ہے۔ (ت)

(۷۲ تا ۷۴) **اقول** یُوں ہی اگر دُوسرا پانی بھر دینے والا اُجرت مانگتا ہے اور یہ مفلس یا وہ اُدھار پر راضی نہیں یا اُجرت مثل سے زائد مانگتا ہے۔

(۷۵ تا ۷۸) **اقول** انہی صورتوں کی مثل ہے کہ یہ مریض وضعیف بھی نہ ہو مگر کنویں کا چرسہ اکیلے سے نہ کھنچ سکے گا اور دُوسرا چھوٹا ڈول یا پانی لینے کا اور طریقہ نہیں نہ اس کے پاس اتنے آدمی کہ مل کر کھینچ دیں یا کھنچوانے کی اُجرت نہیں رکھتا یا کھینچنے والے اجرت مثل سے زیادہ مانگتے ہیں یا اُدھار پر راضی نہیں اور یہ صورت اکیلے شخص پر محصور نہیں دو یا زائد بھی ہوں مگر اس چرسہ کے کھینچنے کو زیادہ آدمی درکار ہیں جب بھی یہی احکام ہوں گے خصوصاً جبکہ یہ عورتیں ہوں کواقعة بنتي شعيب عليه وعليهما الصلاة والسلام (جیسے حضرت شعیب کی دونوں بیٹیوں کا واقعہ ہے۔ ان پر اور ان دونوں پر درود وسلام۔ ت)

(۷۹) **اقول** پانی پر گزرا سامان سب حاضر ہے مگر یہ گھوڑے پر سوار ہے اور گھوڑا بدرکاب کہ اُتر کر چڑھنے میں بہت دقت کا سامنا ہو گا تیمم کرکے گھوڑے پر پیٹھ لے جبکہ جنس ارض سے کوئی شے پاس ہو اگرچہ چلم ہو یا زین وغیرہ پر اتنا غبار ہو کہ ہاتھ پھیرنے سے اُنگلیوں کا نشان بن جائے۔

(۸۰ تا ۸۳) **اقول** یُونہی اگرچہ سواری شائستہ ہو مگر یہ مریض یا ایسا ضعیف ہے کہ بے مددگار چڑھ نہ سکے گا اور مددگار انہیں تفصیلوں پر نہیں یا اُجرت مانگتا ہے اور یہ مفلس یا وہ اُدھار پر راضی نہیں یا اُجرت مثل سے زیادہ چاہتا ہے۔

(۸۴) **اقول** یُوں ہی اگر سوار عورت ہے اور چڑھانے کو محرم یا شوہر درکار اور وہ ساتھ نہیں، منیہ میں ہے:

الشيخ اذا ركب دابة ولم يقدر على

"بوڑھا شخص کسی جانور پر سوار ہوا اور اترنے پر قدرت

النزول او امرأۃ[1] ولیس معها محرم یصلیان علیها اھ[1] قال فی الحلیۃ بل ظاھر الخانیۃ انه یجوز لها و ان کان معها محرم فان فیها الرجل اذا حمل امرأته من القریۃ الی المصر کان لها ان تصلی علی الدابۃ فی الطریق اذا کانت لا تقدر علی الرکوب والنزول انتھی لکن ھذا ظاھر علی اصل ابی حنیفۃ فی انه لا یجعل قدرۃ الانسان بغیرہ کقدرته بنفسه اما علی قولهما فینبغی ان لا یجوز اذا کان الزوج یقدر علی مساعدتها فی الرکوب والنزول و یبذل ذلك لها ثم لا یخفی ان جواب الخانیۃ مع تعقبنا به اٰت بطریق اولی اذا کان مکان الزوج محرم او اجنبی[2] اھ۔

نہیں، یا عورت سوار ہوئی جس کے ساتھ کوئی محرم نہیں تو دونوں کے لیے یہ حکم ہے کہ سواری پر نماز پڑھ لیں" اھ حلیہ میں فرمایا: "بلکہ خانیہ کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے ساتھ محرم ہو جب بھی اس کے لیے اجازت ہے اس لیے کہ خانیہ میں یہ ہے کہ جب مرد اپنی عورت کو سوار کرکے گاؤں سے شہر لے جائے تو عورت راستے میں سواری پر نماز پڑھ لے جب چڑھنے اترنے پر قادر نہ ہو" انتہی۔ یہ حکم امام اعظم ابوحنیفہ کے قاعدہ پر تو ظاہر ہے اس لیے کہ وہ انسان کے لیے دوسرے کے ذریعہ حاصل ہونے والی قدرت کو خود اس کی اپنی قدرت کی طرح قرار نہیں دیتے۔ لیکن صاحبین کے قول پر اس صورت میں اس کا جواز نہیں ہونا چاہیے جب شوہر چڑھنے اترنے میں اس کی مدد کرسکتا ہو اور اپنی مدد پیش بھی کرسکتا ہو۔ پھر خانیہ میں جو حکم مذکور ہے یہ ہماری تنقید کے ساتھ اس صورت میں بھی بدرجہ اولٰی جاری ہوگا جب بجائے شوہر کے، کوئی محرم یا اجنبی ہو، جیسا کہ ظاہر ہے اھ۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اقول اما الاولویۃ فی تأتی جواب الخانیۃ ان حمل علی الجواز مطلقا وان ساعدها من معها علی الرکوب و النزول فظاھرۃ و لکن

اقول خانیہ میں مذکورہ حکم کے جاری ہونے کا اگر یہ معنٰی ہے کہ مطلقاً جواز ہو اگرچہ عورت کا ہم راہی اترنے چڑھنے میں اس کا معاون ہو تو یہاں اس کا اولٰی ہونا ظاہر ہے۔ لیکن (یہاں صاحبِ حلیہ کی تنقید بھی بدرجہ اولٰی جاری ہوتے

---

[1] منیۃ المصلی فرائض الصلوٰۃ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۲۵۳
[2] تعلیق المجلی مع المنیۃ " " " " " " (ملتقطاً)

اولاً ای اولویۃ فی اتیان التعقب فی المحرم بل الزوج ھو الاولی وثانیاً لاتأتی للتعقب فی الاجنبی فضلاً عن الاولویۃ فان ارکابہ وانزالہ ایاھا فیہ مافیہ وقد نصت مسألۃ المتن علی جواز صلاتھا علی الدابۃ اذاکان معھا اجنبی ھذا منطوقھا وعدم الجواز اذاکان معھا محرم مفھومھا وتثبت۔

پر بھی کلام ہے) اولاً محرم سے متعلق تنقید مذکور بطریقِ اولیٰ کیوں کر جاری ہو سکتی ہے اس تنقید کے معاملہ میں تو شوہر ہی اولیٰ ہے ثانیاً اجنبی کے سلسلہ میں تو تنقید مذکور جاری بھی نہیں ہو سکتی اس کا اولیٰ ہونا تو درکنار، اس لیے کہ اس کے چڑھانے اتارنے میں بہت خرابیاں دشواریاں ہیں متن (غنیۃ المصلی) کے مسئلہ میں اس کی صراحت ہے کہ جب عورت کے ساتھ اجنبی ہو تو اس کے لیے سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے، یہ اس کی صریح عبارت اور منطوق ہے ۔ اور جب عورت کے ساتھ محرم ہو تو سواری پر نماز پڑھنا جائز نہیں یہ اس کا معنی مخالف اور مفہوم ہے ۔ تو فہم وثبات سے کام لو۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

(۸۵) **اقول** یُوں ہی اگر اُترنے چڑھنے سے بیماری بڑھے۔ یہ مسائل علمائے کرام نے دربارۂ نماز ذکر فرمائے کہ یُوں اترنے سے عجز ہو تو سواری پر پڑھے تو دربارۂ طہارت بدرجۂ اولیٰ درمختار میں یہ قول متن الصلاۃ علی الدابۃ تجوز فی حالۃ العذر لا فی غیرھا (سواری پر نماز ادا کرنا بحالتِ عذر جائز ہے بلا عذر نہیں۔ ت) فرمایا ومن العذر دابۃ لا ترکب الا بعناء او بمعین[1] (یہ بھی عذر ہی ہے کہ جانور پر مشقت یا کسی مددگار کے بغیر سوار نہ ہو سکے ۔ ت) ردالمحتار میں ہے،

لوکانت الدابۃ جموحا لونزل لایمکنہ الرکوب الابمعین اوکان شیخا کبیرا لونزل لایمکنہ ان یرکب ولایجد من یعینہ تجوز الصلاۃ علی الدابۃ اھ وقدمنا عن المجتبی ان

اگر جانور سرکش ہو کہ اتر جائے تو بغیر مددگار کے اس پر چڑھنا ممکن نہ ہو یا سوار بہت بوڑھا ہو کہ اتر جائے تو چڑھ نہ سکے نہ ہی اسے کوئی مددگار ملے تو سواری پر نماز ادا کرنا جائز ہے اھ ۔ اور ہم مجتبٰی کے حوالہ سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ان کے

---

[1] الدرالمختار باب الوتر والنوافل مجتبائی دہلی ۱/۹۸

الاصح عندہ لزوم النزول لو وجد اجنبیا یطیعہ فعلی ھذا لاخلاف فی لزوم النزول لمن وجد معینا یطیعہ ولم یکن مریضا یلحقہ بنزولہ زیادۃ مرض وفی المنیۃ المرأۃ اذا لم یکن لھا محرم تجوز صلاتھا علی الدابۃ اذا لم تقدر علی النزول اھ[1]۔

نزدیک اصح یہ ہے کہ اترنا لازم ہے اگر ایسا کوئی اجنبی مل جائے جو اس کی بات مان لے ۔ تو اس بنیاد پر اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس شخص کے لیے اترنا لازم ہے جسے کوئی ایسا مددگار مل جائے جو اس کی بات مان لے اور ایسا بیمار نہ ہو کہ اترنے سے مرض بڑھ جائے ۔ اور منیہ میں ہے کہ "عورت کے ساتھ جب محرم نہ ہو تو اس کے لیے سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے جبکہ اترنے پر قدرت نہ ہو اھ ۔ (ت)

(۸۶) **اقول** اگر زخم ہے کہ اُترنے سے جاری ہو جائے گا اور نماز طہارت سے نہ مل سکے گی نہ اُترے اور تیمم سے پڑھے یہ مسئلہ بھی علمائے نماز میں افادہ فرمایا ہے کہ اگر کھڑے ہونے سے زخم جاری ہوتا ہو بیٹھ کر پڑھے دُرِّمختار میں ہے قد یتحتم القعود کمن یسیل جرحہ اذا قام او یسلس بولہ[2] (اس کے لیے بیٹھ کر نماز پڑھنا واجب ہے جس کا زخم قیام سے بہنے لگتا ہو یا جسے کھڑے ہونے سے پیشاب آنے لگتا ہو ۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

(۸۷) ہر عبادت فرض یا واجب یا سنّت کہ پانی سے طہارت کرے تو فوت ہو جائے گی اور اس کا عوض کچھ نہ ہوگا اُس کے لیے تیمم کر سکتا ہے مگر یہ تیمم صرف اسی عبادت کے لیے طہارت ہوگا نہ اور کے لیے کہ اُسی کی ضرورت سے اجازت ہوئی تھی تو اس تیمم سے کوئی اور عبادت کہ بے طہارت جائز نہ ہو جائز نہ ہوگی اس فوت بلا عوض کی بہت صورتیں ہیں مثلاً نمازِ جنازہ قائم ہے یا قائم ہونے کو ہے اس کے وضو کا انتظار نہ ہوگا جب تک وضو کرے چاروں تکبیریں ہو چکیں گی اگرچہ سلام پھیرنا باقی رہے کہ نمازِ جنازہ تکبیروں پر ختم ہو جاتی ہے اُن کے بعد ملنے کا محل نہیں اگرچہ ابھی سلام نہ ہوا ہو کما فی الدر وغیرہ[3] (جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے ۔ ت) یا عیدین کا وقت نکل جائیگا یا ان کا امام معین سلام پھیر دے گا ۔

اقول جبکہ دوسرے امام معین کے پیچھے نہ ملیں کما قالوا فی الفاسق لا یقتدی بہ فی الجمعۃ ایضا اذا تعددت فی المصر لانہ بسبیل من التحول کما فی الفتح وغیرہ[4] (جیسے علماء

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۱۸
[2] الدرالمختار باب صفۃ الصلوٰۃ مجتبائی دہلی ۱/۷۰
[3] الدرالمختار باب التیمم مجتبائی دہلی ۱/۴۳
[4] فتح القدیر باب الامامۃ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

نے فرمایا ہے کہ جمعہ میں بھی فاسق کی اقتدار نہ کی جائے گی اگر شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہوتا ہو کیوں کہ ایسے امام کو چھوڑ کر دوسری جگہ جانے کی راہ موجود ہے، جیسا کہ فتح القدیر وغیرہ میں ہے۔ ت) یہ اس لیے کہ عیدین[1] کی نماز کی نماز مثل جمعہ ہر امام کے پیچھے نہیں ہوسکتی سوا سلطانِ اسلام یا اس کے نائب یا ماذون کے، اور وہ نہ ہوں تو بضرورت جسے مسلمان امامِ جمعہ مقرر کرلیں یا سورج گہن ہوچکے گا صلاۃ الجنازۃ والعیدین من مسائل المتون وزاد الکسوف کالرواتب لاٰتیۃ[1] فی الحلیۃ بحثا واقرہ فی البحر والنھر والدر وحواشیہ (نمازِ جنازہ اور عیدین کا مسئلہ تو متون میں ذکر ہے اور کسوف کا مسئلہ یوں ہی سنن رواتب سے متعلق آنے والا مسئلہ حلیہ میں بطور بحث زیادہ کیا جسے بحر رائق، نہر فائق، دُرمختار اور اس کے حواشی میں برقرار رکھا گیا۔ ت)

اقول اور اگر کسوف باقی رہے اور جماعت ہوچکے گی تو تیمم کی اجازت نہیں کہ اگرچہ کسوف[2] میں بھی ہر شخص امامت نہیں کرسکتا خاص امامِ جمعہ ہی اس کا امام ہوسکتا ہے کما فی الدر[2] وغیرہ (جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) مگر اس[3] میں جماعت ضروری نہیں تنہا بھی ہوسکتی ہے نہ مثل جنازہ[4] تکرار ممنوع ہے،

www.alahazratnetwork.org

لتصریحھم بجواز ان یصلیھا کل بحیالہ فی بیتہ[4] کما فی شرح الطحاوی ومشی علیہ فی الدر اوفی مساجدھم علی ما فی الظھیریۃ وعزاہ فی المحیط الی شمس الائمۃ[5] ش عن مفتی دمشق اسمٰعیل نعم الجماعۃ مستحبۃ اذا حضر امام الجمعۃ[5] کما فی الدر۔

اس لیے کہ علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ نماز کسوف ہر شخص اپنے گھر میں انفرادی طور پر ادا کرسکتا ہے۔ جیسا کہ شرح طحاوی میں ہے اس راہ پر صاحبِ درمختار بھی گئے ہیں ۔ یا لوگ اپنی اپنی مسجدوں میں بھی ادا کرسکتے ہیں ۔ جیسا کہ ظہیریہ میں ہے اور محیط میں اسے شمس الائمہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے ۔ شامی از مفتی دمشق شیخ اسمٰعیل ۔ ہاں جب امامِ جمعہ موجود ہو تو جماعت مستحب ہے ۔ جیسا کہ درمختار میں ہے۔ (ت)

---

[1] الدرالمختار مع الشامی	باب التیمم	مطبوعہ مصطفی البابی مصر	۱/۱۶۸
[2] الدرالمختار	صلوٰۃ الکسوف	" مجتبائی دہلی	۱/۱۱۷
[3] الدرالمختار مع الشامی	صلوٰۃ الکسوف	" مصطفی البابی مصر	۱/۶۲۳
[4] "	"	" "	"
[5] الدرالمختار	"	" مجتبائی دہلی	۱/۱۱۷

تو اس کا فوت[ف۱] یوں ہی ہوگا کہ گہن چھوٹ جائے، ردالمحتار میں ہے لو انجلت لم تصل بعدہ[۱] (اگر سورج روشن ہوگیا تو اس کے بعد نمازِ کسوف نہ پڑھی جائے گی۔ ت) یا ظہر[ف۸] و جمعہ[ف۹] و مغرب و عشا کے فرضوں کے بعد وضو جاتا رہا اور اب وضو کرتا ہے تو بعد کی سنتیں نہ ملیں گی وقت نکل جائیگا۔ **اقول** یُونہی ظہر یا جمعہ[ف۱۰] کی پہلی سنتیں اگر قیامِ جماعت کے سبب نہ پڑھ سکا اور بعد فرض یا بعد سنّتِ بعدیہ وضو جاتا رہا اور اب[ف۱] وضو کرے تو وقتِ عصر آجائیگا لانہا وان فاتت عن وقتہا فانہا تقضی فی الوقت ثم لا قضاء، فقضاؤھا یفوت لا الی بدل[۲] (اس لیے کہ یہ سنتیں اگرچہ اپنے مقررہ وقت سے ہی فوت ہوئیں مگر ان کی قضا وقت کے اندر ہی ہوسکتی ہے بعدِ وقت قضا نہیں تو بعد ظہر و جمعہ اگر ان کی قضا فوت ہوجاتی ہے تو پھر اس کا کوئی بدل نہیں۔ ت) یا صبح[ف۱۱] کے وقت پانی وضو کے لیے منگایا یا کسی نے دینے کا وعدہ کیا ہے اس کا انتظار کرے تو وضو کرکے صرف فرض پائے گا یوں کہ یا تو سنتوں کے قابل وقت ہی نہ رہے گا یا سنتیں پڑھے تو جماعت فوت ہوتا چار سنتیں چھوڑنی ہوں گی تو جب تک پانی آئے تیمم کرکے سنتیں پڑھ لے پھر وضو کرکے فرض[۳] کما فی ش وغیرہ (جیسا کہ شامی وغیرہ میں ہے۔ ت) یا صبح[ف۱۲] کی نماز نہ ہوئی تھی اور اب زوال تک اتنا وقت نہیں کہ وضو کرکے دو رکعتیں پڑھ سکے تو تیمم کرکے سنتیں پڑھ لے کہ بعدِ زوال نہ ہوسکیں گی پھر وضو کرکے وقتِ ظہر آنے پر صبح کے فرض پڑھے ذکرہ ش عن شیخہ قال و ذکر لہا ط صورتین اخریین[۴] اھ (اسے شامی نے اپنے شیخ کے حوالے سے ذکر کیا اور فرمایا کہ طحطاوی نے اس کی دو صورتیں اور ذکر کی ہیں۔ ت) **اقول** بل اولہما ھی ھذہ التی اثرھا عن شیخہ وذکر اخری وردھا وھی حقیقۃ بالرد (بلکہ ان دونوں سے بہتر یہی صورت ہے جو شامی نے اپنے شیخ سے نقل فرمائی اور دوسری صورت ذکر کرکے اسے رد کردیا اور وہ رد ہی کے لائق ہے۔ ت) یا[ف۱۳] بے وضو خصوصاً جنب ہے اور کسی نے سلام کیا یا کوئی سامنے[ف۱۴] آیا اور خود اُسے سلام کرنا ہے اور سلام نام الٰہی عزوجل ہے بے طہارت لینا نہ چاہا اور وضو کرے تو سلام فوت ہوتا ہے کہ جواب[ف۳] میں اتنی دیر کی اجازت نہیں اور سلام[ف۴] بھی ابتدائے لقا پر ہے نہ بعد دیر لہذا اجازت ہے کہ تیمم کرکے جواب دے یا سلام کرے مسئلہ جواب خود فعل اقدس حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کہ

۱؎ ردالمحتار مع الشامی	صلٰوۃ الکسوف	مطبوعہ مصطفی البابی مصر	۱/ ۶۲۲
۲؎ ردالمحتار	باب التیمم	" " "	۱/ ۱۷۸
۳؎ "	"	" " "	"
۴؎ "	"	" " "	"

www.alahazratnetwork.org

ایک صاحب گزرے حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سلام کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہ دیا یہاں تک کہ قریب ہوا وہ گلی سے گزرجائیں حضور نے تیمم فرماکر جواب دیا اور ارشاد فرمایا انہ لم یمنعنی ان ارد علیك السلام الا انی لم اکن علی طھر[1] ہم کو جواب دینے سے مانع نہ ہوا مگر یہ کہ اس وقت وضو نہ تھا۔ رواہ ابوداؤد عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال المحقق الحلبی فی الحلیۃ سکت علیہ ابوداؤد فھو حجۃ[2] اھ (اسے ابوداؤد نے بطریق نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا، محقق حلبی نے حلیہ میں فرمایا کہ ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے اس لیے وہ حجت ہے اھ۔ ت) اور ابتدائے سلام اُس پر قیاس کرکے زیادت ائمہ کرام سے بحر میں ہے المذھب ان التیمم للسلام صحیح[3] (مذہب یہ ہے کہ سلام کے لیے تیمم درست ہے۔ ت)

تنبیہ علامہ سید طحطاوی پھر اُن کے اتباع سے علامہ سید شامی نے دو چیزیں اور زائد کیں[4،5] وضو کرتا ہے تو چاندگہن ہو چکے گا یا ضحوۂ کبرٰی ہوجائے گی نماز چاشت جاتی رہے گی تو ان دونوں کو تیمم سے ادا کرلے،

قال فی الدر جاز لکسوف فقال ط مرادہ ما یعم الخسوف[4] اھ ونقلہ ش واقرہ وقال فی حاشیتہ علی المراقی اخذ منہ الحلبی جواز التیمم للکسوف ای والخسوف[5] اھ وقال ھو ثم ش الظاھر ان المستحب کذلك لفوتہ

دُرمختار میں تھا: تیمم سُورج گرہن کی نماز کے لیے جائز ہے۔ اس پر طحطاوی نے کہا اس سے ان کی مراد وُہ ہے جو چاندگہن کو بھی شامل ہے اھ۔ اسے شامی نے نقل فرماکر برقرار رکھا اور طحطاوی نے حاشیۂ مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ اسی سے حلبی نے سورج گہن کے لیے۔ یعنی چاندگہن کے لیے بھی۔ تیمم کا جواز اخذ کیا ہے اھ۔ اور انہوں نے پھر علامہ شامی نے فرمایا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ مستحب کا

---

[1] سنن ابی داؤد باب التیمم فی الحضر عند الخلاء مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۴۷
[2] حلیہ
[3] بحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۰
[4] طحطاوی علی الدر " مطبوعہ بیروت ۱/۱۲۹
[5] طحطاوی علی مراقی الفلاح باب التیمم مطبعہ ازہریہ مصر ص ۶۸

www.alahazratnetwork.org

بفوت وقته کما اذا ضاق وقت الضحی عنه وعن الوضوء فتیمم له[1] اھ

بھی یہی حکم ہے کیونکہ وہ بھی وقت کے فوت ہونے سے فوت ہوجاتا ہے مثلاً چاشت کا وقت اتنا تنگ ہوجائے کہ نماز چاشت اور وضو دونوں کی گنجائش نہ رہے تو اس نماز کے لیے تیمم کرلے گا اھ۔ (ت)

اقول اس تقدیر پر نمازِ تہجد کے لیے بھی تیمم جائز ہوگا جبکہ وضو کرنے میں دو رکعت کا وقت نہ ملے اور فجر طلوع کر آئے کہ ہماری تحقیق میں وہ مستحب ہے کما بیناہ فی فتاونا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ت) اگر زعم بعض کے طور پر سنّتِ مؤکدہ مانئے جب تو مثل رواتب جواز ہوگا ہی مگر وہ ضعیف ہے یُوں ہی فجر کی سُنّتیں جب تنہا قضا ہوں زوال تک اُن کی قضا مستحب ہے اور ایک تخریج پر امام محمد کے نزدیک سنّت۔ خیر، یہاں کلام اس میں ہے کہ مستحب نمازیں بھی حسبِ گمان فاضلین طحطاوی و شامی اس جوازِ تیمم میں مثل رواتب ہیں۔

اقول مگر یہ سخت محل تامل ہے کتبِ مذہب میں صرف دو نمازوں کا ذکر ہے جنازہ وعیدین اور اسی قدر ائمہ مذہب سے منقول ہے کہ خود علامہ ابن امیر حاج حلبی نے حلیہ میں تصریح فرمائی کہ ہمارے نزدیک تندرست کو بے خوفِ مرض پانی ہوتے ہوئے انھیں دو نمازوں کے لیے تیمم جائز ہے۔

www.alahazratnetwork.org

وھذا نصه اعلم انه یجوز التیمم للصحیح فی المصر عندنا فی ثلث مسائل احدھا اذا کان جنبا وخاف المرض بسبب الاغتسال بالماء البارد الثانیة حضرت جنازة وخاف ان اشتغل بالوضوء تفوته الصلٰوة علیھا الثالثة اذا خاف فوات صلاة العید[2] اھ

ان کی عبارت یہ ہے: ہمارے نزدیک تندرست کے لیے شہر میں تیمم کا جواز تین مسائل میں ہے۔ (۱) جب حالت جنابت میں ہو اور ٹھنڈے پانی سے غسل کی وجہ سے بیماری کا اندیشہ رکھتا ہو۔ (۲) جنازہ حاضر ہو اور وضو کرنے کی صورت میں نماز جنازہ فوت ہونے کا اندیشہ ہو۔ (۳) نمازِ عید فوت ہونے کا اندیشہ ہو۔ اھ (ت)

اور عدد نافی زیادت ہے کما فی الھدایة وغیرھا (جیسا کہ ہدایہ وغیرہا میں ہے۔ت) بلکہ امام ملک العلماء نے بدائع میں صراحةً انھیں دو نمازوں میں حصر اور اس کے ماسوا کے لیے عدم جوازِ تیمم

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۷۸

[2] حلیہ

کی تصریح فرمائی،

حیث قال وھذا الشرط الذی ذکرنا لجواز التیمم وھو عدم الماء فیما وراء صلاۃ الجنازۃ وصلاۃ العیدین فاما فی ھاتین الصلاتین فلیس بشرط بل الشرط فیھما خوف الفوت لواشتغل بالوضوء[1]۔

وہ فرماتے ہیں، جوازِ تیمم کے لیے ہم نے پانی نہ ہونے کی جو شرط ذکر کی یہ نمازِ جنازہ اور عیدین کے ماسوا میں ہے۔ ان دونوں میں یہ شرط نہیں بلکہ یہ شرط ہے کہ وضو میں مشغول ہونے سے فوتِ نماز کا اندیشہ ہو۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح امام تمرتاشی و امام علی اسبیجابی نے صراحۃً انھیں دو میں حصر فرمایا بحر میں زیرِ قول ماتن ولبعدہ میلا (جبکہ وہ ایک میل دُور ہو۔ ت) ہے۔

قال فی شرح الطحاوی لایجوز التیمم فی المصر الا لخوف فوت جنازۃ اوصلاۃ عید اوللجنب الخائف من البرد وکذا ذکر التمرتاشی[2]۔

شرح طحاوی میں فرمایا، شہر میں تیمم کا جواز صرف نمازِ جنازہ یا نمازِ عید کے فوت ہونے کے اندیشہ سے ہے یا ایسے جنبی کے لیے جسے ٹھنڈک سے اندیشہ ہو۔ ایسے ہی تمرتاشی نے بھی ذکر کیا ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اسی طرح خزانۃ المفتین میں نوازل سے ہے لا یجوز التیمم فی المصر الا فی ثلثۃ مواضع[3] الخ (شہر کے اندر تین مقامات کے سوا تیمم جائز نہیں الخ۔ ت) تو اصل حکم منصوص تو یہ ہے ہاں حلیہ نے اپنی بحث میں نظر بہ علت کہ خوف فوت لاالی بدل ہے نماز کسوف وسنن رواتب کا الحاق کیا ان کی تبعیت بحر و نہر و دُر نے بھی کی اور یُوں ہی سُنن کو رواتب سے مقید کیا یہ قید نافلۂ محضہ کو خارج کررہی ہے پھر حلیہ میں رواتب کے الحاق پر بھی اس سے استظہار کیا کہ نمازِ عید کے لیے تیمم ائمہ مذہب سے منقول ہے اور وہ مختار امام شمس الائمہ سرخسی وغیرہ میں سنّت ہی ہے جس سے ظاہر کہ سنن رواتب کے الحاق میں بھی اشتباہ تھا کہ جنازہ فرض عیدین واجب ہیں اس اشتباہ کا یُوں ازالہ کیا۔

حیث قال فتحصل کما فی شرح الزاھدی للقدوری ان الصلوۃ ثلاثۃ انواع نوع لایخشی فوتھا اصلا لعدم

فرمایا: حاصل یہ ہُوا ۔ جیسا کہ زاہدی کی شرح قدوری میں ہے ۔ کہ نماز تین قسم کی ہے ایک قسم وہ جس کے فوت ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں کیوں کہ

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی شرائط رکن التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۱

[2] بحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۰

[3] خزانۃ المفتین فصل فی التیمم قلمی نسخہ ۱/۱۲

2/2 توقیتها کالنوافل فلا یجوز له التیمم عند وجود الماء لعدم العذر ونوع یخشی فواتها لتوقیتها ولکن تقضی بعد الفوات کالجمعة والمکتوبات فلا یجوز لها التیمم لامکان جبرها بالبدل باکمل الطہارتین ونوع یخشی فواتها لا الی بدل کصلاة الجنازة والعید فیجوز خلافا للشافعی قال العبد الضعیف غفر الله تعالٰی له وعلی هذا القائل ان یقول یجوز لصلاة الکسوف والسنن الرواتب لانها تفوت لا الی بدل فانها لا تقضی کما فی العید ولا سیما علی القول بان صلاة العید سنة کما اختارہ شمس الائمة السرخسی وغیرہ[1] اھ۔

اس کا کوئی مقررہ وقت نہیں ۔ جیسے نوافل ۔ اس کے لیے پانی کی موجودگی میں تیمم جائز نہیں اس لیے کہ کوئی عذر نہیں ۔ دوسری قسم وہ جس کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے کیونکہ وقت مقرر ہے لیکن فوت ہونے کے بعد اسکی قضا ہوسکتی ہے جیسے نمازِ جمعہ اور پنجگانہ فرائض ۔ اس کے لیے بھی تیمم جائز نہیں کیونکہ کامل تر طہارت کے ساتھ بدل کے ذریعہ اس کا تدارک ہوسکتا ہے ۔ تیسری قسم وہ جس کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے اور کوئی بدل نہیں جیسے نمازِ جنازہ اور عید ۔ اس کے لیے تیمم جائز ہے ، بخلاف امام شافعی کے ۔ بندۂ ضعیف ۔ خدا اس کی مغفرت فرمائے ۔ کہتا ہے : اس قائل پر لازم آتا ہے کہ نماز کسوف اور سنن رواتب کے لیے بھی تیمم کا جواز مانے کیونکہ یہ بھی ایسی فوت ہونے والی نمازیں ہیں کہ ان کا کوئی بدل نہیں ، خصوصاً اس قول پر کہ نمازِ عید سنّت ہے جیسا کہ شمس الائمہ سرخسی وغیرہ نے اسے اختیار کیا ہے ۔" اھ (ت)

اور پُر ظاہر کہ نفل مطلق سنّت راتبہ کے حکم میں نہیں شرع اُن کا مطالبہ فرماتی ہے اور اس کا نہیں تو یہ اُن سے کیونکر ملحق کیا جائے مطالبۂ شرع ہی وہ چیز ہے جو اس صورت میں جوازِ تیمم کی راہ دیتا ہے ظاہر ہے کہ پانی موجود اور استعمال پر قدرت ہو تو تیمم باطل اگر کرے تو نماز بے طہارت ہو اور نماز بے طہارت حرام قطعی ہے ہاں جب صاحبِ حق عزجلالہ خاص اس عبادت کا اس وقتِ خاص میں اس سے مطالبہ فرما رہا ہے اور ساتھ ہی حکم ہے کہ یہ وقت نکل گیا تو اس مطالبہ سے برأت کی کوئی صورت نہیں اس کا بدل بھی نہ ہوسکے گا اور وقت میں تنگی ہے کہ وضو نہیں کرسکتا لاجرم اس اوائے مطالبہ کے لیے پانی پر قادر نہ ہونا ثابت ہوا اور تیمم کی راہ ملی جس نماز کا شرع مطالبہ ہی نہیں فرماتی اُس میں کون سی عہدہ برائی کے لیے پانی ہوتے ہوئے تیمم جائز

[1] حلیہ

www.alahazratnetwork.org

7

ہو جائے گا مطالبہ شرعیہ پر[ف۱] یہاں بنائے کار کی یہ حالت ہے کہ نمازِ جنازہ کے لیے جوازِ تیمم میں بھی شبہ ہوا کہ وہ تو فرض کفایہ ہے ہر شخص سے مطالبہ کب ہے اور علماء کو اس جواب کی حاجت ہُوئی کہ فرض کفایہ میں بھی مطالبہ سب سے ہے ولہذا سب ترک کریں تو سب گنہگار رہیں اگرچہ بعض کا فعل سب پر سے مطالبہ ساقط کر دیتا ہے۔

فتح القدیر و غنیہ میں ہے:

منعه (ای التیمم لصلاة الجنازة) الشافعی لانه تیمم مع عدم شرطه قلنا مخاطب بالصلاة عاجز عن الوضوء لها فیجوز اما الاولی فلان تعلق فرض الکفایة علی العموم غیر انه یسقط بفعل البعض واما الثانیة فبفرض المسألة۔[۱]

امام شافعی نمازِ جنازہ کے لیے تیمم کا جواز نہیں مانتے۔ اس لیے کہ یہ ایسا تیمم ہوگا جس کی شرط مفقود ہے، ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ (شرط موجود ہے اس لئے کہ) اس شخص سے بھی ادائے نماز کا خطاب ہے جو اس کے لیے وضو سے عاجز ہے تو تیمم کا جواز ہوگا۔ پہلی بات اس لیے ہے کہ فرض کفایہ کا تعلق بطورِ عموم سبھی سے ہے، اتنا ہے کہ بعض کے ادا کرلینے سے ساقط ہو جاتا ہے۔ دوسری بات کی تفصیل مسئلہ کی مفروضہ صورت سے ظاہر ہے۔ (ت)

نمازِ چاشت و نمازِ تہجد کا مطالبہ کب ہے یُوں ہی چاند گہن کی نماز صرف مستحب ہے بخلاف نمازِ کسوف[ف۲] کہ اس مرتبہ کی سنّت ہے جسے امام دبوسی نے واجب کہا اور اسی کو امام ملک العلماء نے بدائع میں ترجیح دی اور دلائلِ سنیت سے جواب دیا ہاں مختارِ جمہور سنیت ہے **اقول** بلکہ وہ کتاب مبسوط میں محررِ مذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کا نص ہے کما سیأتی منا تحقیقه فانقطع النزاع (جیسا کہ اس کی تحقیق ہمارے قلم سے عنقریب آرہی ہے تو اس نص سے اختلاف کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ ت) بدائع میں فرمایا:

صلاة الکسوف واجبة ام سنة ذکر محمد رحمه الله تعالٰی فی الاصل ما یدل علی عدم الوجوب فانه قال ولا تصلی نافلة فی جماعة الا قیام رمضان وصلاة الکسوف وروی الحسن بن زیاد

نمازِ کسوف واجب ہے یا سنّت؟ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے اصل (مبسوط) میں جو تحریر فرمایا ہے اس سے عدمِ وجوب کا پتا چلتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں، "قیامِ رمضان اور نمازِ کسوف کے علاوہ کوئی نمازِ نفل با جماعت نہ ادا کی جائے گی۔" اور حسن بن زیاد

---

۱ غنیۃ المستملی فصل فی التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۸

www.alahazratnetwork.org

عن ابی حنیفة رضی الله تعالیٰ عنه انه قال فی کسوف الشمس ان شاؤا صلوا رکعتین وان شاؤا اربعا وان شاؤا اکثر والتخییر یکون فی النوافل وقال بعض مشایخنا انها واجبة لما روی ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه (فذکر حدیث الکسوف وفیه قوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم) صلوا حتی تنجلی وفی روایة ابی مسعود الانصاری رضی الله تعالیٰ عنه فاذا رأیتموها فقوموا وصلوا ومطلق الامر للوجوب وتسمیة محمد رحمه الله تعالیٰ ایاها نافلة لا ینفی الوجوب لان النافلة عبارة عن الزیادة وکل واجب زیادة علی الفرائض الموظفة الاتری انه قرنها بقیام رمضان وهو التراویح وانها سنة مؤکدة وهی فی معنی الواجب وروایة الحسن لاتنفی الوجوب لان التخییر قد یجری بین الواجبات کما فی قوله تعالیٰ فکفارته اطعام عشرة مساکین من اوسط ما تطعمون اهلیکم اوکسوتهم او تحریر

نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے سورج گہن کے بارے میں فرمایا ہے کہ "لوگ اگر چاہیں تو دو رکعت پڑھیں، چاہیں تو چار پڑھیں اور چاہیں تو زیادہ پڑھیں" — اور تخییر نوافل ہی میں ہوتی ہے — اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ نماز کسوف واجب ہے اس لیے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے (اس کے بعد حدیث کسوف ذکر کی ہے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے) نماز ادا کرو یہاں تک کہ سورج روشن ہوجائے۔ اور حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں "تو جب تم اسے دیکھو تو کھڑے ہوجاؤ اور نماز پڑھو" اور مطلق امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا اسے نفل کے نام سے ذکر کرنا وجوب کی نفی نہیں کرتا اس لیے کہ نفل کا معنیٰ "زائد" ہے، اور ہر واجب مقررہ فرائض سے زائد ہی ہے۔ دیکھ لیجئے کہ انہوں نے نماز کسوف کو قیام رمضان کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ یہ نماز تراویح ہے جو سنت مؤکدہ ہے اور سنت مؤکدہ واجب کا معنیٰ رکھتی ہے اور حسن بن زیاد کی روایت سے بھی وجوب کی نفی نہیں ہوتی اس لیے کہ تخییر واجبات میں بھی ہوتی ہے جیسے باری تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے: "تو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا دینا ہے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو اس میں سے متوسط قسم کا کھانا یا دس مسکینوں کو کپڑا دینا یا ایک بردہ

www.alahazratnetwork.org

رقبۃ اھ[1] کلامہ قدس سرہ۔

وما ارادبہ دفعہ فی العنایۃ بقولہ بعد ایراد الحدیث فان قیل ھذا امر والامر للوجوب فکان ینبغی ان تکون واجبۃ قلنا قد ذھب الی ذلک بعض اصحابنا واختارہ صاحب الاسرار والعامۃ ذھبت الی کونھا سنۃ لانھا لیست من شعائر الاسلام فانھا توجد بعارض لکن صلاھا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فکانت سنۃ والامر للندب اھ[2]۔

آزاد کرنا" ملک العلماء قدس سرہٗ کا کلام ختم ہوا۔

عنایہ میں اس کا جواب حدیث ذکر کرنے کے بعد اس طور پر دینا چاہا ہے: "اگر کہا جائے کہ یہ امر ہے اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے تو نمازِ کسوف کو واجب ہونا چاہیے۔ تو ہم کہیں گے ـــ ہاں اس طرف ہمارے بعض اصحاب گئے ہیں، اسی کو صاحبِ اسرار نے بھی اختیار کیا ہے۔ مگر عامۂ علماء کا مذہب یہ ہے کہ نمازِ کسوف سنّت ہے اس لیے کہ یہ شعارِ اسلام نہیں کیونکہ اس کا وجود عارضی طور پر ہوتا ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نمازِ کسوف پڑھی ہے اس لیے سنّت ہوئی اور امر ندب کے لیے ہے" اھ (ت)

www.alahazratnetwork.org

فاقول حاصلہ ان ھذا لیس بشعار وکل واجب شعار فھذا لیس بواجب والکبری[ف1] ممنوعۃ فرب واجب لیس من الشعائر ککفارۃ الیمین والظھار والصیام وکذا[ف2] الصغری ممنوعۃ ودلیلھا ان ھذا العارض وما کان لعارض لم یکن شعارا فیہ ایضا الکبری ممنوعۃ والی دلیل علیھا وقد قال فی الاسرار

فاقول اس جواب کا حاصل یہ ہوا کہ نمازِ کسوف شعار نہیں ـــ اور ہر واجب شعار ہوتا ہے اس لیے نمازِ کسوف واجب نہیں ـــ اس دلیل کا کبری ممنوع ہے اس لیے کہ بہت سے ایسے بھی واجب ہیں جو شعار نہیں جیسے کفارۂ قسم، کفارۂ ظہار، کفارۂ صیام ـــ اسی طرح صغری بھی ممنوع ہے۔ صغری کی دلیل یہ دی تھی کہ یہ نماز عارض کی بنا پر ہوتی ہے اور جو عارض کی بنا پر ہو وہ شعار نہیں ـــ اس قیاس کا بھی کبری ممنوع ہے۔ آخر اس کبری کی دلیل کیا ہے؟ جب کہ اسرار میں یہ فرمایا ہے

---

[1] بدائع الصنائع صلوۃ الکسوف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۸۰

[2] عنایۃ مع الفتح باب صلوۃ الکسوف نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۵۶

كما فی الفتح انہا صلاۃ تقام علی سبیل الشہرۃ فکان شعار للدین حال الفزع[1] اھ۔

جیسا کہ فتح القدیر میں نقل کیا ہے ---: "یہ ایسی نماز ہے جو علانیہ طور پر اور بطریق شہرت و اعلان ادا کی جاتی ہے --- تو فزع اور گھبراہٹ کی حالت میں یہ دین کا شعار ہے" اھ۔ (ت)

وقال فی البدائع اما فی کسوف الشمس فقد ذکر القاضی فی شرحه مختصر الطحاوی انه یصلی فی الموضع الذی یصلی فیه العید او المسجد الجامع لانہا من شعائر الاسلام فتؤدی فی المکان المعد لاظہار الشعائر[2] اھ

اور بدائع میں فرمایا ہے: نماز کسوف کے بارے میں قاضی نے مختصر طحاوی کی شرح میں ذکر کیا ہے کہ یہ عیدگاہ یا جامع مسجد میں ادا کی جائے گی اس لیے کہ یہ ایک شعار اسلام ہے تو اس کی ادائیگی ایسی ہی جگہ ہوگی جو شعائر دین کے اعلان و اظہار کے لیے تیار کر رکھی گئی ہے" اھ۔ (ت)

وقد اجاب فی الفتح عن استدلال الاسرار علی وجوبہا بشعاریتہا بان المعنی المذکور لا یستلزم الوجوب اذ لا مانع من استنان شعار مقصود ابتداء فضلا عن شعار یتعلق بعارض[3] اھ۔

اسرار میں نماز کسوف کے وجوب پر اس امر سے استدلال کیا کہ وہ شعار اسلام ہے تو فتح القدیر میں اس کا یہ جواب دیا کہ: "معنی مذکور (یعنی کسوف کا شعار اسلام ہونا) وجوب کو مستلزم نہیں اس لیے کہ جو شعار ابتدا ہی سے مقصود ہو اس کے بھی مسنون ہونے سے کوئی مانع نہیں پھر جو شعار محض کسی عارض سے متعلق ہو اس کے مسنون ہونے سے کون سی چیز مانع ہو سکتی ہے؟" اھ (ت)

وھذا کما ینفی الاستدلال علی الوجوب بالشعاریة کذلك یرد الاستدلال علی نفی الشعاریة

نماز کسوف کے وجوب پر اس کے شعار اسلام ہونے سے جو استدلال کیا گیا ہے اس جواب سے اس کی تردید ہوتی ہے اسی طرح اس جواب سے اُس

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتح القدیر باب صلوٰۃ الکسوف نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۵۱
[2] بدائع الصنائع کیفیۃ صلوٰۃ الکسوف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۸۲
[3] فتح القدیر باب صلوٰۃ الکسوف نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۵۱

بکوند لعارض۔

استدلال کی بھی تردید ہوتی ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ نمازِ کسوف امرِ عارض کی وجہ سے ہوتی ہے اس لیے شعار نہیں ہوسکتی۔

وبالجملة ذھب الاسرار الی ان کل شعار واجب والعنایة الی ان کل واجب شعار والصحیح ان بینہما عموما من وجه یجتمعان فی العیدین و یفترقان فی الاذان والکفارات ثم رأیت سعدی افندی اعترض العنایة باعتراضی الثانی اخذا عن الفتح اذ قال اقول ما المانع فی تعلق ما ھو من الشعائر بعارض تأمل اھ[1]۔

مختصر یہ کہ صاحبِ اسرار کا خیال ہے کہ ہر شعار واجب ہوتا ہے اور صاحبِ عنایہ کا یہ نظریہ ہے کہ ہر واجب شعار ہوتا ہے اور صحیح یہ ہے کہ واجب اور شعار میں عموم من وجہ کی نسبت ہے کوئی امر واجب اور شعار دونوں ہوتا ہے جیسے نماز عیدین اور کوئی چیز شعار تو ہوتی ہے مگر واجب نہیں ہوتی جیسے اذان۔ اور کوئی امر واجب ہوتا ہے مگر شعار نہیں ہوتا جیسے کفّارات (مصنف کے مختصر الفاظ میں یہ ہے کہ عیدین میں واجب و شعار دونوں کا اجتماع ہے۔ اذان اور کفّارات میں دونوں کا افتراق ہے ـــــ پھر میں نے دیکھا کہ میں نے عنایہ پر جو دوسرا اعتراض کیا ہے وہی سعدی آفندی نے بھی فتح القدیر سے اخذ کرتے ہوئے اپنے ان الفاظ میں کیا ہے، "میں کہتا ہوں جو چیز شعائرِ اسلام سے ہو کسی عارض سے اس کا تعلق ہونے سے کون سی چیز مانع ہے؟ تأمل سے کام لو" اھ (ت)

لکنی **اقول** وباللہ التوفیق لم[2] یتم الجواب عن کلام محرر المذھب فی الاصل اذ لو کان مرادہ ھذا لم

لکنی **اقول** وباللہ التوفیق، مبسوط میں محررِ مذہب کے ارشاد (قیام رمضان اور نمازِ کسوف کے سوا کوئی نفلی نماز جماعت سے نہ ادا کی جائیگی) کا جواب تام نہیں ہوا اس لیے کہ اگر ان کی مراد وہ

---

[1] حاشیۃ سعدی افندی مع الفتح صلوٰۃ الکسوف نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۵۶

www.alahazratnetwork.org

یصح الحصر فیہما لمکان العیدین۔

ہوتی تو دو میں حصر درست نہ ہوتا اس لیے کہ ان دونوں کے علاوہ عیدین بھی جماعت سے ادا ہوتی ہیں۔

اما الاستدلال[1] بصیغۃ الامر

فاقول منقوض بصلاۃ الخسوف بل وصلوات[2] الریح الشدیدۃ والصواعق والزلزلۃ والمطر والثلج الدائمین والظلمۃ بالنھار والضوء الھائل باللیل وامثال ذلک الاھوال اعاذنا المولٰی سبحٰنہ وتعالٰی واھل السنۃ جمیعا منہا دنیا واخری اٰمین فانہا مستحبۃ اجماعا والامر یشملہا جمیعا۔

اب رہا صیغۂ امر سے وجوب پر استدلال،

فاقول خسوف (چاندگہن) کی نماز، بلکہ آندھی، صاعقے، زلزلہ، دائمی ابرباری و برف باری، دن میں تاریکی، رات میں خوفناک تابانی، اور اس طرح کی دوسری ہولناک چیزیں ـــــ مولٰی سبحانہ و تعالٰی ہمیں اور تمام اہل سنت کو ان سے دنیا اور آخرت میں پناہ میں رکھے۔ آمین ـــــ سب سے متعلق نمازوں سے اس استدلال پر نقض وارد ہوتا ہے کیونکہ یہ سب بالاجماع مستحب ہیں۔ اور امر سب کو شامل ہے۔

وقد[3] قال ملک العلماء نفسہ اما صلاۃ خسوف القمر فحسنۃ لما روینا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا رأیتم من ھذہ الافزاع شیئا فافزعوا الی الصلاۃ[1] اھ ثم قال وکذا تستحب الصلاۃ فی کل فزع کالریح الشدیدۃ والزلزلۃ والظلمۃ والمطر الدائم لکونہا من الافزاع والاھوال اھ[2]

خود ملک العلماء فرماتے ہیں: نماز خسوف حسن (پسندیدہ وعمدہ) ہے اس لیے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت ہے "جب تم ان خوف وپریشانی والی چیزوں میں سے کوئی چیز دیکھو تو نماز کی پناہ لو۔" اھ۔ پھر فرمایا: "اسی طرح ہر فزع، گھبراہٹ اور پریشانی کی چیز میں نماز مستحب ہے جیسے آندھی، زلزلہ، تاریکی، دائمی بارش، کیونکہ یہ سب ہول وفزع والی چیزیں ہیں اھ" (ت)

تو ظاہر ہوا کہ نوافل کا سنن اور خسوف کا کسوف پر قیاس مع الفارق ہے۔

وباللہ التوفیق الا ان یقال

وباللہ التوفیق، مگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہاں

---

[1] بدائع الصنائع کیفیۃ الکسوف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۸۲

[2] ایضاً ۱/۲۸۲

www.alahazratnetwork.org

ان الحاجة ھنا تکثیر ابواب الخیرات ارادة لافاضة کرمه عزوجل الا یری انه اباح التنفل علی الدابة بالایماء لغیر القبلة مع فوات الشروط والارکان فیھا ولاضرورة الا الحاجة القائمة بالعبد لزیادة الاستکثار من فضله تعالٰی کما افادہ فی الفتح فی مسألة انه یصلی بتیممه ما شاء من الفرائض والنوافل، عند الشافعی رحمه الله تعالٰی یتیمم لکل فرض لانه طھارة ضروریة۔[1]

اقول ویکدرہ ان ھذا حیث صح التیمم بوجود شرطه من فقد الماء فانھا طھارة مطلقة عندنا ولو جوزناه لمجرد الاستکثار لجاز لمطلق النوافل ولو غیر موقتة للعلم القطعی بان ما تصلیه بالتیمم اکثر مما تصلیه بعد التوضؤ او الاغتسال الاتری ان الذی رخص له الصلٰوة علی الدابة بالایماء علی غیر القبلة لم یرخص له فی التیمم اذا قدر علی الماء والرکوب

ضرورت یہ ہے کہ کرم باری عزوجل کے فیضان کے ارادہ سے نیکیوں کی راہیں زیادہ کی جائیں ۔۔ دیکھئے باری تعالٰی نے سواری پر اشارہ سے اور غیر قبلہ کی جانب نفل پڑھنے کو جائز فرمایا جبکہ اس میں نماز کی شرطیں بھی فوت ہوتی ہیں اور ارکان بھی ۔۔ اور ضرورت یہی ہے کہ بندہ کو باری تعالٰی کے فضل کی کثرت طلب کرنے میں زیادتی کی حاجت ہے جیسا کہ فتح القدیر میں افادہ فرمایا ہے اس مسئلہ کے تحت کہ بندہ اپنے تیمم سے جس قدر فرائض و نوافل چاہے ادا کرے اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک یہ ہے کہ ہر فرض کے لیے تیمم کرے اس لیے کہ تیمم طہارت ضروریہ ہے۔

اقول : اس استدلال کی صفائی پر کدورت اس جہت سے آتی ہے کہ یہ حکم وہاں ہے جہاں تیمم صحیح و درست ہوچکا اس طرح کہ تیمم کی شرط ۔۔ پانی کا فقدان ۔۔ پائی جاچکی (تو وہ جس قدر فرائض و نوافل چاہے پڑھ سکتا ہے) اس لیے کہ تیمم ہمارے نزدیک طہارتِ مطلقہ ہے ۔ اور اگر محض کثرتِ فضل طلب کرنے کے لیے اسے جائز قرار دیا جاتا تو مطلق نوافل کے لیے اس کا جواز ہوتا اگرچہ نوافل ایسے ہوں جو کسی خاص وقت کے پابند نہیں اس لیے کہ یہ بات قطعی طور پر معلوم ہے کہ وضو یا غسل کرنے کے بعد جس قدر نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں تیمم کرکے اس سے زیادہ نمازیں ادا کی جاسکتی ہیں ۔ دیکھئے جس کے لیے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتح القدیر شرح الہدایۃ باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۱

والنزول مع ان مكثه فى طلب الطهارة بالماء وقلة نوافله اكثر من المقيم فى بيته وعنده الماء۔

سواری پر اشارہ سے، اور غیر قبلہ کی سمت نماز پڑھنے کی رخصت دی گئی اس کے لیے پانی اور چڑھنے اُترنے پر قدرت ہوتے ہوئے تیمم کی رخصت نہ دی گئی جب کہ پانی سے طہارت حاصل کرنے میں اس کے توقف کی مدت اور اس کے نوافل کی کمی اس مقیم سے زیادہ ہوگی جو اپنے گھر میں ہے اور اس کے پاس پانی بھی موجود ہے۔ (ت)

بالجملہ فقیر کے نزدیک مستحبات محضہ مثل نماز خسوف و تہجد و چاشت میں یہ حکم خلافِ دلیل ہے اس کے لیے ائمہ سے نقل درکار تھی اور وہ منتفی بلکہ نقل جانب نفی نقل ہے کما تقدم و باللّٰہ التوفیق واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (جیسا کہ اس کا بیان گزر چکا اللہ تعالٰی کی توفیق سے، اور اللہ تعالٰی زیادہ جانتا ہے۔ ت)

(۸۸) ہر نماز موقت کہ بعد فوت جس کی قضا ہے جیسے نماز پنجگانہ وجمعہ و وتر جب طہارت آب سے وقت جاتا ہو تیمم سے وقت کے اندر پڑھ لے کہ قضا نہ ہوجائے پھر پانی سے طہارت کرکے اعادہ کرے۔

اقول اس میں یہ تفصیل[۱] ہونی چاہیے کہ مثلاً صبح اتنے تنگ وقت اٹھا کہ وضو کرے یا نہانے کی حاجت ہے اور غسل کرے تو سلام نماز سے پہلے سورج چمک آئے یا امام جمعہ پانی سے طہارت کرے تو سلام جمعہ سے پہلے وقت عصر آجائے یا[۲] مقتدی جماعت جمعہ میں قبل سلام شریک نہ ہو پائے اور دوسری جگہ بھی امام مقرر جمعہ کے پیچھے نماز نہ مل سکے یا محدث وضو خواہ جنب غسل کرے تو ظہر یا عصر یا مغرب یا عشا کا اتنا وقت نہ پائے کہ نیت باندھ لے یا فرض عشا پڑھ کر سو یا اُٹھا تو نہانے کی حاجت ہے یا وضو ہی کرنا ہے اور صبح میں اتنی مہلت نہیں کہ پانی سے طہارت کے بعد وتر کی نیت باندھ لے تو ان سب صورتوں میں یہ نمازیں تیمم سے پڑھ لے پھر غسل یا وضو کرکے دوبارہ بعد وقت پڑھے بالجملہ فجر و جمعہ میں سلام سے پہلے وقت نکل جانا یا مقتدی کا امام مقرر للجمعہ کے پیچھے جماعت نہ پانا معتبر ہونا چاہیے باقی نمازوں میں تکبیر تحریمہ وقت کے اندر نہ ملنے کا اعتبار چاہیے کہ فجر و جمعہ و عیدین سلام سے پہلے خروج وقت سے باطل ہوجاتی ہیں بخلاف باقی صلوات کہ ان میں وقت کے اندر تحریمہ بندھ جانا کافی ہے۔

ثم اقول اگر صورت[۳] یہ ہے کہ صبح میں پانی سے طہارت کرے تو صرف دو رکعتیں وقت میں پائے اور تیمم سے چاروں تو تیمم کی اجازت ہوگی بلکہ پانی سے طہارت کرکے صرف فرض پڑھ لے سنتیں چاہے تو بعد بلندی آفتاب پڑھے یوں ہی باقی نمازوں میں اگر وقت اتنا ملتا ہے کہ پانی کی طہارت سے فرض وقت ہوجائیں گے ظہر کی سنت قبلیہ یا بعدیہ یا دونوں یا مغرب میں سنتیں یا عشا میں سنت و وتر نہ ملیں گے اور تیمم سے سب مل سکتے ہیں تو فرضوں ہی کا پلہ راجح رہے گا طہارتِ آب سے فرض اور اس کے ساتھ اور جو کچھ مل سکے ادا کرلے سنتیں رہ گئیں تو

گئیں اور وتر رہ گئے تو ان کی قضا پڑھے غرض غیر فرض کی رعایت سے فرضوں کا تیمم سے ادا کرنا روا نہ ہوگا اگرچہ اُس غیر فرض کے لیے خوف فوت میں تیمم روا تھا ولعل کل ما ذکرت فی المقامین ظاھر جدا واللّٰہ تعالٰی اعلم (توقع ہے کہ ان دونوں مقاموں پر جو کچھ میں نے ذکر کیا ہے بہت ظاہر ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ ت)

---

www.alahazratnetwork.org

رسالہ ضمنیہ

الظفر لقول زفر ۱۳۳۵ھ

وقت کی تنگی کے باعث جوازِ تیمم کے بارے میں امام زفر کے قول کی تقویت کا بیان (ت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔

ثم اعلم ان جواز التیمم لخوف فوت الوقت قول الامام زفر رحمہ اللہ تعالٰی علی خلاف مذہب ائمتنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم وقد وافقوہ فی روایۃ وشیدتہ فروع واختارہ کبراء وقوی دلیلہ محققون وبیان ذلک فی جمل ۔

واضح ہو کہ امام زفر رحمہ اللہ تعالٰی ہمارے تینوں ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مذہب کے برخلاف وقت فوت ہونے کے اندیشہ سے تیمم کو جائز کہتے ہیں ۔ ائمہ ثلاثہ سے ایک روایت مذہب امام زفر کے موافق بھی آئی ہے متعدد جزئیات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے ۔ کچھ بزرگوں نے اسے اختیار بھی کیا ہے اور کئی محققین نے ان کی دلیل کو تقویت بھی دی ہے ۔ اس کا تفصیلی بیان جملہ کے عنوان سے چند جملوں میں رقم کیا جاتا ہے :

الجملۃ الاولٰی موافقۃ ائمتنا الثلثۃ لہ فی روایۃ

قال الشامی ھو قول زفر وفی القنیۃ انہ روایۃ عن مشایخنا بحر اھ ثم قال قد علمت من کلام القنیۃ انہ روایۃ عن مشایخنا

جملہ اُولٰی ــــ ائمہ ثلاثہ کی موافقت

ہمارے تینوں ائمہ کی ایک روایت مذہب امام زفر کے موافق آئی ہے اس سے متعلق علامہ شامی لکھتے ہیں: "یہ امام زفر کا قول ہے اور قنیہ میں ہے کہ ہمارے مشایخ سے بھی ایک روایت میں یہی منقول ہے ۔ بحر" اھ ــــ پھر شامی فرماتے ہیں: اس سے پہلے قنیہ کی عبارت سے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ

www.alahazratnetwork.org

الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم[1] اھ۔

اقول رحمہ اللہ تعالٰی[1] قد ابعد النجعۃ واتی بغیر صریح فان لفظ البحر عند قولہ لاتفوت جمعۃ قدقدمنا عن القنیۃ ان التیمم لخوف فوت الوقت روایۃ عن مشایخنا[2] اھ والذی قدم عند قولہ لبعدہ میلا بعد ذکر فرع الکلّۃ الاٰتی لایخفی ان ھذا مناسب لقول زفر لالقول ائمتنا فانہم لایعتبرون خوف الفوت وانما العبرۃ للبعد کما قدمناہ کذا فی شرح منیۃ المصلی لکن ظفرت بان التیمم لخوف فوت الوقت روایۃ عن مشایخنا ذکرھا فی القنیۃ فی مسائل من ابتلی ببلیتین[3] اھ

ہمارے تینوں مشایخ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی ایک روایت ہے"۔ اھ۔ (ت)

اقول: خدا اپنی رحمت سے علامہ کو نوازے۔ تلاش مطلوب میں بہت دُور نکل گئے اور نقل وہ پیش کی جو صریح نہیں۔ اس لیے کہ لاتفوت الجمعۃ (فوتِ جمعہ کے اندیشہ سے جوازِ تیمم نہیں) کے تحت بحر کے الفاظ یہ ہیں: "ہم قنیہ کے حوالے سے پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ وقت نکل جانے کے اندیشہ سے جوازِ تیمم ہمارے مشایخ کی ایک روایت ہے"۔ اھ اور اس سے پہلے جو ذکر کیا ہے وہ ان کی درج ذیل عبارت ہے جو لبعدہ میلا کے تحت کلّۃ (مچھردانی یا اسی قسم کا خیمہ) سے متعلق آنے والے جزئیہ کو ذکر کرنے کے بعد لکھی ہے: "پوشیدہ نہ رہے کہ یہ مسئلہ قول امام زفر سے مناسبت رکھتا ہے ہمارے ائمہ کے قول سے مناسبت نہیں رکھتا۔ اس لیے کہ ان کے نزدیک فوت وقت کے اندیشہ کا اعتبار نہیں۔ صرف دُوری کا اعتبار ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔ منیۃ المصلی کی شرح میں بھی ایسا ہی ہے۔ لیکن مجھے یہ بیان بھی ملا کہ وقت نکل جانے کے اندیشہ سے جوازِ تیمم ہمارے مشایخ سے بھی ایک روایت میں آیا ہے۔ اسے قنیہ میں دو مصیبتوں میں مبتلا ہونے والے سے متعلق مسائل کے تحت بیان کیا ہے"۔ اھ (ت)

www.alahazratnetwork.org

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۰
[2] البحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۹
[3] ایضاً ۱/۱۴۰

فالمعروف اطلاق مشايخنا على من بعد الائمة رضى الله تعالٰى عنهم نعم قد يستفاد من هذا الاستدراك ان مراده بمشايخنا الائمة الثلثة والاوضح سندا والاجل معتمدا ما فى الحلية والغنية عن المجتبى عن الامام شمس الائمة الحلوانى المسافر اذا لم يجد مكانا طاهرا بان كان على الارض نجاسات وابتلت بالمطر واختلطت فان قدر على ان يسرع المشى حتى يجد مكانا طاهرا للصلاة قبل خروج الوقت فعل والا يصلى بالايماء ولا يعيد ثم قال الحلوانى اعتبر ههنا خروج الوقت لجواز الايماء ولم يعتبره لجواز التيمم ثم وزفر سوى بينهما وقد قال مشايخنا فى التيمم انه يعتبر الوقت ايضا و الرواية فى هذا رواية له اذ لا فرق بينهما والرواية فى فصل التيمم رواية فى هذا ايضا قال الحلوانى فاذا فى المسألتين جميعا روايتان اھ[1]

یہ صریح اس لیے نہیں کہ معروف یہ ہے کہ مشایخ کا لفظ ان حضرات کے لیے استعمال ہوتا ہے جو ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے بعد آئے ہیں ــــ ہاں ان کے اس استدراک (لیکن مجھے یہ بیان بھی ملا الخ) سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ "ہمارے مشایخ" کے لفظ سے وہ ائمہ ثلاثہ کو مراد لے رہے ہیں۔ سند کے لحاظ سے زیادہ واضح اور اعتماد کے لحاظ سے زیادہ جلیل القدر عبارت وہ ہے جو حلیہ اور غنیہ میں مجتبی سے، اور اس میں امام شمس الائمہ حلوانی سے منقول ہے: "مسافر کو جب پاک جگہ نہ ملے اس طرح کہ زمین پر نجاستیں پڑی ہوئی تھیں اور زمین بارش سے بھیگ کر نجاستوں سے آلودہ ہوگئی ــــ تو اگر وہ یہ کرسکتا ہو کہ تیز چل کر ایسی جگہ پہنچ جائے جہاں وقت نکلنے سے پہلے اسے نماز پڑھنے کے لیے کوئی پاک جگہ مل جائیگی تو ایسا ہی کرے ورنہ اشارے سے نماز ادا کرلے اور اس کا اعادہ اس کے ذمہ نہیں" ــــ پھر حلوانی فرماتے ہیں، جواز اشارہ کے لیے یہاں خروج وقت کا اعتبار فرمایا ہے اور وہاں جواز تیمم کے لیے اس کا اعتبار نہیں کیا۔ اور امام زفر نے دونوں جگہ برابری رکھی۔ اور ہمارے مشایخ نے تیمم کے بارے میں فرمایا ہے کہ وقت کا بھی اعتبار ہوگا ــــ اور اس (مسئلہ مسافر) میں روایت کا ہونا اس (مسئلہ تیمم) میں بھی روایت ہونا ہے کیونکہ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اور مسئلہ تیمم میں روایت کا ہونا اس (مسئلہ مسافر) میں بھی روایت ہونا ہے۔ حلوانی فرماتے ہیں، تو دونوں ہی مسئلوں میں دو دو روایتیں ہوں گی"۔ اھ (ت)

www.alahazratnetwork.org

---

[1] غنیۃ المستملی فصل فی التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۳

اقول الضمیر فی قولہ اعتبر ھھنا و لم یعتبر ثم لمحمد و مسألۃ المسافر قول ائمتنا فالروایۃ عنھم فیھا روایۃ عنھم فی التیمم انہ یجوز لخوف فوت الوقت و مسألۃ التیمم انہ لا یجوز لحفظ الوقت ایضا قولھم فالروایۃ فیھا روایۃ فی مسألۃ المسافر انہ یمشی حتی یخرج من ذلک المکان ولا یصلی ثمہ وان خرج الوقت فاذن لھم فی کلتا المسألتین قولان غیران مسألۃ المسافر اشتھرت بحکم الاجازۃ و مسألۃ التیمم بحکم المنع فھذا اقوی ما یوجد من تقویۃ قول زفر بموافقۃ ائمتنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

اقول: ان کی عبارت اعتبر ھھنا، ولم یعتبر ثم (یہاں اعتبار فرمایا اور وہاں اعتبار نہ کیا) میں ضمیر امام محمد کے لیے ہے۔ اور مسئلہ مسافر ہمارے ائمہ کا قول ہے تو اس مسئلہ میں ان سے روایت ہونا تیمم کے بارے میں بھی ان سے یہ روایت ہونا ہے کہ وقت نکل جانے کے اندیشہ سے بھی جائز ہے۔ اور مسئلہ تیمم کہ حفظِ وقت کے پیشِ نظر تیمم جائز نہیں یہ بھی ہمارے ائمہ کا قول ہے تو اس میں روایت ہونا مسئلہ مسافر میں بھی یہ روایت ہونا کہ وہ اس جگہ سے چل کر نکل جائے اور وہاں نماز نہ پڑھے اگرچہ وقت جاتا رہے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہوا کہ دونوں ہی مسئلوں میں ان کے دو قول ہیں، یہ بات الگ ہے کہ مسئلہ مسافر حکم اجازت سے مشہور ہوگیا اور مسئلہ تیمم حکم ممانعت سے شہرت پاگیا۔ ہمارے ائمہ ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی موافقت سے امام زفر کے قول کی تقویت پر دستیاب ہونے والی یہ سب سے زیادہ قوی سند ہے۔

الجملۃ الثانیۃ فروع التشیید واختیار الکبراء، قال فی الحلیۃ فی بیان قول زفر قد نقل الزاھدی فی شرحہ ھذا الحکم عن اللیث بن سعد وقد ذکر ابن خلکان انہ رأی فی بعض المجامیع ان اللیث کان حنفی المذھب واعتمد ھذا صاحب الجواھر المضیئۃ فی طبقات الحنفیۃ فذکرہ فیھا منھم اھ

جملہ ثانیہ - تائیدی جزئیات اور بزرگوں کے قولِ امام زفر اختیار کرنے سے متعلق ہے۔ حلیہ میں قول امام زفر کے بیان میں ہے: "زاہدی نے اپنی شرح میں یہ حکم امام لیث بن سعد سے نقل کیا ہے۔ ابن خلکان نے ذکر کیا ہے کہ بعض تالیفات میں انہوں نے یہ دیکھا کہ امام لیث حنفی المذہب تھے صاحب الجواہر المضیئۃ فی طبقات الحنفیہ نے اس پر اعتماد کیا اور اپنی کتاب میں امام لیث کا بھی ذکر کیا اھ۔"

www.alahazratnetwork.org

لہ ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۸۰

قال الشامی ثم رأیتہ منقولا عن ابی نصر بن سلام وھو من کبار الائمۃ الحنفیۃ قطعا[1] اھ۔

اقول وفی جامع الرموز التقیید بالمیل یدل علی ان فی الاقل لم یتیمم وان خاف خروج الوقت کما فی الارشاد لکن فی النوازل انہ یتیمم حینئذ[2] اھ بل فی الخلاصۃ لو لم یعلم ان بینہ وبین الماء میلا او اقل او اکثر ولکن خرج لیحتطب ولم یجد الماء ان کان بحال لو ذھب الی الماء خرج الوقت تیمم فی اٰخر الوقت ھکذا فی النوازل[3] اھ۔

وفی الحلیۃ اطلق الفقیہ ابو اللیث فی خزانۃ الفقہ جواز التیمم اذا کان بینہ وبین الماء مسافۃ لا یقطعھا فی وقت الصلاۃ[4] اھ وفیھا عن المجتبی والقنیۃ وفی الھندیۃ عن الزاھدی والکفایۃ کلھا عن جمع العلوم لہ التیمم فی کلۃ لخوف البق او مطر او حر شدید[5] اھ

شامی فرماتے ہیں: پھر میں نے دیکھا کہ یہ قول ابونصر بن سلام سے بھی منقول ہے جو بلاشبہ کبار ائمہ حنفیہ میں ہیں۔" اھ (ت)

اقول، جامع الرموز میں ہے: "میل کی قید یہ بتاتی ہے کہ اس سے کم دوری ہو تو تیمم کی اجازت نہیں اگرچہ وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو، جیسا کہ ارشاد میں ہے ـــ لیکن نوازل میں ہے کہ ایسے وقت میں تیمم کرلے۔" اھ۔ بلکہ خلاصہ میں ہے کہ "اگر یہ پتا نہ ہو کہ اس کے اور پانی کے مابین ایک میل کا فاصلہ ہے یا کم وبیش ہے لیکن (جنگل سے) لکڑی لانے کے لیے نکلا اور اسے پانی نہ ملا اگر ایسی حالت ہو کہ پانی تک جائے تو وقت نکل جائیگا تو وہ آخر وقت میں تیمم کرلے۔ ایسا ہی نوازل میں ہے۔" اھ (ت)

اور حلیہ میں ہے: "فقیہ ابواللیث نے خزانۃ الفقہ میں اس صورت میں تیمم کو مطلقاً جائز کہا ہے جب اس کے اور پانی کے مابین اتنی مسافت ہو جسے وقتِ نماز کے اندر طے نہیں کرسکتا۔" اھ اور حلیہ میں بحوالہ مجتبٰی و قنیہ ـــ اور ہندیہ میں بحوالہ زاہدی و کفایہ اور ان سب میں بحوالہ جمع العلوم یہ ہے: "مچھر یا بارش یا سخت گرمی کا اندیشہ ہو تو کلہ (مچھر دانی جیسے چھوٹے

[1] رد المحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۰
[2] جامع الرموز فصل فی التیمم مطبعۃ الاسلامیہ ایران ۱/۶۵
[3] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس فی التیمم مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۳۱
[4] حلیہ
[5] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الاول من التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸

وفیہا فی البحر عن المبتغی بالغین من کان فی کلۃ جاز تیممہ لخوف البق اومطرا وحر شدید ان خاف فوت الوقت اھ[1] وفیہا عن القنیۃ عن نجم الائمۃ البخاری لوکان فی سطح لیلا وفی بیتہ ماء لکنہ یخاف الظلمۃ ان دخل البیت لایتیمم اذا لم یخف فوت الوقت قال وفیہ اشارۃ الی انہ اذا خاف الوقت تیمم اھ[2]۔

وفی البحر عنہا اعنی القنیۃ بلفظ تیمم ان خاف فوت الوقت اھ[3] ولم یعزہ لنجم الائمۃ بل جعلہ تفریعا علی الروایۃ عن مشایخنا رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

قال فی الحلیۃ بعد ایرادہا ھذا کلہ فیما یظہر تفریع علی مذھب زفر فانہ لاعبرۃ عندہ للبعد بل للوقت بقاء وخروجا قال ولعل ھذا من قول ھؤلاء المشایخ اختیار لقول زفر فان الحجۃ لہ علی ذلک قویۃ اھ[4]

خیمہ) میں تیمم کرسکتا ہے۔" اھ حلیہ اور بحر میں مبتغی (غین سے) کے حوالہ سے ہے: "جو کسی مچھردانی جیسے محفوظ چھوٹے خیمہ میں ہو تو مچھر یا بارش، یا سخت گرمی کے اندیشہ سے اس کے لیے تیمم جائز ہے اگر وقت نکل جانے کا خطرہ ہو۔" اھ اور حلیہ میں بحوالہ قنیہ نجم الائمہ بخاری سے نقل ہے: "اگر رات کو چھت پر ہو اور گھر کے اندر پانی ہے لیکن گھر کے اندر داخل ہوتا ہے تو تاریکی کا خطرہ درپیش ہے ایسی صورت میں اگر وقت نکلنے کا اندیشہ نہ ہو تو تیمم نہ کرے ___ فرمایا: اس میں یہ اشارہ موجود ہے کہ اگر وقت نکلنے کا اندیشہ ہو تو تیمم کرلے اھ

بحرالرائق میں قنیہ کے حوالے سے یہ الفاظ نقل ہیں: "اگر وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو تو تیمم کرلے" اھ۔ بحر نے اسے نجم الائمہ کی طرف منسوب نہ کیا بلکہ اسے مشایخ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم کی روایت پر تفریع قرار دیا۔

www.alahazratnetwork.org

حلیہ میں عبارات بالا نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے:

"بظاہر یہ سب امام زفر کے مذہب پر تفریع ہے اس لیے کہ ان کے نزدیک دوری کا اعتبار نہیں بلکہ وقت باقی رہنے اور نکل جانے کا اعتبار ہے" ___ فرمایا ___ شاید ان مشایخ کے یہ اقوال اس بنیاد پر ہیں کہ انھوں نے امام زفر کا قول اختیار کیا ہے کیونکہ اس مسئلہ سے متعلق امام زفر کی دلیل قوی ہے اھ۔

---

[1] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۲
[2] حلیہ
[3] بحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۹
[4] حلیہ

بل قد ذكر الشامي ان الفتوى في هذا على قول زفر وانه احد المواضع العشرين التي يفتى فيها بقوله ذكرها في باب النفقة كتاب الطلاق ونظمها نظما حسنا قال فيه ؎ وبعد فلا يفتى بما قاله زفر ؛ سوى صور عشرين تقسيمها انجلى ؛ لمن خاف فوت الوقت ساغ تيمم ؛ ولكن ليحتط بالاعادة غاسلا[1] ـ

بلکہ علامہ شامی نے تو یہ ذکر کیا ہے کہ اس بارے میں فتوٰی امام زفر کے قول پر ہے اور یہ ان بیس مقامات میں سے ایک ہے جن میں امام زفر کے قول پر فتوٰی دیا جاتا ہے، کتاب الطلاق باب النفقہ میں ذکر کیا ہے اور بڑی خوش اسلوبی سے نظم کیا ہے۔ نظم میں یہ ہے (حمد وصلوٰۃ کے بعد) امام زفر کے قول پر فتوٰی نہ دیا جائیگا مگر صرف بیس صورتوں میں جن کی تقسیم روشن ہے ان میں ایک یہ بھی ہے کہ اس کے لیے جسے وقت فوت ہونے کا اندیشہ ہو تیمم جائز ہے لیکن احتیاطاً پانی سے طہارت کرکے اعادہ کرے"۔

الجملة الثالثة تقوية دليله

ويستدل له بوجوه ؛

اولها ما قال المحقق على الاطلاق في فتح القدير له ان التيمم لم يشرع الا لتحصيل الصلاة في وقتها فلم يلزمه قولهم ان الفوات الى خلف كلا فوات[2] اھ

جملہ ثالثہ — دلیل امام زفر کی تقویت

اس پر چند طرح استدلال کیا جاتا ہے:

دلیل اول: محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا ہے: امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ تیمم اسی لیے تو مشروع ہوا ہے کہ نماز کی ادائیگی وقت کے اندر کی جاسکے۔ لہذا اس جواب سے ان پر لازم نہیں آتا کہ "نماز کا نائب کی جانب فوت ہونا، فوت نہ ہونے کی طرح ہے۔

واجيب عنه اولا كما ابدى البحر ان جوازه للمسافر بالنص لا لخوف الفوت بل لاجل ان لا تتضاعف عليه الفوائت و يحرج

جواب — اولاً: جیسا کہ بحر نے اظہار کیا: "مسافر کے لیے" نص سے" تیمم کا جواز فوتِ وقت کے اندیشہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ اس کے ذمہ فوت شدہ نمازیں زیادہ نہ ہوں اور قضائیں

۱؎ ردالمحتار باب النفقۃ مصطفی البابی مصر ۲/۶۲۹

۲؎ فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۳

www.alahazratnetwork.org

فی القضاء[1]

اقول لافائدة[1] لقوله جوازه بالنص فان النص لیس تعبدیا کما یفیده اٰخر کلامه ولوکان کذا لم یجیزوه لصلاة الجنازة والعید فان النص انما ورد فی المریض والمسافر۔

اما التعلیل **فاقول** اما[2] تجیزونه لبعد الماء میلا ولو فی جهة مسیره فانی فیه تضاعف الفوائت **وایضا** خوف[3] التضاعف انکان ففی الاسفار البعیدة ولیس السفر فی الکریمة سفر القصر بل یشمل من خرج من المصر ولو لاحتطاب او احتشاش او طلب دابة کما افاده فی الخانیة والمنیة وقال فی الهدایة والعنایة جواز التیمم لمن کان خارج المصر وان لم یکن مسافرا اذا کان بینه وبین الماء میل[2] اھ

وقد نقلتم عن الخانیة

اسے زحمت نہ ہو" اھ

اقول: نص سے "جواز کہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس لیے کہ نص تعبدی نہیں (بلکہ قیاسی اور معلل ہے) جیسا کہ ان کی آخری عبارت سے خود ہی مستفاد ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو نماز جنازہ اور نماز عید کیلئے بھی تیمم جائز نہ کہتے کیونکہ نص تو صرف مریض اور مسافر کے بارے میں آئی ہے۔

اب انہوں نے جو علتِ جواز بیان کی ہے اس پر کلام کیا جاتا ہے۔ **فاقول** کیا آپ حضرات اس کے قائل نہیں ہیں کہ پانی ایک میل کی دُوری پر ہو تو تیمم جائز ہے؟ اگرچہ پانی اس کی سمتِ سیر ہی میں ہو۔ اس میں فوت شدہ نمازوں کی زیادتی کہاں ہے؟ یہ بات بھی ہے کہ اگر زیادتِ فوائت کا اندیشہ ہے تو دور دراز سفروں میں ہے مگر آیت کریمہ میں جو سفر مذکور ہے اس سے خاص سفرِ قصر مراد نہیں بلکہ یہ حکم ہر اس شخص کو شامل ہے جو شہر سے باہر ہو اگرچہ لکڑی کاٹنے، یا گھاس لانے، یا سواری کا جانور ڈھونڈنے ہی کے لیے نکلا ہو، جیسا کہ خانیہ اور منیہ میں افادہ فرمایا ہے۔ اور ہدایہ وعنایہ میں ہے: "تیمم کا جواز ہر اس شخص کے لیے ہے جو شہر کے باہر ہو اگرچہ مسافر نہ ہو بشرطیکہ اس کے اور پانی کے درمیان ایک میل کا فاصلہ ہو" اھ

خود آپ ہی نے خانیہ سے یہ عبارت نقل کی ہے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] البحر الرائق باب التیمم قول لالفوت الجمعة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۹

[2] العنایة مع الفتح باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۰۷

ان قلیل السفر وکثیرہ سواء فی التیمم والصلاۃ علی الدابۃ خارج المصر انما الفرق بین القلیل والکثیر فی ثلثۃ فی قصر الصلوۃ والافطار ومسح الخفین[1] اھ واذا ثبت ذلك ثبت ان لیس تشریعہ الا لاحراز الوقت۔

کہ: "بیرون شہر تیمم اور سواری پر ادائے نماز کے معاملہ میں قلیل وکثیر سفر سب برابر ہیں۔ قلیل وکثیر کے درمیان فرق صرف تین مسائل میں ہے: (i) نماز میں قصر کرنا (ii) روزہ قضا کرنا (iii) موزوں پر مسح کی مدت کم وبیش ہونا" اھ۔ جب یہ ثابت ہے تو یہ بھی ثابت ہے کہ تیمم کی مشروعیت تحفظ وقت ہی کے لیے ہوئی ہے۔

وثانیا التقصیر جاء من قبلہ فلا یوجب الترخیص علیہ[2] اھ فتح۔

ثانیاً: تقصیر وکوتاہی خود اس کی جانب سے ہوئی تو یہ اس کے لیے موجبِ رخصت نہ ہوسکے گی اھ۔ فتح القدیر۔

اقول تقریرہ سلمنا ان التیمم لحفظ الوقت لکن انما یستحقہ من لیس ضیق الوقت من قبلہ کمن خاف عدوا او مرضا فانہ ان ینتظر یذھب الوقت من دون تفریط منہ فرخص لہ الشرع فی التیمم کیلا یفوتہ الوقت اما ھذا فقد قصر واخر بنفسہ حتی ضاق الوقت عن الطھارۃ والصلاۃ فلا یستحق الترفیہ بالترخیص۔

اقول: اس جواب کی تقریر اس طرح ہوگی، ــــ ہمیں تسلیم ہے کہ تیمم وقت کے تحفظ کی خاطر ہے لیکن جو ایسا ہو کہ وقت کی تنگی خود اس کی طرف سے نہ پیدا ہوئی وہی اس کی رخصت کا مستحق ہوگا مثلاً وہ شخص جسے کسی دشمن یا مرض کا خطرہ ہو کہ وہ اگر انتظار کرتا ہے تو وقت نکل جائے گا اور خود اس کی جانب سے کوئی کوتاہی نہیں تو اس کے لیے شریعت نے تیمم کی رخصت دی ہے تاکہ وقت فوت نہ ہو لیکن اِس شخص نے تو کوتاہی کی ہے اور خود ہی نماز یہاں تک مؤخر کردی کہ وقت میں طہارت اور نماز کی گنجائش نہ رہی تو ایسا شخص رخصت کی آسائش پانے کا حقدار نہیں۔

اوردہ فی الفتح بانہ انما یتم اذا

فتح القدیر میں اس جواب کو ان الفاظ سے رَد کردیا ہے کہ: "یہ جواب اسی وقت تام ہوگا جب

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتاوٰی قاضی خان — فصل فیما یجوز لہ التیمم — نولکشور لکھنؤ — ۱/۲۶

[2] فتح القدیر — باب التیمم — نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۱۲۳

اخرہ لا لعذر اھ[1]۔

اقول ای مع ان الحکم عام عند الفریقین وکیف یقال جاء التقصیر من قبلہ فیمن نام فما استیقظ الا وقد ضاق الوقت عن الطھارۃ بالماء واداء الفرض وھذا نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظۃ[2] رواہ مسلم عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وکذا من نسی صلاۃ ولم یتذکرہا الا عند ضیق الوقت وقد رفع عن امتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخطاء والنسیان[3] فلا تقصیر من ناس۔

اس نے بغیر کسی عذر کے نماز مؤخر کر دی ہو۔" اھ

اقول : مقصد یہ ہے کہ حکم تو (بلا عذر تاخیر کرنے والے اور عذر کی وجہ سے تاخیر کرنے والے) دونوں ہی کے لیے فریقین کے نزدیک عام ہے (جس کے یہاں جواز ہے تو دونوں کے لیے، جس کے یہاں عدم جواز ہے تو دونوں کے لیے) اب وہ شخص جو سوگیا بیدار ہُوا تو ایسے ہی وقت کہ پانی سے طہارت اور ادائے فرض کی گنجائش نہیں اس کے بارے میں کیسے کہا جاسکتا ہے کہ خود اسی کی جانب سے کوتاہی ہوئی جبکہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمارہے ہیں: "نیند (کی صورت) میں کوتاہی نہیں کوتاہی تو بیداری (کی صورت) میں ہے۔" یہ حدیث امام مسلم نے ابو قتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ ایسے ہی وہ شخص جسے نماز کا خیال نہ رہا یا د آئی تو وقت تنگ ہوچکا ہے۔ خطا و نسیان تو نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اُمّت سے اٹھا لیا گیا ہے تو نسیان والے کی جانب سے بھی کوتاہی نہیں۔

بل **اقول ثانیا**[ف1] الرخص[ف2] الالٰھیۃ مباحۃ عندنا للمطیع والعاصی فمن سافر لمعصیۃ حل لہ الفطر

بلکہ **اقول ثانیاً** (دوسرے نمبر پر میں یہ بھی کہتا ہوں کہ خدا کی دی ہوئی رخصتیں ہمارے نزدیک مطیع و عاصی دونوں ہی کے لیے عام ہیں۔ جو کسی معصیت کے لیے سفر کر رہا ہے اس کے لیے بھی روزہ

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۳

[2] سنن ابی داود باب فیمن نام عن صلٰوۃ مطبع مجتبائی لاہور ۱/۶۴

[3] سنن ابن ماجہ طلاق المکرہ والناسی " " " ص ۱۴۸

بل وجب علیه القصر ومن اجنب بالزنا والعیاذ باللہ تعالٰی ولم یجد ماء جاز له التیمم بل افترض علیه۔

نہ رکھنا جائز ہے بلکہ اس کے ذمہ نماز قصر کرنا واجب ہے ۔۔۔ اور جسے زنا کی وجہ سے ۔۔۔ والعیاذ باللہ تعالٰی ۔۔۔ جنابت ہوئی اور پانی نہ پا سکا اس کے لیے بھی تیمم جائز بلکہ فرض ہے۔

ثم رأیت تلمیذہ المحقق الحلبی فی الحلیة نقل کلامه وایدہ وبحث فی التأخیر بلاعذر بعین مابحثت وللہ الحمد قال لکن المذهب ان المطیع والعاصی فی الرخص سواء[1] اھ۔

پھر میں نے دیکھا کہ امام ابن الہمام کے شاگرد محقق حلبی نے حلیہ میں ان کی عبارت نقل کرکے اس کی تائید کی ہے ۔۔۔ اور "تاخیر بلا عذر" سے متعلق بعینہٖ یہی بحث کی ہے جو میں نے کی ۔۔۔ وللہ الحمد ۔۔۔ ان کے الفاظ یہ ہیں: "لیکن مذہب یہ ہے کہ رخصتوں کے معاملہ میں مطیع و عاصی یکساں ہیں" اھ

وافاد فائدۃ اخری فقال لوقیل تأخیرہ الی هذا الحد عن رجاء من قبل غیر صاحب الحق لقیل فینبغی ان یقال یتیمم ویصلی ثم یعید بالوضوء کمن لم یقدر علی الوضوء من قبل العباد[2] اھ

بلکہ انہوں نے ایک اور افادہ فرمایا ہے، لکھتے ہیں: اگر یہ کہا جائے کہ اس حد تک تاخیر ایسا عذر ہے جو غیر صاحب حق کی جانب سے رُونما ہوا۔ تو اس کے جواب میں یہ کہنا مناسب ہوگا کہ وہ تیمم کرکے نماز پڑھ لے، پھر وضو کرکے اعادہ کرے جیسے وہ شخص جو بندوں کی جانب سے پیدا ہونے والے کسی عذر کی وجہ سے وضو پر قادر نہ ہو۔ اھ (ت)

اقول هذا الامر لا دخل له[ف] فی البحث من قبل احد من الفریقین فلیس لاحدهما ان یبدئ به او یعید اما ائمتنا فلانهم لایقولون بالتیمم واما زفر فلانه لایقول بالاعادۃ بل کان حقه ان یقرر هکذا

میں کہتا ہوں فریقین میں سے کسی جانب سے بحث میں اس کلام کا کوئی دخل نہیں، اس لیے یہ کسی کا قول نہیں کہ پہلے تیمم کرلے، پھر پانی سے اعادہ کرے۔ ہمارے ائمہ کے نزدیک اس لیے کہ وہ یہاں جوازِ تیمم کے قائل ہی نہیں اور امام زفر کے نزدیک اس لیے کہ وہ اعادہ کے قائل نہیں۔ اس مقصد کی

---

[1] حلیہ

[2] حلیہ

لیکون **مثلثا** لما فی الفتح ان غایتما قلتم ان التقصیر من قبله ان تأمروه بالتیمم ثم الاعادۃ کما ھو حکم کل عذر جاء من قبل العباد لا ان تحجروا علیه التیمم رأسا۔

تقریر اس طرح ہونی چاہئے تاکہ فتح کی عبارت سے متعلق یہ **تغییر الکلام** ہوجائے کہ آپ نے جو فرمایا کہ کوتاہی خود اس کی جانب سے ہوئی تو اس پر زیادہ سے زیادہ یہ ہونا چاہئے کہ آپ حکم یہ دیں کہ وہ تیمم کرلے پھر اعادہ کرے جیسا کہ ہر اُس عذر کا حکم ہے جو بندوں کی جانب سے رُونما ہوا ہو۔ یہ نہیں ہونا چاہئے کہ اسے آپ تیمم سے بالکل ہی روک دیں۔ (ت)

وثانیھا ھذہ صلٰوۃ الخوف ماشرعت الا لحفظ الوقت۔

دلیل دوم: یہ نمازِ خوف ہے جس کی مشروعیت تحفظِ وقت کے لیے ہی ہوئی ہے۔

واجاب عنه فی البحر بان صلاۃ الخوف للخوف دون خوف الفوت[1] اھ۔

اس کا جواب بحر میں یہ دیا ہے کہ: "نمازِ خوف تو خوف کی وجہ سے ہے، فوتِ وقت کے اندیشہ سے نہیں ہے۔" اھ

اقول سبحٰن اللہ ما کان الخوف لیوجب الاتیان بھا فی الوقت مع ارتکاب المنافی بل کانوا بسبیل من تأخیرھا الی ان یطمئنوا کما قلتم فی بحرکم فی عدۃ فروع؛

اقول: سبحان اللہ۔ خوف کی حیثیت اتنی بڑھی ہوئی نہیں کہ منافیِ نماز کے ارتکاب کے ساتھ وقت کے اندر نماز کی ادائیگی لازم کرے بلکہ ان کے لیے امن واطمینان ہونے تک تاخیر کی گنجائش تھی جیسا کہ بحر کے اندر متعدد جزئیات میں خود آپ ہی اس کے قائل ہیں۔ چند جزئیات درج ذیل ہیں:

منھا ان ازدحم جمع علی بئر لایمکن الاستقاء منھا الا بالمناوبة لضیق الموقف او لاتحاد اٰلة الاستقاء ونحو ذلك وعلم انھا لاتصیر الیه الا بعد خروج الوقت یصبر عندنا لیتوضأ بعد الوقت وعند زفر

جزئیہ ۱: کسی کنویں پر ایک ہجوم جمع ہے اور باری باری پانی نکالنے کے سوا کوئی گنجائش نہیں اس لیے کہ کھڑے ہونے کی جگہ تنگ ہے یا ڈول رسّی ایک ہی ہے یا ایسا ہی کوئی اور سبب ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ جب تک اس کی باری آئے گی وقت نکل جائیگا تو ہمارے نزدیک حکم یہ ہے کہ

---

[1] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۹

www.alahazratnetwork.org

يتيمم ۱؎

انتظار کرے تاکہ وقت کے بعد وضو کرسکے، اور امام زفر کے نزدیک یہ حکم ہے کہ تیمم کرلے۔

ومنها ۲؎ جمع من العراة ليس معهم الا ثوب يتناوبونه وعلموا ان النوبة لا تصل اليه الا بعد الوقت فانه يصبر ولا يصلي عاريا ۲؎ ۔

جزئیہ ۲: چند آدمی برہنہ ہیں جن کے پاس (ستر عورت کے قابل) ایک ہی کپڑا ہے جسے باری باری باندھ کر نماز ادا کرتے ہیں، ان میں سے کسی کو معلوم ہے کہ جب تک اس کی باری آئے گی وقت نکل جائے گا تو وہ انتظار کرے اور برہنہ نماز نہ پڑھے۔

ومنها ۳؎ اجتمعوا في سفينة او بيت ضيق وليس هناك موضع يسع ان يصلي قائما لا يصلي قاعدا بل يصبر ويصلي قائما بعد الوقت ۳؎

جزئیہ ۳: کسی کشتی یا تنگ کوٹھڑی میں لوگ جمع ہیں جہاں اتنی جگہ نہیں کہ کھڑے ہوکر نماز ادا کرے تو وہ بیٹھ کر نہ پڑھے بلکہ انتظار کرے اور وقت گزر جانے کے بعد کھڑے ہوکر نماز ادا کرے۔

ومنها ۴؎ معه ثوب نجس وماء لغسله ولكن لو غسل خرج الوقت لزم غسله وان خرج ۴؎ ۔

www.alahazratnetwork.org

جزئیہ ۴: کسی کے پاس ایک ناپاک کپڑا ہے اور اس کے دھونے کے لیے پانی بھی موجود ہے لیکن اگر کپڑا دھونے میں لگتا ہے تو نماز کا وقت نکل جائیگا اس پر لازم ہے کہ کپڑا دھوئے (اور پاک کپڑے سے ہی نماز ادا کرے) اگرچہ وقت نکل جائے۔

ومنها ۵؎ كذا لو كان مريضا عاجزا عن القيام او ۶؎ استعمال الماء في الوقت ويغلب على ظنه القدرة بعده ۵؎ اهـ اي يؤخر ولا يصلي في الوقت ۔

جزئیہ ۵-۶: کوئی ایسا مریض ہے جو بروقت کھڑا ہونے پر قادر نہیں، یا ایسا بیمار ہے کہ ابھی وقتِ نماز میں پانی نہیں استعمال کرسکتا اور ظن غالب ہے کہ وقت نکل جانے کے بعد کھڑے ہونے یا پانی استعمال کرنے پر قدرت ہوجائیگی، تو وہ حصولِ قدرت تک نماز مؤخر کرے اور وقت کے اندر (بلا قیام یا تیمم سے) نماز نہ پڑھے۔

ومنها وعده صاحبه ان

جزئیہ ۷: کسی سے اس کے ساتھی نے

۱؎ تا ۵؎ البحر الرائق باب التیمم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۰

يطيعه الاناء فرع عليه محمد انه ينتظر وان خرج الوقت لان الظاهر الوفاء بالعهد فكان قادرا على الاستعمال ظاهرا[1]۔

برتن دینے کا وعدہ کیا۔ اس پر امام محمد نے یہ تفریع کی ہے کہ انتظار کرے اگرچہ وقت نکل جائے اس لیے کہ ظاہر یہی ہے کہ وُہ وعدہ وفا کرے گا تو ظاہراً وہ استعمال پر قادر ہے۔

ومنها کذا اذا وعد الکاسی العاری ان یعطیه الثوب اذا فرغ من صلاته لم تجزه الصلاة عریانا لما قلنا۔ نقلتم هذین عن البدائع والبواقی عن التوشیح ولکن المولٰی سبحنه وتعالٰی لم یرض لهم بتفویتها عن وقتها وشرع لهم صلاة الخوف فما کان الا لحفظ الوقت۔

جزئیہ ۸: اسی طرح کپڑے والے نے برہنہ سے وعدہ کیا کہ میں نماز سے فارغ ہو کر تجھے کپڑا دے دوں گا تو اسے برہنہ نماز پڑھنا جائز نہیں۔ وجہ وہی ہے جو اوپر بیان ہُوئی۔ جزئیہ (۷، ۸) آپ نے بدائع سے نقل کیا، باقی توشیح سے ۔۔۔ (ان جزئیات کی روشنی میں خوف والوں کا بھی یہی حکم ہونا چاہئے تھا کہ وہ زوالِ خوف کا انتظار کریں اگرچہ وقت نکل جائے) لیکن مولٰی سبحانہ وتعالٰی نے ان کے لیے نماز فوت کرنا پسند نہ کیا اور نمازِ خوف مشروع فرمائی تو یہ نماز تحفظِ وقت ہی کے لیے تو ہُوئی۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ثم اقول الفرعان[2] الاخیران عن محمد والیه عزاهما فی البدائع و الحکم فیهما عند امامنا رضی الله تعالٰی

دلیل ۳-۴ ثم اقول: (پھر میں کہتا ہوں) آخری دونوں جزئیے امام محمد سے منقول ہیں اور بدائع میں انہی کی طرف انہیں منسوب کیا ہے ہمارے امام اعظم

عہ قال فی الخانیة مع رفیقه دلو مملوك رفیقه قال انتظر حتی استقی الماء ثم ادفعه الیك فالمستحب له ان ینتظر الی اخر الوقت فان تیمم ولم ینتظر جاز و کذا

خانیہ میں ہے: "کسی مسافر کے ہم سفر کے پاس اسی ہم سفر کا مملوکہ ڈول ہے اس نے مسافر سے کہا تم انتظار کرو میں پانی نکال لُوں تو تمہیں ڈول دوں گا۔ تو مسافر کے لیے آخر وقت تک انتظار کرلینا مستحب ہے۔ اگر اس نے بلا انتظار تیمم کرلیا تو جائز ہے۔ اسی طرح

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۹

[2] البحر الرائق آخر قول لا لفوت الجمعة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۹

عنہ انہ یصلی فی الوقت متیمما او عاریا لان القدرۃ علی ماسوی الماء لاتثبت عندہ بالاباحۃ کما سیأتی۔

رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک دونوں مسئلوں میں حکم یہ ہے کہ وُہ وقت کے اندر تیمم سے یا برہنہ نماز پڑھ لے اس لیے کہ ان کے نزدیک پانی کے علاوہ چیزوں پر اباحت سے قدرت ثابت نہیں ہوتی جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آرہا ہے۔

اقول وھذا ایضا من مؤیدات التاخر اذ لولا حفظ الوقت لامر بالتاخیر لاسیما

اقول (میں کہتا ہوں) اس سے بھی امام زفر کے مذہب کی تائید ہوتی ہے اس لیے کہ اگر تحفظِ وقت ملحوظ نہ ہوتا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لوکان عریانا ومع رفیقہ ثوب فقال لہ انتظر حتی اصلی ثم ادفعہ الیك یستحب لہ ان ینتظر الی اٰخر الوقت فان لم ینتظر وصلی عریانا جاز فی قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ولوکان معہ رفیقہ ماء یکفی لھما فقال انتظر حتی افرغ من الصلاۃ ثم ادفعہ الیك لزمہ ان ینتظر وان خاف خروج الوقت ولو تیمم ولم ینتظر لایجوز فالاصل عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان فی المملوك لاتثبت القدرۃ بالبذل والاباحۃ وفی الماء تثبت القدرۃ بالاباحۃ اھ[1] **اقول** والجملۃ الثانیۃ محل الاستثناء من الاولٰی لان الکلام فی ماء مملوك واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اگر برہنہ ہے اور اس کے رفیق کے پاس ایک کپڑا ہے اس نے کہا انتظار کرو میں نماز پڑھ کر تمہیں دُوں گا، تو اس کے لیے آخر وقت تک انتظار کرلینا مستحب ہے۔ اگر انتظار نہ کیا اور برہنہ نماز پڑھ لی تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول پر یہ جائز ہے۔ اور اگر رفیقِ سفر کے پاس اتنا پانی تھا جو دونوں کو کافی ہوتا اس نے کہا انتظار کرو میں نماز سے فارغ ہوجاؤں تو تمہیں پانی دُوں گا، اس صورت میں اس پر انتظار کرنا لازم ہے اگرچہ وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو۔ اگر بلا انتظار تیمم کرلیا تو جائز نہیں۔ اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک اصل ضابطہ یہ ہے کہ بذل واباحت سے مملوک میں قدرت ثابت نہیں ہوتی، اور پانی میں اباحت سے قدرت ثابت ہوجاتی ہے۔ اھ **اقول** دوسرا جملہ پہلے جملہ سے استثناء کے طور پر ہے اس لیے کہ گفتگو مملوک پانی ہی کی ہے (تو معنٰی یہ ہُوا کہ مملوک چیزوں میں اباحت سے قدرت ثابت نہیں ہوتی مگر مملوک پانی میں اباحت سے قدرت ثابت ہوجاتی ہے ۱۲ محمد احمد) واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتاوٰی قاضی خان باب التیمم فصل فیما یجوز لہ التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۶

مع الوعد فهذان ثالث دلائله و رابعها۔

اما الفرع الخامس والسادس

فاقول لا اری[۱] ان یکون المذھب فیہ الامر بتفویت الصلاۃ کیف وان الطاعۃ بحسب الاستطاعۃ۔

قال ربنا تبارک وتعالٰی فاتقوا اللّٰہ ما استطعتم[۱] ولا ینظر فیھا الا الی الحالۃ الراھنۃ الا تری ان[۲] راجی الماء اٰخر الوقت لیس علیہ التاخیر بل لہ ان یصلی الاٰن متیمما۔

وقد قال فی الدر[۳] امرہ الطبیب بالاستلقاء لنزع الماء من عینہ صلی بالایماء لان حرمۃ الاعضاء کحرمۃ النفس[۲] اھ ومعلوم[۳] ان الطبیب لا یأمرہ بالسکون الا مدۃ قلیلۃ وربما لاتزید علی یوم ولیلۃ فامروا ان یؤمی لا ان یؤخر فھذہ الفروع الاربعۃ الجواب الصواب فیھا علی مذھب امامنا رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ انہ یصلی کما قدر

تو تاخیر کا حکم ہوتا خصوصاً اس صورت میں جبکہ کسی نے وعدہ کرلیا ہے تو یہ ان کی تیسری اور چوتھی دلیل ہوئی۔

اب جزئیہ ۵، ۶ کو دیکھئے۔

فاقول میں نہیں سمجھتا کہ اس صورت عجز میں نماز فوت کرنے کا حکم ہمارے مذہب میں ہو کیسے ہوسکتا ہے جب کہ طاعت بقدر استطاعت ہی لازم ہوتی ہے۔

ہمارے رب تبارک وتعالٰی کا ارشاد ہے: "تو اللہ سے تم ڈرو جہاں تک تمہیں استطاعت ہو" اور استطاعت کے معاملہ میں موجودہ حالت پر ہی نظر کی جائیگی۔ دیکھئے اگر کسی کو آخر وقت میں پانی ملنے کی امید ہے تو اس پر یہ لازم نہیں کہ نماز مؤخر کرے بلکہ وہ اسی وقت تیمم کرکے نماز پڑھ سکتا ہے۔

درمختار میں ہے، "آنکھ کا آپریشن کرنے اور پانی نکالنے کی وجہ سے طبیب نے بیمار کو حکم دیا کہ چت لیٹا رہے تو وہ اشارہ سے نماز پڑھے اس لیے کہ حرمتِ اعضا بھی حرمتِ جان کی طرح ہے" اھ یہ معلوم ہے کہ طبیب زیادہ زمانہ تک حرکت کی ممانعت نہیں رکھتا بلکہ عموماً قلیل مدت تک جو ایک شبانہ روز سے زیادہ نہیں ہوتی پرسکون رہنے کا حکم دیتا ہے اس کے باوجود فقہائے اسے اشارہ سے نماز پڑھ لینے کا حکم دیا یہ نہ فرمایا کہ (اجازتِ حرکت و

---

[۱] القرآن ۶۴/۱۶

[۲] الدرالمختار باب المریض مجتبائی دہلی ۱/۱۰۳

www.alahazratnetwork.org

في الوقت ولا يعيد۔

قیام تک) نماز مؤخر کرے۔ تو ان چاروں جزئیات (۵ تا ۸) میں ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب پر حکم صحیح یہ ہوگا کہ جس طرح بھی اسے قدرت ہے ویسے ہی وہ وقت کے اندر نماز ادا کرے اور بعد وقت اس کا اعادہ بھی نہیں۔ (ت)

اما الفروع الاربعة الاول **فاقول** كذا الحكم فيها بيد انه يعيد اما الحكم فلما قدمت عن الحلية والغنية عن شمس الائمة انه لا فرق في تلك الفروع وان الرواية في احدها رواية في سائرها وقد كان هناك اعني فرع شمس الائمة التلبس بالنجاسة ولو في القدمين او الخفين مع ترك الركوع والسجود وليس في هذا الفرع الرابع الا التلبس بنجس واما الاعادة فلما علمت من مراعاة اصل المذهب مع ما في الفروع الثلثة الاول من صورة المنع من جهة العباد والله تعالٰى اعلم بسبيل الرشاد۔

اب رہے پہلے چار جزئیات **فاقول** ان میں بھی یہی حکم ہوگا فرق یہ ہے کہ ان صورتوں میں بعد وقت اعادہ بھی کرنا ہوگا۔ وقت کے اندر ادائے نماز کا حکم ہم نے اس قاعدہ اور جزئیہ سے اخذ کیا جو حلیہ و غنیہ کے حوالے سے شمس الائمہ سے ہم نے گزشتہ صفحات میں نقل کیا کہ ان جزئیات میں فرق نہیں اور ایک میں روایت دوسرے میں بھی روایت ہے۔ اور وہاں یعنی شمس الائمہ کے بیان کردہ جزئیہ میں یہ تھا کہ نجاست سے اتصال لازم آتا تھا اگرچہ صرف قدموں یا موزوں ہی میں ہو اور رکوع وسجود ترک ہوتا تھا۔ اور اس چوتھے جزئیہ میں بھی یہی نجس (کپڑے) سے اتصال لازم آرہا ہے۔ اور اعادہ کا حکم اس لیے کہ اصل مذہب کی رعایت ہوجائے ساتھ ہی پہلے تین جزئیوں میں یہ بات بھی ہے کہ بندوں کی جانب سے رکاوٹ کی صورت پائی جارہی ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

وخامسها تجيزونه خوف فوت صلاة الجنازة وصلاة العيد فكذا خوف فوت الوقت۔

دلیل پنجم: آپ نماز جنازہ اور نماز عید فوت ہونے کے اندیشہ سے تیمم کی اجازت دیتے ہیں تو وقت کے فوت ہوجانے کا اندیشہ بھی تو ایسا ہی ہے۔

واجاب البحربان فضيلة الوقت والاداء وصف للمؤدي تابع له غير مقصود لذاته بخلاف صلاة الجنازة والعيد فانها اصل فيكون فواتها فوات

بحر میں اس کا **جواب** یہ دیا ہے کہ "پنجگانہ نمازوں میں مقصود بالذات خود نماز ہے اور اس کے لیے (قضا نہ ہونے) ادا ہونے اور وقت کے اندر ہونے کی فضیلت مؤدّی کی ایک صفت ہے جو اس کے

www.alahazratnetwork.org

اصل مقصود[۱] اھ ھذا تمام سعیہ رحمہ اللّٰہ تعالٰی ورحمنا بہ وقد اقرہ علی کلہ فی المنحۃ۔

تابع ہے مقصود بالذات نہیں ہے۔ مگر نماز جنازہ وعید خود اصل ہیں تو ان کا فوت ہونا ایک اصل مقصود کا فوت ہونا ہے" اھ یہ صاحبِ بحر کی تمام تر کاوش ہے خدا ان پر اور ان کے طفیل ہم پر رحم فرمائے۔ منحۃ الخالق میں علامہ شامی نے بھی ان سب کو برقرار رکھا ہے۔ (ت)

اقول اوّلا کون شیئ وصفا فی شیئ لایوجب کونہ غیر مقصود بالذات کوصف الایمان فی رقبۃ کفارۃ القتل بل قد یکون الوصف ھو المقصود کالاسلام فی مصرف الزکوٰۃ۔

اقول۔ اولاً: ایک شئی کا دوسری شئی کی صفت ہونا اس کے غیر مقصود بالذات ہونے کو لازم نہیں کرتا جیسے کفارۂ قتل میں دیے جانے والے غلام یا باندی میں صفت ایمان غیر مقصود بالذات نہیں بلکہ بعض اوقات خود وصف ہی مقصود ہوتا ہے جیسے مصرفِ زکوٰۃ میں صفتِ اسلام۔

وثانیا نحن نعلم قطعا ان المولی سبحٰنہ وتعالٰی کما امرنا بالصلاۃ امرنا بایقاعھا فی وقتھا وحرم اخراجھا عنہ لالعذر فالکل مقصود عینا سبحٰنہ انّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا[۲] وقال عزّ وجل حافظوا علی الصلوٰت والصّلٰوۃِ الوسطٰی[۳] وقال تعالٰی فویل للمصلّین الذین ھم عن صلٰوتھم ساھون[۴] وھم الذین یؤخرونھا حتی یخرج وقتھا سماھم مصلین وجعل لھم الویل لاخراجھم ایاھا عن وقتھا فکان الوقت

ثانیا: ہمیں قطعی طور پر معلوم ہے کہ مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی نے جس طرح ہمیں نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اسی طرح ہمیں یہ بھی حکم دیا ہے کہ نماز اس کے مقررہ وقت کے اندر ادا کریں اور بغیر کسی عذر کے اس وقت سے باہر لانا حرام فرمایا ہے' تو سبھی مقصود بالذات ہے۔ ارشاد ہے: "بے شک نماز ایمان والوں پر وقت باندھا ہوا فریضہ ہے"۔ اور ارشاد ہے: "نمازوں اور بیچ والی نماز کی حفاظت کرو"۔ اور فرمایا ہے: "تو ویل (خرابی) ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے غافل ہیں"۔ یہ وہی لوگ ہیں جو نماز اس حد تک مؤخر کرتے ہیں کہ اس کا وقت نکل جاتا ہے انہیں نمازی کہا، ساتھ ہی ان کے لیے وَیل بھی قرار دیا اس لیے

www.alahazratnetwork.org

---

[۱] البحر الرائق باب التیمم عند قولہ لالفوت الجمعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۹
[۲] القرآن ۴/۱۰۳
[۳] القرآن ۲/۲۳۸
[۴] القرآن ۱۰۷/۴

مقصودا عینا ۔

کہ وُہ نماز وقت سے باہر ادا کرتے ہیں۔ تو تو وقت بھی مقصود بالذات ہُوا۔ (ت)

وثالثا لئن سلم محافظة الوقت فرض عین والجنازة فرض کفایة وصلاة العید لیست فریضة اصلا والفرض ولو مقصودا لغیرہ اھم واعظم مما دونه ولو مقصودا لذاته الا تری ان لو ضاق الوقت عن الواجبات وجب اسقاطھا والاقتصار علی الفرض لایقاعه فی الوقت واذا الامر ھکذا فاذا جاز التیمم لخوف فوت الادنی فکیف لا یجوز للاعلی لاسیما وقد سقط فرض الجنازة بصلاة غیرہ۔

ثالثا: اگر آپ کی بات تسلیم کرلی جائے تو بھی یہ کہا جائے گا کہ وقت کا تحفظ فرض عین ہے اور جنازہ فرض کفایہ ہے اور نمازِ عید تو سرے سے فرض ہی نہیں (بلکہ واجب ہے) اور فرض اگرچہ مقصود لغیرہ ہو اپنے نیچے والے سے خواہ وہ مقصود بالذات ہو زیادہ عظمت واہمیت رکھتا ہے۔ دیکھئے اگر وقت اس قدر تنگ ہے کہ صرف فرائض ادا کرسکتا ہے واجبات کی گنجائش نہیں تو واجبات کو ساقط کردینا اور فرض پر اکتفا کرنا لازم ہے تاکہ ادائیگی وقت کے اندر ہوجائے۔ یہ معاملہ ہے تو جب فوتِ ادنیٰ کے اندیشہ سے تیمم جائز ہو تو اعلیٰ کی وجہ سے کیوں جائز نہ ہوگا جب کہ فرضِ جنازہ تو دوسرے کے پڑھ لینے سے ساقط ہوجاتا ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ورابعا قد قلتم بالتیمم لخوف فوت السنن وما ھن اصول انما شرعت مکملات للاصول وعلی التسلیم فاین التحفظ علی فریضة الوقت من التحفظ علی سنة۔

رابعا: آپ نے تو سنتیں فوت ہونے کے اندیشہ سے بھی تیمم جائز کہا ہے حالانکہ سنتیں اصل نہیں بلکہ یہ اصل کے متمم کی حیثیت سے مشروع ہوئی ہیں ۔۔۔ اور اگر یہی مان لیا جائے کہ سنتیں خود مقصود اور اصل ہیں تو بھی کہاں وقت جیسے اہم فریضہ کا تحفظ اور کہاں سنّت کا تحفظ (دونوں میں بڑا فرق ہے) (ت)

وخامسا قد سلمتم ان الفائت لا الی خلف یجوز له التیمم ولا شک ان الطلب الالٰھی منتھض علی ایقاع الفریضة فی وقتھا کانتھاضه علی نفس ایقاعھا وھذا لا خلف له وان کانت الصلاة لھا خلف فھذا مقصود الدلیل ولا یمسه الجواب۔

خامسا: آپ کو یہ تسلیم ہے کہ اگر فوت ہونے والی چیز ایسی ہو کہ اس کا کوئی نائب و بدل نہیں تو اس کے لیے تیمم جائز ہے۔ اب اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا کا مطالبہ نماز کو اس کے وقت کے اندر ادا کرنے کا بھی اسی طرح ہے جیسے خود نماز پڑھنے کا ہے اور وقت کے اندر ادا کرنا ایسا امر ہے جس کا کوئی بدل نہیں اگرچہ نفسِ نماز کا بدل ہے۔ دلیلِ نجم کا مقصود یہی تھا جس سے جواب کو کوئی مس نہیں۔ (ت)

وسادسها كما **اقول** اجمع ائمتنا رضي الله تعالٰى عنهم ان الجنب الخائف من البرد خارج المصر يتيمم[1] كما في الهداية وعامة الكتب وقد تقدم عن الحلية والبدائع والبحر والاسبيجابي والتمرتاشي و[ف1]معلوم ان الخوف ربما كان في الصبح اذا اصبح جنبا في ليلة باردة ويزول بعد ارتفاع الشمس ولم يأمروه بالتاخير بل اباحوا له التيمم فماهو الا لحفظ الوقت۔

دلیل ششم جیسا کہ میں کہتا ہوں: ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اس پر اجماع ہے کہ جنبی جسے بیرونِ شہر سردی سے خطرہ ہے وہ تیمم کرے ۔ جیسا کہ ہدایہ اور عامہ کتب میں ہے ۔ اور حلیہ ، بدائع ، بحر ، تمرتاشی کے حوالہ سے پہلے ذکر بھی ہوچکا ۔ یہ معلوم ہے کہ زیادہ تر صبح کو خوف ہوتا ہے جبکہ کسی سردی کی رات میں صبح کو جنابت کی حالت میں اُٹھے ۔ پھر سورج بلند ہونے کے بعد خوف نہیں رہ جاتا ۔ مگر ائمہ نے اسے یہ حکم نہ دیا کہ آفتاب بلند ہونے تک نماز مؤخر کرے بلکہ اس کے لیے تیمم جائز قرار دیا جس سے معلوم ہوا کہ یہ تحفظِ وقت ہی کے لیے ہے ۔ (ت)

وسابعها كما **اقول** اباحو[ف2]ه لخوف عدو ولص وسبع وحية ونار ومعلوم ان كثيرا من هذه لا يلبث الا قليلا فالنار تنطفئ او تمر في ساعة او ساعتين ولم يقولوا يصبر وان خرج الوقت۔

دلیل ہفتم جیسا کہ میں کہتا ہوں : دشمن ، چور ، درندے ، سانپ اور آگ کے خوف سے تیمم جائز قرار دیا گیا ہے جب کہ معلوم ہے کہ ان میں سے زیادہ تر وہ چیزیں ہیں جو تھوڑی ہی دیر رہتی ہیں ۔ آگ بھی گھنٹے دو گھنٹے میں بجھ جاتی ہے یا گزر جاتی ہے ۔ مگر یہ حکم نہ ہُوا کہ انتظار کرے اگرچہ وقت نکل جائے ۔(ت)

فان اجبت كما خطر ببالي ان التيمم ليس لحفظ الوقت وانما هو لدفع الضرر والحرج حيث كان وفي البرد والنار وامثالها ضرر وفي بعده ميلا حرج فتحقق المناط لانه ا[ف3]ذا ادرك الوقت فاراد الصلاة لا ينهى عنها ولا ينظر الا

اگر اس کے جواب میں یہ کہا جائے ۔ جیسا کہ میرے دل میں خیال آیا ۔ کہ تیمم تحفظِ وقت کے لیے نہیں بلکہ ضرر وحرج دفع کرنے کے لیے ہے جہاں بھی ہو ۔ ٹھنڈک اور آگ جیسی چیزوں میں ضرر ہے اور ایک میل دُور ہونے میں حرج ہے ۔ تو جو امر مدارِ جواز ہے وہ پالیا گیا ۔ اس لیے کہ جب نماز کا وقت آگیا اور اس نے

---

[1] الہدایۃ باب التیمم المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۳۲

www.alahazratnetwork.org

الی حالته الواهنة وهو فیها متضرر او متحرج بالوضوء او الغسل فابیح له التیمّم۔

نماز پڑھنا چاہی تو اس سے اسے روکا نہ جائے گا اور اس کی موجودہ حالت ہی دیکھی جائے گی۔ اس حالت میں وضو یا غسل سے واقعۃً اس کے لیے ضرر یا حرج ہے تو تیمم اس کے لیے جائز قرار دیا گیا۔ (ت)

اقول هل یختص الحرج والضرر بما یصیب بدنه وماله ام یعم ما یستضربه فی دینه علی الاول لم اجزتم لخوف فوت جنازة وعید وعلی الثانی ان کان علیه ضرر فی دینه لفوت فرض کفایة مع انها قد اقیمت وواجب بل وسنة لا الی بدل اذ لا براءة لعهدته عن هذه المطالبة الشرعیة الا بالتیمم فضرر اعظم واشد منه فی فوت الفریضة عن وقتها ولا براءة لعهدته عن هذه المطالبة الشرعیة العظمی اعنی الاتیان بها فی وقتها الا بالتیمم فیجب ان یباح۔

اقول (میں کہتا ہوں)، کیا حرج یا ضرر اسی چیز سے خاص ہے جو اس کے بدن اور مال سے تعلق رکھتی ہو یا اسے بھی عام ہے جس سے اس کے دین میں نقصان وضرر ہو؟ ــــ پہلی تقدیر پر یہ کلام ہے کہ پھر آپ نے فوت جنازہ وعید کے اندیشہ سے تیمم کیوں جائز کہا؟ ــــ اور دُوسری تقدیر پر یہ کہ اگر اس کے دین کا نقصان اس میں ہے کہ ایک فرض کفایہ فوت ہو رہا ہے جبکہ دوسرے لوگوں سے اس کی ادائیگی عمل میں آچکی اور اس میں کہ ایک واجب فوت ہو رہا ہے ــــ بلکہ صرف ایک سنّت بھی ــــ جس کا کوئی بدل نہیں۔ (اس لیے آپ نے تیمم کو جائز کہا) کیوں کہ بغیر تیمم کے وہ اس شرعی مطالبہ سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا ــــ تو اس سے زیادہ عظیم اور اس سے زیادہ شدید نقصان تو اس میں ہے کہ ایک فرضِ عین اپنے وقت سے فوت ہو رہا ہے اور بغیر تیمم کے اِس عظیم تر شرعی مطالبہ ــــ وقت کے اندر ادائیگی ــــ سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔ تو لازم ہے کہ اس کے لیے بھی تیمم جائز ہو۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

هذا ما عندی فاستنار بحمد الله تعالٰی ما جنح الیه المحقق واتباعه من قوة دلیل زفر بل دلیل ائمتنا جمیعا فی الروایة الاخری

ھذا ما عندی (میرے علم وفکر کی رُو سے یہی ہے) اس تفصیل سے بحمداللہ تعالٰی وہ روشن ہوگیا جس کی طرف محقق علی الاطلاق اور ان کے متبعین کا رُجحان ہے کہ امام زفر کی دلیل ــــ بلکہ روایتِ دیگر کے لحاظ سے ہمارے سبھی ائمہ کی دلیل

وکیفما کان لاینزل من ان یؤخذ به تحفظا علی فریضۃ الوقت ثم یؤمر بالاعادۃ عملا بالروایۃ المشھورۃ فی المذھب لاجرم ان قال فی الغنیۃ بعد ایراد ماقدمنا عن شمس الائمۃ وحینئذ فالاحتیاط ان یصلی بالتیمم فی الوقت ثم یتوضؤ ویعید لیخرج عن العھدتین بیقین[1] اھ

وقد نقل کلامہ ھذا فی الدر واقرہ ھو والسادۃ الاربعۃ محشوہ ح ط ش وابوالسعود وقال الشامی ھذا قول متوسط بین القولین وفیہ الخروج عن العھدۃ بیقین فلذا اقرہ الشارح فینبغی العمل بہ احتیاطا ولاسیما وکلام ابن الھمام یمیل الی ترجیح قول زفر بل قد علمت انہ روایۃ عن مشایخنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم ونظیر ھذا مسألۃ الضیف الذی خاف ریبۃ فانھم قالوا یصلی ثم یعید[2] اھ وانما اطنبنا الکلام ھھنا لما رأینا بعض العلماء تعجب منہ حین افتیت بہ فی مجلس جمعنا وباللہ التوفیق والوصول الی ذری التحقیق

قوی ہے ــــ اور جیسا بھی ہو کم از کم اتنا ضرور ہے کہ فریضہ وقت کے تحفظ کے لیے اس قول کو لیا جائے پھر اعادہ کا حکم دیا جائے تاکہ مذہب کی روایتِ مشہورہ پر بھی عمل ہو جائے ــــ شمس الائمہ کے حوالہ سے جو ہم نے پہلے بیان کیا اسے ذکر کرنے کے بعد غنیہ میں لکھا ہے:
"اس کے پیشِ نظر احتیاط یہی ہے کہ وقت کے اندر تیمم سے نماز پڑھ لے، پھر وضو کرکے اعادہ کرے تاکہ دونوں ذمہ داریوں سے یقینی طور پر سبکدوش ہو جائے"۔
ان کا یہ کلام درمختار میں نقل کرکے برقرار رکھا اور دُرِّمختار کے چاروں محشی سید حلبی، سید طحطاوی، سید شامی اور سید ابوالسعود نے بھی برقرار رکھا۔
اور علامہ شامی نے فرمایا: "یہ دونوں قولوں کے مابین ایک درمیانی قول ہے، اور اس میں یقینی طور پر ذمہ داری سے سبکدوشی ہے۔ اسی لیے شارح نے اسے برقرار رکھا۔ تو احتیاطاً اسی پر عمل ہونا چاہیے خصوصاً جبکہ امام ابن الہمام کا کلام امام زفر کے قول کی ترجیح کی جانب مائل نظر آتا ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہو چکا کہ یہ تو ہمارے تینوں مشایخ سے ایک روایت ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ اس کی نظیر اس مہمان کا مسئلہ ہے جسے تہمت کا اندیشہ ہو۔ اس کے بارے میں فقہاء نے فرمایا ہے کہ نماز پڑھ لے پھر اعادہ کرے" اھ اس مقام پر ہم نے تفصیلی بحث اس لئے

---

[1] غنیۃ المستملی فصل فی التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۳
[2] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۰

www.alahazratnetwork.org

والحمد للّٰہ رب العٰلمین وصلی اللّٰہ تعالٰی وسلم علٰی سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین اٰمین۔

کی ہے کہ میں نے دیکھا کہ جب ایک محفل میں اس پر میں نے فتوٰی دیا تو ایک عالم کو بڑا تعجب ہوا اور خدا ہی کی جانب سے توفیق، اور بلندی تحقیق تک رسائی ہوتی ہے اور ساری خُوبیاں اللہ تعالٰی کے لیے جو سارے جہانوں کا رب ہے اور اللہ تعالٰی درود وسلام نازل فرمائے ہمارے آقا ومولٰی محمد اور ان کی آل واصحاب سب پر۔ آمین۔ (ت)

رسالہ ضمنیہ الظفر لقول زفر تمام ہوا۔

(۸۹) کنویں پر ہجوم ہے جگہ تنگ ہے یا ڈول ایک ہی ہے لوگ نوبت بنوبت پانی بھرتے وضو کرتے ہیں اور یہ دُور ہے کہ اس تک باری اُس وقت پہنچے گی جب نماز کا وقت جاتا رہے گا آخر وقت کے قریب تک انتظار کرے جب دیکھے کہ وقت نکل جائیگا تیمم کرکے پڑھ لے پھر اعادہ کرے۔

(۹۰) کسی نے پانی بھرنے کے لیے ڈول یا رسّی دینے کا وعدہ کیا ہے انتظار کرکے تیمم سے پڑھ لے۔ یہ دونوں مسئلے ابھی گزرے۔ **اقول** اور اب اعادہ کی بھی حاجت نہیں کہ یہاں حکم تیمم خود مذہب صاحبِ مذہب ہے رضی اللہ تعالٰی عنہ ہاں بہ لحاظِ مذہب صاحبین اعادہ اولٰی ہے درمختار میں تھا،

www.alahazratnetwork.org

یجب طلب الدلو والرشاء وکذا الانتظار لوقال لہ حتی استقی وان خرج الوقت[1]

ڈول اور رسّی طلب کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح انتظار کرنا بھی واجب ہے اگر کسی نے اس سے کہا ہو کہ میں پانی بھرلوں تو تمہیں دُوں گا، اگرچہ انتظار میں وقت نکل جائے۔

اس پر ردالمحتار میں ہے:

ای یجب انتظارہ للدلو اذا قال الخ لکن ھذا قولھما وعندہ لایجب بل یستحب ان ینتظر الی اٰخر الوقت فان خاف فوت الوقت تیمم وصلی وعلٰی ھذا لوکان مع رفیقہ ثوب وھو عریان فقال انتظر حتی اصلی وادفعہ

یعنی اسے ڈول کا انتظار کرنا واجب ہے جب اس سے مذکورہ وعدہ کیا ہو الخ لیکن یہ صاحبین کا قول ہے امام اعظم کے نزدیک واجب نہیں، بلکہ مستحب ہے کہ آخر وقت تک انتظار کرلے ـــ اگر وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو تو تیمم کرکے نماز پڑھ لے ـــ یہی اختلاف اُس صورت میں بھی ہے

---

[1] الدرالمختار باب التیمم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۴

الیك واجمعوا انه اذا قال ابحت لك مالی لتحج به انه لا یجب علیه الحج و اجمعوا انه فی الماء ینتظر وان خرج الوقت ومنشؤ الخلاف ان القدرة علی ماسوی الماء هل تثبت بالاباحة فعنده لا وعندهما نعم کذا فی الفیض والفتح والتاترخانیة وغیرها (قلت) ای کالخانیة والخلاصة وغیرهما) وجزم فی المنیة بقول الامام وظاهر کلامهم ترجیحه (اقول ولو سکتوا لکان له الترجیح لان کلام الامام امام الکلام کما حققناه فی اجلی الاعلام) وفی الحلیة والفرق للامام ان الاصل فی الماء الاباحة والحظر فیه عارض فیتعلق الوجوب بالقدرة الثابتة بالاباحة ولا کذلك ماسواه فلا یثبت الا بالملك کما فی الحج اھ فتنبه[1] اھ ما فی الشامی۔

جب یہ برہنہ ہے اور اس کے رفیق کے پاس ایک کپڑا ہے اس نے کہا انتظار کرو میں نماز ادا کرکے تمہیں یہ کپڑا دوں گا۔ اور اس پر ان ائمہ کا اجماع ہے کہ جب کسی نے یہ کہا کہ تمہارے حج کے لیے میں نے اپنا مال مباح کردیا تو اس پر حج واجب نہیں۔ اور اس پر بھی اجماع ہے کہ پانی دینے کا وعدہ کیا ہو تو انتظار کرے اگرچہ وقت نکل جائے۔ اور اصل منشاء اختلاف یہ ہے کہ پانی کے ماسوا چیزوں پر اباحت سے قدرت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ امام اعظم کے نزدیک نہیں ہوتی اور صاحبین کے نزدیک ہوجاتی ہے۔ ایسا ہی فیض، فتح، تاتارخانیہ وغیرہا (میں کہتا ہوں یعنی جیسے خانیہ، خلاصہ وغیرہما) میں ہے۔ منیۃ المصلی میں امام اعظم کے قول پر جزم کیا ہے۔ اور ان کے ظاہر کلام سے اسی کی ترجیح معلوم ہوتی ہے (اقول: اگر یہ حضرات ترجیح سے سکوت اختیار کرتے تو بھی اسی کو ترجیح حاصل ہوتی۔ اس لیے کہ کلامِ امام، امامِ کلام ہے جیسا کہ اجلی الاعلام میں ہم نے اس کی تحقیق کی ہے) اور حلیہ میں ہے: "امام اعظم کے مذہب کی بنیاد پر وجہ فرق یہ ہے کہ پانی میں اصل اباحت ہے اور ممانعت عارضی ہوتی ہے تو اس میں اباحت سے ثابت ہونے والی قدرت سے ہی وجوب ہوجاتا ہے اور اس کے ماسوا کا یہ حال نہیں۔ تو اس میں بغیر ملک کے وجوب کا ثبوت نہ ہوگا جیسے حج میں۔ اھ" اس پر متنبہ رہنا چاہیے۔ شامی میں جو ہے ختم ہوا۔ (ت)

اقول بل فی الماء فوق ذلك فانه اوجب فیه الانتظار وان خرج

اقول: بلکہ پانی میں اس سے بھی زیادہ ہے اس لیے کہ اس میں محض وعدہ کی بنا پر

www.alahazratnetwork.org

---

[1] رد المحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۴

الوقت بمجرد الوعد غیر الاباحۃ و اللّٰہ تعالٰی اعلم۔

انتظار واجب کیا ہے اگرچہ وقت نکل جائے ــــ اور وعدہ اباحت نہیں ــــ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

(۹۱) کسی نے پانی دینے کا وعدہ کیا ہے یہاں بھی جب وقت جاتا دیکھے تیمم سے پڑھ لے پھر پانی مل جائے تو وضو سے دوبارہ پڑھے۔

لان فیہ المشی علی قول زفر علی خلاف قول الائمۃ الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم کما علمت اٰنفا۔

اس لیے کہ اس میں قول ائمہ ثلاثہ کے برخلاف امام زفر کے قول پر عمل ہے ــ رضی اللہ تعالٰی عنہم ــ جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔ (ت)

اقول ظاہرًا[۱] اس صورت میں اگر وہ اس کے نماز پڑھتے میں پانی لے آیا تیمم نہ جائیگا نماز پوری کرے جبکہ جانے کہ وضو کرنے سے نماز وقت پر نہ ملے گی۔

لانہ کان واجد الماء قبل ھذا ظاھرا کما مر عن محمد رحمہ اللّٰہ تعالٰی وانما ساغ لہ التیمم لضیق الوقت عن استعمالہ ولم یتبدل ھذا السبب فلا ینتقض التیمم بخلاف صورۃ افادھا فی الدر اذ قال لو تیمم[۲] لعدم الماء ثم مرض مرضا یبیح التیمم (ای وقد وجد الماء بعدہ کما بینہ ش) لم یصل بذلک التیمم لان اختلاف[۳] اسباب الرخصۃ یمنع الاحتساب بالرخصۃ الاولٰی وتصیر الاولٰی کان لم تکن جامع الفصولین فلیحفظ[۱] اھ

اس لیے کہ ظاہرًا اس سے پہلے بھی پانی اسے دستیاب تھا جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے اس کا بیان گزرا اور اس کے لیے تیمم صرف اس لیے جائز ہوا کہ وقت میں پانی استعمال کرنے کی گنجائش نہ تھی ــ اور اس سبب میں اب بھی کوئی تبدیلی نہ آئی تو تیمم نہ ٹوٹے گا۔ ہاں اس کے برخلاف تیمم ٹوٹنے کی ایک صورت ہے جس کا درمختار میں اس طرح افادہ کیا ہے "اگر پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا۔ اس کے بعد اسے ایسی بیماری ہو گئی جس سے تیمم جائز ہو جاتا ہے (پھر پانی مل گیا جیسا کہ شامی نے بیان کیا ہے)، تو سابقہ تیمم سے نماز نہ پڑھے۔ اس لیے کہ اسباب رخصت میں تبدیلی پہلی رخصت کو شمار کرنے سے مانع ہوتی ہے۔ اور پہلی رخصت کالعدم ہو جاتی ہے ــــ جامع الفصولین ــــ اسے ذہن نشین رکھنا چاہیے اھ"۔ (ت)

وفیہ کلام اوردہ ش قد اجبنا

اس پر کچھ کلام ہے جو علامہ شامی نے ذکر کیا ہے

---

[۱] الدرالمختار باب التیمم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۲

عنه فيما علقنا عليه لا بأس بايراده تتميما للفائدة قال رحمه الله تعالٰی اقول لكن يشكل عليه مافی البدائع لو مر المتيمم علی ماء لايستطيع النزول اليه لخوف عدو اوسبع لاينتقض تيممه كذا ذكره محمد بن مقاتل الرازی وقال هذا قياس قول اصحابنا لانه غيرواجد للماء معنی فكان ملحقا بالعدم اھ ومثله فی المنية اذ لايخفی ان خوف العدو سبب اٰخر غيرالذی اباح له التيمم اولا فان الظاهر فی فرض المسألة انه تيمم اولا لفقد الماء اللّٰھم الا ان يجاب بان السبب الاول هنا باق وفيه بحث فليتأمل[1] اھ۔

پھر ہم نے حاشیۂ شامی میں اس کا جواب بھی دیا ہے تکمیل فائدہ کے لیے یہاں اسے نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں: اقول، لیکن اس پر بدائع کے اس مسئلہ سے اعتراض ہوتا ہے: اگر تیمم کرنے والا ایسے پانی کے پاس سے گزرا جہاں وہ کسی دشمن یا درندہ کے خوف کی وجہ سے اُتر نہیں سکتا تو اس کا تیمم نہ ٹوٹے گا۔ ایسا ہی محمد بن مقاتل رازی نے ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہمارے اصحاب کے مذہب پر قیاس کا تقاضا یہی ہے اس لیے کہ معنًی پانی اسے دستیاب نہیں تو یہ معدوم سے ملحق ہے۔ اسی کے مثل منیہ میں بھی ہے۔ وجہ اشکال یہ ہے کہ ظاہر ہے کہ پہلے جس سبب سے اس کے لیے تیمم روا ہوا تھا وہ اور ہے اور دشمن کا خوف ایک دوسرا سبب ہے۔ اس لیے کہ ظاہر یہ ہے کہ مفروضہ صورت مسئلہ یہ ہے کہ پہلے اس کا تیمم اس لیے تھا کہ اسے پانی نہ ملا —— ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہاں پہلا سبب اب بھی باقی ہے۔ مگر اس میں بحث ہے۔ اس لیے تأمل کی ضرورت ہے اھ۔(ت)

وكتب وجه البحث فی منحته انه اذا تيمم اولا لبعده عن الماء فهو فاقد له حقيقة وخوف العدو فقد معنی فالحقيقی قد زال واعقبه المعنوی فلا فرق بينه وبين المرض اذا وجد بعد الفقد الحقيقی[2] اھ۔

وجہ بحث اپنے حاشیہ میں یہ بیان فرمائی کہ جب اس نے پہلے پانی سے دُور ہونے کی وجہ سے تیمم کیا تو حقیقۃً پانی کا فقدان تھا اور دشمن کا خوف ہونے کی صورت میں معنًی پانی کا فقدان ہے۔ تو حقیقی فقدان ختم ہوگیا اور اس کی جگہ معنوی فقدان آگیا۔ تو اس صورت میں، اور فقدانِ حقیقی کے بعد پانی ملنے کے وقت مرض ہونے کی صورت میں کوئی فرق نہیں اھ۔(ت)

وكتبت عليه ما نصه

اس بحث پر میں نے درج ذیل جواب تحریر کیا:

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۳

[2] منحۃ علی الرد " " "

www.alahazratnetwork.org

اقول رحمك الله تعالٰی ورحمنا بك الاعدام[1] ثلثة عدم الشیئ فی نفسه وعدمه فی مکان وعدمه[2] فی حق المکلف والماء لا یفقد بالمعنی الاول الا اذا انعدم من الدنیا ولا یکون ذلك قبل یوم القیٰمة وانما ینعدم[3] عن مکان وفی حق المکلف وذلك بان لا یکون حیث ھو مع لحوق الحرج فی الوصول الیه وھذا ھو معنی عدمه الشرعی المذکور فی باب التیمم اما اذا کان بیدہ اولا حرج علیه فی الوصول الیه فھو غیر معدوم فی حقه قال فی الھدایة المیل ھو المختار فی المقدار لانه یلحقه الحرج بدخول المصر والماء معدوم حقیقة[عہ] اھ[1]

اقول: اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے اور آپ کے طفیل ہم پر بھی رحم فرمائے ــــ عدم کی تین قسمیں ہیں: (۱) کسی شَے کا فی نفسہٖ معدوم ہونا (۲) کسی جگہ معدوم ہونا (۳) مکلّف کے حق میں معدوم ہونا ــــ پہلے معنی پر پانی کا فقدان اسی وقت ہوگا جب وُہ دنیا سے معدوم ہوجائے اور یہ روزِ قیامت سے پہلے نہ ہوگا۔ پانی کسی جگہ میں اور مکلّف کے حق میں معدوم ہوتا ہے۔ یہ اس طرح کہ مکلّف جہاں پر ہے وہاں پانی نہ ہو ساتھ ہی پانی تک رسائی میں حرج لاحق ہوتا ہو ــ پانی کا عدم شرعی جو بابِ تیمم میں ذکر ہوتا ہے اس کا یہی معنی ہے۔ لیکن جب پانی اس کے ہاتھ میں ہو یا پانی تک پہنچنے میں اس کے لیے کوئی حرج اور دشواری نہ ہو تو پانی اس کے حق میں معدوم نہیں۔ ہدایہ میں ہے، مقدار کے بارے میں "میل" ہی مختار ہے۔ اس لیے کہ شہر میں داخل ہونے سے اس کو حرج ہوگا۔ اور پانی حقیقۃً معدوم ہے۔ (ت)

قال فی العنایة تقریرہ ان المنصوص علیه کون الماء معدوما وھھنا ای فی مکان المکلف

عنایہ میں فرمایا، اس کی تقریر یہ ہے کہ نص میں یہ وارد ہے کہ پانی معدوم ہو اور اس وقت مکلّف جس جگہ ہے وہاں پانی حقیقۃً معدوم ہے۔ لیکن ہم

عہ فقد اشار بھذا الی العدم الثانی وبقوله یلحقه الحرج الی العدم الثالث وانما احتاج الی اثبات الثانی لان الثالث یتوقف علیه ۱۲ منه غفرله (م)

اس عبارت سے عدمِ ثانی کی طرف اشارہ کیا۔ اور "اسے حرج ہوگا" سے عدمِ ثالث کی طرف اشارہ کیا اور انھیں عدمِ ثانی ثابت کرنے کی ضرورت اس لیے ہوئی کہ عدمِ ثالث اس پر موقوف ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] الہدایۃ باب التیمم المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/ ۳۱

www.alahazratnetwork.org

الآن) معدوم حقیقة لکن نعلم بیقین ان عدمه مع القدرة علیه لیس بمجوز للتیمم والا لجاز لمن سکن بشاطئ البحر وعدم الماء من بیته فجعلنا الحد الفاصل بین البعد والقرب لحوق الحرج لان الطاعة بحسب الطاقة قال اللہ تعالٰی وَمَا جَعَلَ علیکم فی الدین من حرج[1] اھ۔

ولا شك ان الماء اذا کان علیه عدو او لص او سبع فالمعنی باق بعینه اذ لیس الماء فی مکان المکلف فهو معدوم حیث هو حقیقة وفی وصوله الیه حرج فتحقق الامران اللذان علیهما یدور العدم الشرعی المذکور هنا ولا نظر فیه الی کونه بعیدا عن النظر او بمرأی منه او بعیدا بعدا معینا او اقرب منه وانما المناط لحوق الحرج فی الوصول الیه بل هو الفاصل ههنا بین القرب والبعد کما سمعت انفا فثبت العدم الشرعی ولم یتبدل السبب وان تبدل سبب السبب اعنی سبب الحرج فی الوصول الیه کما اذا کان عنده عدو یخاف منه علی نفسه ولم یبرح حتی ورده لص یخاف منه علی ماله وذهب العدو

یقینی طور پر یہ جانتے ہیں کہ پانی پر قدرت ہوتے ہوئے پانی کا معدوم ہونا تیمم جائز نہیں کرتا۔ ورنہ سمندر کے ساحل پر بسنے والا شخص جس کے گھر میں پانی معدوم ہے اس کے لیے تیمم جائز ہوتا۔ اس لیے ہم نے حرج لاحق ہونے کو دُوری و نزدیکی کے درمیان حدِ فاصل قرار دیا۔ کیونکہ طاعت بلحاظِ طاقت ہی لازم ہے۔ ارشادِ باری تعالٰی ہے: "اور تمہارے اوپر دین میں کوئی تنگی نہ رکھی" اھ۔

اس میں شک نہیں کہ جب پانی پر دشمن یا چور یا درندہ ہو تو فقدان کا معنی بعینہ باقی ہے اس لیے کہ مکلف کی جگہ پر تو پانی موجود نہیں اس لیے جہاں وہ ہے وہاں پانی حقیقۃً معدوم ہے اور پانی تک پہنچنے میں اس کے لیے حرج بھی ہے تو دونوں باتیں جن پر یہاں ذکر شدہ عدمِ شرعی کا مدار ہے وہ پائی گئیں ۔۔۔ اور اس معاملہ میں اس کا لحاظ نہیں ہے کہ پانی نگاہ سے دُور ہو، یا دیکھنے کی جگہ میں ہو یا معین دوری پر ہو یا اس سے قریب تر ہو۔ مدار صرف یہ ہے کہ پانی تک پہنچنے میں حرج لاحق ہوتا ہو۔ بلکہ یہی قرب و بُعد کے درمیان یہاں حدِ فاصل ہے جیسا کہ ابھی سن چکے ۔۔۔ تو عدمِ شرعی ثابت ہوگیا۔ اور سبب میں تبدیلی نہ آئی اگرچہ سبب کے سبب ۔۔۔ یعنی پانی تک رسائی میں حرج کے سبب ۔۔۔ میں تبدیلی آگئی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ پانی پر پہلے کوئی دشمن تھا جس سے اسے اپنی جان کا خطرہ تھا وہ اس جگہ سے ہٹا نہیں کہ کوئی چور آگیا جس سے اس کو اپنے مال کے لیے خطرہ ہے اور

www.alahazratnetwork.org

[1] العنایۃ مع الفتح باب التیمم مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۰۸

فلا یتوھم احد انہ تبدل السبب بخلاف حدوث المرض مع وجود الماء عندہ فان الماء لیس معدوما فیہ شرعا بالمعنی المذکور بل اما موجود فی نفس مکانہ کما اذا کان بیدہ او لا حرج علیہ فی الوصول الیہ کما اذا کان فی بیتہ انما الحرج فی استعمالہ فقد تبدل السبب

دشمن چلا گیا ــــ اس صورت میں کسی کو یہ وہم نہیں ہوسکتا کہ سبب بدل گیا ــــ بخلاف اُس صورت کے جس میں یہ ہے کہ پانی اس کے پاس موجود ہوتے ہوئے اسے مرض عارض ہوگیا یہاں پانی مذکورہ معنی میں شرعی طور پر معدوم نہیں بلکہ یا تو خود اسی جگہ پانی موجود ہے مثلاً خود اس کے ہاتھ میں ہے، یا پانی تک پہنچنے میں اس کے لیے کوئی دشواری و حرج نہیں مثلاً پانی اس کے گھر میں موجود ہے۔ حرج صرف اس کے استعمال میں ہے تو یہاں پر سبب بدل گیا۔ (ت)

اما قول ابن مقاتل انہ غیر واجد للماء معنی فکان ملحقا بالعدم **فاقول** اراد بہ العدم^عہ الحسی دون الشرعی بالمعنی المذکور ولا شک ان الماء موجود ھھنا بحضرتہ وان لم یکن فی قبضتہ وھو واجد لہ حسا غیر واجد لہ بمعنی القدرۃ علیہ وعدم الحرج فی وصولہ الیہ

لیکن ابن مقاتل کا یہ قول کہ "معنیً اسے پانی دستیاب نہیں تو وہ معدوم سے ملحق ہے" **فاقول** : اس سے ان کی مراد عدم حسّی ہے۔ عدم شرعی معنی مذکور مراد نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہاں تو پانی اس کے پاس موجود ہے اگرچہ اس کے قبضہ میں نہیں تو حسّی طور پر پانی اسے دستیاب ہے ــــ اور دستیاب نہیں ہے اس معنی میں کہ اس پر اسے قدرت ہو اور اس تک رسائی میں

www.alahazratnetwork.org

عہ **اقول** ومن الدلیل علیہ قول البدائع اما العدم من حیث المعنی لا من حیث الصورۃ فھو ان یعجز من استعمال الماء مع قرب الماء منہ نحو ما اذا کان بینہ وبین الماء عدو او لصوص او سبع او حیّۃ[1] الخ فجعلہ موجودا صورۃ والوجود الصوری ھو الحسی ۔(م)

اقول : اس کی ایک دلیل بدائع کی یہ عبارت ہے "لیکن عدم بلحاظ معنی، نہ بلحاظ صورت یہ ہے کہ پانی قریب ہوتے ہُوئے اس کے استعمال سے عاجز ہو۔ جیسے اس کے اور پانی کے درمیان دشمن ہو یا چور ہوں یا درندہ یا سانپ ہو" الخ۔ اس عبارت سے مذکورہ حالت میں انہوں نے پانی کو صورۃً موجود قرار دیا اور وجود صوری اور وجود حسّی دونوں ایک ہی ہیں۔ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی شرائط رکن التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۷/۱

فکان ملحقا بالعدم الحسی و معدوما بالعدم الشرعی بالمعنی المذکور ھکذا ینبغی ان تفھم کلمات العلماء الکرام ؕ والحمد للہ ولی الانعام ؕ وعلٰی نبینا واٰلہ الصلاۃ والسلام۔

کوئی حرج نہ ہو۔ اس لیے وہ عدم حسی سے ملحق ہے اور معدوم بعدم شرعی بمعنی مذکور ہے۔ اسی طرح علمائے کرام کے کلمات کو سمجھنا چاہیے۔ اور ساری تعریف خدا کے لیے جو صاحبِ فضل واحسان ہے۔ اور ہمارے نبی اور ان کی آل پر درود وسلام۔ (ت)

(۹۲) پانی کوٹھری میں رکھا ہے اندھیرا سخت ہے جاتے ہُوئے خوف ہے اور دیا سلائی وغیرہ پاس نہیں اور اجالے کا انتظار کرتا ہے تو وقت جاتا ہے (**اقول** یُوں کہ نمازِ عشا ہے یا مثلاً وقت صبح اور اندھیرا ابر کثیف کا ہے) تو تیمم کرکے پڑھ لے اور پھر اعادہ کرے وقد تقدم نقلہ عن الحلیۃ والبحر (اس کی نقل حلیہ اور بحر کے حوالے سے گزر چکی۔ ت)

اقول ولم اذکر ما قالوہ من کونہ علی سطح لان المراد بہ ان لایکون حیث الماء وکذا قولھم لیلا بل عممت مثل وقت الصبح لان المناط الخوف فی الظلمۃ وزدت الاعادۃ لما علمت مرارا۔

اقول ان حضرات نے "چھت پر ہونے" کا ذکر کیا تھا۔ مگر میں نے اس قید کے ساتھ ذکر نہ کیا کیونکہ چھت پر ہونے کی تعبیر سے ان کی مراد یہ ہے کہ ایسی جگہ نہ ہو جہاں پانی موجود ہے اسی طرح انھوں نے "رات" کی قید کے ساتھ یہ مسئلہ بیان کیا تھا میں نے یہ لفظ ذکر نہ کیا بلکہ مثلاً وقتِ صبح کہہ کر اسے عام کر دیا اس لیے کہ اصل مدار یہ ہے کہ تاریکی کے اندر اسے خوف محسوس ہو رہا ہو (خواہ یہ تاریکی کسی بھی وقت ہو) اور اعادہ کا حکم میں نے زیادہ کیا جس کی وجہ بارہا بیان ہو چکی۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

(۹۳) **اقول** یُوں ہی اگر اندھیری رات یا صبح کو بدلی ایسی کالی شدید محیط یا سیاہ آندھی چل چکی اور اُس کی تاریکی پھیلی ہے اگرچہ کوئی وقت ہو اور ان سب صورتوں میں ظلمت اتنی ہے کہ کنوئیں تک راہ نظر نہیں آتی اور یہ روشنی پر قادر نہیں اور انتظار میں وقت جاتا ہے تیمم کرکے پڑھ لے اور اعادہ کرے۔ ایسی ہی[1] سیاہی کو علما نے جماعت میں عذر گنا ہے۔

کما فی التبیین والھندیۃ ویاتی عن الدر دھم انما قالوا ظلمۃ شدیدۃ[1] فقال ش

جیسا کہ تبیین الحقائق اور ہندیہ میں ہے۔ اور درمختار کے حوالہ سے آگے ذکر آئیگا۔ اور ان حضرات نے "سخت

[1] الدر المختار باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۲

الظاھر ان المراد کونه لایبصر طریقه الی المسجد فیکون کالاعمٰی[1] اھ۔

سے تعبیر کی جس پر علامہ شامی نے فرمایا: "ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد اس کا ایسی حالت میں ہونا ہے کہ مسجد تک پہنچنے کا راستہ اسے نظر نہ آتا ہو جس کی وجہ سے وہ نابینا کی طرح قرار پاتا ہو"۔ اھ (ت)

اقول وھو ظاھر فان مجرد[ف1] لحوق مشقة ما لو کان عذرا مسقطا اسقطت تکالیف الشریعة عن اٰخرھا قال فی الفتح[ف2] لو قدر علی القیام لکن یخاف بسببه ابطاء برء او کان یجد الما شدیدا جاز له ترکه فان لحقه نوع مشقة لم یجز[2] اھ ومثله فی الکافی وغیرہ وفی الخانیة من[ف3] لایقدر علی الوضوء الا بمشقة لایباح له التیمم[3] اھ قال ش والظاھر انه لایکلف الی ایقاد نحو سراج وان امکنه ذلک[4] اھ **اقول** وکانه اخذہ من قولھم فی تطھیر الانجاس لا یضر[ف4] بقاء اثر کلون وریح لازم فلا یکلف فی ازالته الی ماء حار او صابون ونحوہ[5] اھ در۔ حار ای مسخن۔ ونحوہ کحرض واشنان[6] اھ ش۔

اقول: یہ بات واضح ہے اس لیے کہ مطلقاً ذرا سی بھی مشقت کا لاحق ہونا اگر ساقط کرنے والا عذر ہوتا تو تمام تکالیف شرعیہ بالکل ہی ساقط ہوجاتیں۔ فتح القدیر میں ہے: "اگر کھڑے ہونے پر قدرت رکھتا ہو لیکن اس کی وجہ سے دیر میں اچھے ہونے کا اندیشہ ہو یا سخت تکلیف محسوس کرتا ہو تو اس کے لیے قیام ترک کرنا جائز ہے۔ اور اگر تھوڑی سی مشقت لاحق ہوتی ہو تو ترک جائز نہیں"۔ اھ۔ اسی کے مثل کافی وغیرہ میں بھی ہے۔ اور خانیہ میں ہے: "جو شخص مشقت ہی سے سہی، وضو کرسکتا ہے اس کے لیے تیمم جائز نہیں" اھ علامہ شامی نے فرمایا: "ظاہر یہ ہے کہ وہ چراغ وغیرہ جلانے کا مکلف نہیں اگرچہ یہ اس کے لیے ممکن ہو" اھ **اقول** ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ مسئلہ نجاستوں کی تطہیر سے متعلق فقہاء کے اس قول سے اخذ کیا ہے: "اگر رنگ یا بُو جیسا کچھ اثر باقی رہ جائے جو زائل نہیں ہوتا تو یہ مضر نہیں لہٰذا وہ اسے دُور کرنے

www.alahazratnetwork.org

---

1 ردالمحتار باب الامامة مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۱
2 فتح القدیر باب صلوٰۃ المریض نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۴۵۷
3 فتاوی قاضی خاں فصل فیما یجوز له التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۸
4 ردالمحتار باب الامامة مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۱
5 الدرالمختار مع الشامی باب الانجاس مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۴۰
6 ردالمحتار " " " "

کے لیے گرم پانی یا صابون یا ایسی ہی کوئی اور چیز استعمال کرنے کا مکلّف نہیں" اھ درمختار "گرم پانی یعنی جو (اس مقصد سے) گرم کیا گیا ہو۔ صابون جیسی کوئی اور چیز جیسے حرض اور اشنان (صابن کی طرح صفائی لانے کے لیے استعمال ہونے والی گھاسیں ہیں) اھ۔ شامی۔ (ت)

وھھنا مسألتان مسألۃ الجماعۃ و مسألۃ التیمم الذی نحن فیھا۔

یہاں دو مسئلے ہیں، ایک مسئلہ جماعت، دوسرا مسئلہ تیمم جو زیر بحث ہے (دونوں کی قدرے توضیح و تفصیل کی جائے تو مسئلہ کا حکم واضح ہوسکتا ہے)

اما الاولی فاقول الظاھر فیھا عندی البناء علی التیسر فمن عندہ فانوس متقد ویقدر علی الخروج بہ الی المسجد اوکان متقدا والاٰن اطفأہ وفیہ دھن وعندہ کبریت فای مشقۃ تلحقہ فی ایقادہ والخروج بہ نعم من لیس عندہ اولہ واحد وفی البیت العیال ان خرج بہ تعسرت علیھم الاعمال اوھالت ظلمۃ اللیل الاطفال اوامرأۃ وحدھا مالھا مونس فی الحال فھذا لایؤمر بان یحصل الاٰن فانوسا بشراء اوسؤال۔

(۱) مسئلہ جماعت۔ اقول اس میں میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ آسانی سے میسر آنے پر حکم کی بنا رکھی جائے جس کے پاس جلتا ہُوا چراغ یا لالٹین موجود ہے اور اسے لے کر مسجد جاسکتا ہے ____ یا چراغ پہلے جل رہا تھا، اس وقت بجھا دیا ہے مگر اس میں تیل موجود ہے اور اس کے پاس دیا سلائی بھی ہے تو اسے جلانے اور لے کر مسجد جانے میں کون سی مشقت ہے، ہاں جس کے پاس چراغ نہیں ____ یا ہے مگر ایک ہی ہے اور گھر میں بال بچے ہیں کہ اگر لے کر چلا گیا تو ان کے کاموں میں دشواری ہوتی ہے یا رات کی تاریکی سے بچے خوف و دہشت میں مبتلا ہوتے ہیں، یا اکیلی عورت ہے جو فی الحال کوئی مونس نہ ہونے کی وجہ سے تاریکی میں خوف زدہ ہوتی ہے تو ایسے شخص کو اس حالت میں کوئی چراغ خرید کر یا مانگ کر حاصل کرنے کا حکم نہ دیا جائے گا۔ (ت)

وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشر المشائین فی الظلم الی المساجد بالنور التام یوم القیٰمۃ[1] اخرجہ ابوداؤد والترمذی بسند صحیح عن بریدۃ وابن ماجۃ

جب کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی ہے کہ "تاریکیوں میں مسجدوں تک کثرت سے پیادہ جانے والوں کو روز قیامت بھرپور روشنی ملنے کی بشارت دے دو"۔ یہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی

[1] سنن ابی داؤد ما جاء فی فضل المشی الی الصلوٰۃ فی الظلم مطبعہ مجتبائی لاہور ۱/۸۳

www.alahazratnetwork.org

والحاکم عن انس وسھل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنھم وافی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رجل اعمٰی فقال یارسول اللہ لیس لی قائد یقودنی الی المسجد فسال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یرخص لہ فیصلی فی بیتہ فرخص لہ فلما ولی دعاہ فقال ھل تسمع النداء بالصلاۃ قال نعم قال فاجب[2] رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

نے بسندِ صحیح حضرت بریدہ سے ۔ اور ابن ماجہ وحاکم نے حضرت انس اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کی" اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس ایک نابینا شخص حاضر ہوئے، عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی مسجد لے جانیوالا نہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے درخواست کی کہ انھیں گھر میں نماز ادا کرلینے کی رخصت مرحمت فرمادیں۔ حضور نے انہیں رخصت دے دی۔ جب وہ واپس چلے تو انھیں بلاکر فرمایا: کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا" تو حاضری دو۔" یہ حدیث امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ (ت)

اقول حکم اولاً بالرخصۃ وھی الحکم العام ثم ارشدہ الی العزیمۃ ولابی داؤد والنسائی عن عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہما انہ قال یارسول اللہ ان المدینۃ کثیرۃ الھوام والسباع فھل تجد لی من رخصۃ قال ھل تسمع حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح قال نعم قال فحیھلا[2]۔

اقول حضور نے پہلے انھیں رخصت کا حکم دیا جو حکم عام ہے۔ پھر انھیں عزیمت کی جانب ہدایت فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ابوداؤد اور نسائی کی روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ! مدینہ میں زہریلے جانور اور درندے بہت ہیں تو کیا میرے لیے کوئی رخصت ہے؟ فرمایا: تم حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح (آؤ نماز کی طرف، آؤ فلاح کی طرف) سنتے ہو؟ عرض کی: ہاں۔ فرمایا: تب حاضری دو۔ (ت)

اقول لم یجبہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالنفی بل بدأ بسؤال لیرشدہ الی العزیمۃ فاذا[3] کانت نفس الشارع

اقول: حضور نے رخصت کے سوال پر نفی میں جواب دیا، بلکہ از سرِ نو ایک سوال کردیا تاکہ عزیمت کی جانب انھیں ارشاد و رہنمائی فرماسکیں۔ جب

---

[1] صحیح مسلم فصل صلوٰۃ الجماعۃ و بیان التشدید قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۳۲/۱

[2] سنن ابی داؤد التشدید فی ترک الجماعۃ مطبوعہ مجتبائی لاہور ۸۱/۱

www.alahazratnetwork.org

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم متشوقۃ الی حضور الجماعۃ الی ھذہ الغایۃ فکیف یقال تسقط عنہ الجماعۃ بظلمۃ اللیل وان کان ایقادہ نحو فانوس وخروجہ بہ متیسرا بلا کلفۃ اصلا ومسألۃ النجاسۃ انما امرنا فیھا بالتطھیر بالماء وقد حصل ومایشق زوالہ عفو والعفو لایتکلف فی ازالتہ۔

واما الثانیۃ **فاقول** یبنی الامر فیھا علی الامکان لما علمنا ان قلیل المشقۃ لایکون عذرا فیہ مالم تشتد وتبلغ حد الحرج والضرر ولذا لم یبیحوا للمحدث التیمم لاجل البرد[1] کما فی الخانیۃ والخلاصۃ والمصفی والفتح والنھر وغیرھا وقد اوجبوا فیہ علی الجنب دخول الحمام باجرۃ او تسخین الماء ان قدر فی الھندیۃ یجوز التیمم اذا خاف الجنب اذا اغتسل ان یقتلہ البرد او یمرضہ والخلاف فیما اذا لم یجد مایدخل بہ الحمام فان وجد لم یجز اجماعا وفیما اذا لم یقدر علی تسخین الماء فان قدر لم یجز ھکذا فی السراج الوھاج[2] اھ فاتضح ماذکرتہ فی تصویر المسألۃ۔

حضرت شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے قلب پاک جماعت میں لوگوں کی حاضری کا اس حد تک مشتاق ہے تو یہ حکم کیسے دیا جاسکتا ہے کہ رات کی تاریکی میں جماعت ساقط ہے اگرچہ چراغ وغیرہ جلانا اور لے کر جانا بآسانی اور بغیر کسی زحمت کے میسر ہو۔ اور مسئلہ نجاست میں ہمیں صرف یہ حکم تھا کہ پانی سے پاک کردیں یہ کام ہوگیا اور جس اثر کا دُور ہونا دشوار ہو وہ معاف ہے اور جو معاف ہے اسے دُور کرنے کا مکلف نہیں۔ (ت)

(۲) مسئلہ تیمم۔ اقول، اس میں بنائے حکم امکان پر ہے اس لیے کہ معلوم ہے اس میں معمولی مشقت عذر نہیں جب تک شدید اور حرج و ضرر کی حد تک نہ پہنچ جائے۔ اسی لیے حدث والے کے لیے ٹھنڈک کی وجہ سے تیمم مباح نہ ہوا جیسا کہ خانیہ، خلاصہ، مصفٰی، فتح القدیر، النہر الفائق وغیرہا میں ہے۔ اور جنابت والے پر اجرت دے کر حمام میں نہانا یا اگر قدرت ہو تو پانی گرم کرنا واجب ہوا۔ ہندیہ میں ہے: "جنابت والے کو جب یہ خوف ہو کہ غسل کرے گا تو ٹھنڈک سے ہلاک ہوجائے گا یا بیمار پڑجائے گا تو تیمم جائز ہے۔ اور حمام میں جاکر نہلانے کی اجرت اس کے پاس نہ ہو تو اس صورت میں اختلاف ہے اور اگر اجرت اس کے پاس ہو تو بالاجماع اس کے لیے تیمم جائز نہیں۔ اس صورت میں بھی اختلاف ہے جب

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوز لہ التیمم مطبعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۸

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول من التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸

پانی گرم کرنے پر قادر نہ ہو۔ اگر قدرت ہو تو تیمم جائز نہیں۔ ایسا ہی سراج وہاج میں ہے اھ۔ ابتداءً صورتِ مسئلہ بیان کرتے ہوئے ہم نے جو ذکر کیا ہے اس کی صحت مذکورہ بالا تفصیلات سے روشن ہوجاتی ہے۔ (ت)

(۹۴ تا ۹۶) **اقول** بدستور اگر روشنی کا سامان بقیمت ملتا ہے اور اس کے پاس حاجت سے زائد قدر قیمت موجود ہے یا بیچنے والا اُدھار پر راضی اور قیمت مثل پر زیادت فاحشہ نہیں خریدنا واجب ورنہ تیمم کرے۔

(۹۷) **اقول** مسئلہ نمبر ۹۲ سے دو فائدے اور حاصل ہوئے ایک یہ کہ اگر مسافر جنگل میں اُترا اور اندھیری رات ہے اور کُنوئیں تک جانے میں خوف ہے تیمم کرے کہ جب گھر میں تیمم کی اجازت دی تو جنگل میں بدرجۂ اولٰی۔

(۹۸ تا ۱۰۲) **اقول** دوم یہ کہ نمبر ۸ تا ۱۲ میں کہ پانی پر درندے[۹۸] سانپ آگ[۹۹] یا رہزن یا دشمن[۱۰۰] یا فاسق[۱۰۱] یا قرضخواہ[۱۰۲] کا ہونا مذکور ہوا اگر ان اشیاء کا فی الحال وہاں ہونا معلوم نہیں مگر صحیح اندیشہ ہے جب بھی اجازت تیمم ہے کہ ظلمت شب میں کوٹھری میں جاتے ہوئے اُسی مظنہ سے خوف ہے نہ شے معلوم التحقق سے۔

(۱۰۳ تا ۱۱۱) دشمن وفاسق وقرضخواہ کی ہر صورت میں بدستور وہ تین تین صورتیں ہوں گی کہ اُجرت پر لادینے والا زیادہ مانگتا ہے یا اُدھار پر راضی نہیں یا یہ دے ہی نہیں سکتا تو تیمم کرے۔

(۱۱۲ تا ۱۱۵) **اقول** یونہی اگر رات کو جنگل میں ہے اور گود میں بچّہ اور اُسے پانی تک لے جانے میں بھیڑیئے کا اندیشہ اور کوئی ایسا نہیں کہ پانی لادے یا جس کے بچّے کو چھوڑ جائے یا ہے اور زیادہ اجرت کا طالب یا یہ دے نہیں سکتا یا مال اور جگہ ہے اور وُہ ادھار پر راضی نہیں ان صورتوں میں بھی تیمم کرے مرد ہو خواہ عورت۔

(۱۱۶ و ۱۱۷) سخت تڑاقے کی دھوپ پڑ رہی ہے یا شدّت کی ٹھنڈ ہے یا لا گر رہا ہے ان عذروں کے سبب پانی لینے کو جانا واقعی سخت دشوار اور ناقابلِ برداشت تکلیف کا باعث ہے اور انتظار میں وقت جاتا ہے تیمم سے پڑھ کر وضو سے اعادہ کرے کما سیأتی۔

(۱۱۸ تا ۱۲۲) **اقول** یونہی اگر ہولناک آندھی چل رہی ہے خصوصاً رات میں یا معاذ اللہ زلزلہ ہے یا عیاذاً باللہ بجلی تڑپ تڑپ کر گر رہی ہے یا کثرت سے اولے پڑ رہے ہیں یا کیچڑ اندھن بشدت ہے کہ یہ سب[۱] جماعت تو جماعت خود فرض جمعہ میں عذر ہیں تو اسی طرح تیمم کے لیے بھی اور حکم اعادہ بدستور۔ درمختار باب الامامۃ میں ہے:

لاتجب علی من حال بینہ وبینھا مطر و	اس شخص پر جماعت واجب نہیں جس کی حاضریِ جماعت

عـه البرد یذکر فی النمرۃ بعدھا والحر فی ۱۲۳ عن عدۃ کتب ۱۲ منہ غفرلہ (م)

برودت کا ذکر اس کے بعد والے نمبر میں آئے گا اور حرارت کا ذکر نمبر ۱۲۳ میں متعدد کتابوں سے آئے گا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

طين وبرد شديد وظلمة كذلك وريح ليلا لا نهارا[1]

میں سخت بارش، کیچڑ، ٹھنڈک اور تاریکی حائل ہو یا رات کے وقت آندھی حائل ہو دن کو نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وانما كان عذرا ليلا فقط لعظم مشقته فيه دون النهار[2] اھ۔

یہ صرف رات کو عذر ہوا کیونکہ اس وقت اس کے لیے بڑی مشقت و دشواری ہے دن میں یہ بات نہیں اھ (ت)

اقول وانت تعلم ان على شدة الاذية المدار فان ثبت نهارا اثبتت الرخصة او لم تثبت ليلا لم تثبت۔

اقول: معلوم ہے کہ مدار تکلیف و اذیت کی شدت پر ہے اگر یہ دن میں متحقق ہو تو دن میں بھی رخصت ہوگی اور اگر رات میں متحقق نہ ہو تو رات کو بھی رخصت نہ ہوگی۔ (ت)

اسی کے باب الجمعہ میں ہے،

شرط لافتراضها عدم مطر شديد ووحل وثلج ونحوهما[3]

فرضیت جمعہ کے لیے شرط ہے کہ سخت بارش، کیچڑ، برف اور ایسی ہی کوئی چیز حائل نہ ہو۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ردالمحتار میں ہے:

ای كبرد شديد كما قدمناه فى باب الامامة[4] اھ

یعنی جیسے سخت ٹھنڈک، جیسا کہ اسے ہم باب الامامۃ میں بیان کرچکے ہیں۔ (ت)

اقول بل قدمه هو كما رأيت الأن وشمل قوله نحوهما ما زدت من زلزلة وصاعقة والعياذ بالله تعالى بل بالاولى كما لا يخفى۔

اقول: نہیں بلکہ خود صاحب درمختار نے اسے پہلے بیان کیا ہے جیسا کہ ان کی عبارت ابھی نقل ہوئی۔ اور ان کا قول نحوهما (ایسی ہی کوئی چیز) زلزلہ اور صاعقہ، والعیاذ باللہ تعالٰی، جن کا میں نے اضافہ کیا انھیں بھی شامل ہے بلکہ یہ تو بدرجۂ اولٰی شامل ہوں گے جیسا کہ ظاہر ہے۔ (ت)

---

[1] الدرالمختار مع الشامی باب الامامۃ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۱

[2] ردالمحتار " " "

[3] الدرالمختار مع الشامی باب الجمعہ " ۱/۶۰۱ و ۶۰۳

[4] ردالمحتار " " ۱/۶۰۳

(۱۲۳) جس طرح شدّت کا مینہ جمعہ وجماعت میں عذر ہے کما تقدم عن الدر (جیسا کہ دُرِمختار کے حوالہ سے گزرا۔ ت) یوں ہی جمع العلوم وملتقی ومجتبٰی وکفایہ وقنیہ وحلیہ وبحر وہندیہ وغیرہا میں اُسے تیمم کے لیے بھی عذر گنا۔

كما قدمته في ١٠٠ ففي الحلية والبحر عن المبتغى بالغين المعجمة من كان في كلة جاز تيممه لخوف البق او مطر او حر شديد[1] الخ۔

جیسا کہ میں نے "الظفر لقول زفر" ۱۰۰ میں نقل کیا، تو حلیہ اور بحر میں مبتغی ۔ بغین معجمہ ۔ کے حوالہ سے ہے "جو کلّہ (مچھردانی کی طرح مچھر وغیرہ سے بچانے والے چھوٹے سے خیمہ) میں ہو اس کے لیے پسّو یا بارش یا سخت گرمی کے اندیشہ سے تیمم جائز ہے اگر وقت نکلنے کا خوف ہو۔ (ت)

قلت ورأيته في بعض الكتب بزيادة او برد وكان تركهم من باب الاكتفاء كما قال في جامع الرموز عند قوله لبعده ميلا او مرض او برد تخصيص البرد من قبيل الاكتفاء فان الحر الشديد مبيح التيمم[2] اھ وعزاه للزاهدي۔

قلت اور یہ مسئلہ میں نے بعض کتب میں "او برد" (یا ٹھنڈک) کے اضافہ کے ساتھ دیکھا ہے گویا علماء کا اسے ذکر نہ کرنا چند کے ذکر پر اکتفاء کے طور پر ہے جیسا کہ جامع الرموز میں "لبعدہ میلا او مرض او برد" (ایک میل دُوری یا بیماری یا سردی کی وجہ سے) کے تحت لکھا ہے خاص سردی کا ذکر اکتفاء کے قبیل سے ہے اس لیے کہ سخت گرمی سے بھی تیمم جائز ہو جاتا ہے اھ۔ اور اسے زاہدی کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اقول مگر یہ بظاہر بہت عجیب ہے کہ پانی کا وجود تیمم کا موجب ہو شدّت کے مینہ میں وضو وغسل سب کچھ ہو سکتا ہے خود مینہ سے یا پرنالے سے یا کسی برتن میں پانی لے کر۔

وانا **اقول** وباللّٰه التوفیق (اور میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) اس کی ایک ظاہر صورت یہ ہے کہ وضو کرنا ہے اور سر پر دیر تک پانی گرنا مثلاً بوجہ ضعف دماغ مضر ہے اور چھتری یا چادر وغیرہ نہیں جس سے سر کو پانی سے بچا سکے نہ چھجّے کا کوئی پرنالہ چل رہا ہے کہ چھجّے کے نیچے کھڑا ہو کر اُس سے وضو کرے یا ہوا سے پانی کی دھاریں اسی طرف آرہی ہیں کہ چھجّا حاجب نہ ہو گا نہ خادم غلام لڑکا کوئی ایسا ہے کہ پانی لے کر اسے دے دے نہ کوئی برتن کہ اُسے کسی پرنالے کے نیچے رکھ دے یا پرنالہ ہی نہیں اور مینہ میں رکھے تو پانی قابلِ وضو اتنی دیر میں جمع ہو کر وقت نکل جائے غرض وضو کی کوئی صورت نہیں سوا اس کے کہ مینہ میں کھڑا ہو کر اعضائے وضو دھوئے اور اتنی دیر تک پانی سر پر لے اور یہ اُسے مضر ہے تو یہاں مینہ کا وجود ہی وضو سے مانع ہوا اور نہ وضو مضر نہ تھا۔

---

[1] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۰

[2] جامع الرموز فصل فی التیمم المکتبۃ الاسلامیہ ایران ۱/۶۶

(۱۲۴) **اقول** دوسری دقیق صورت یہ ہے کہ وضو کرنا یا نہانا ہے اور پانی اصلاً مضر نہیں مگر اور طریقے مسدود ہیں سوا اس کے کہ برہنہ میں کھڑا ہو کر وضو یا غسل کرے اور کوئی خلوت کا مکان نہیں کہ کپڑے اتار کر طہارت کرے مثلاً سفر میں سرِ راہ ہے اور کپڑے باریک ہیں کہ پانی میں بھیگ کر بے ستری ہوگی اور باندھنے کو کوئی دبیز رنگین تہبند نہیں تو استظہاراً حلیہ وغنیہ مذکور نمبر ۳ د پر مطلقاً تیمم کا حکم ہوگا اور اگر وقت اتنا نہیں کہ ان بھیگے کپڑوں کو نچوڑ کر خشک کرکے پہننے تک باقی رہے تو دوسرے قول پر بھی صریح عذر موجود ہے کہ اب خود نماز میں بے ستری ہوگی لہذا تیمم کرے پھر پانی سے طہارت کرکے اعادہ۔

(۱۲۵ تا ۱۳۰) **اقول** ان دونوں صورتوں میں حسبِ دستور تین تین صورتیں اور نکلیں گی کہ پانی لے دینے والا اُجرت چاہتا ہے یا برتن یا تہبند کرایہ پر ملتا ہے اور یہ مفلس ہے یا وہ ادھار پر راضی نہیں یا اجرت مثل سے بہت زائد مانگتا ہے۔

(۱۳۱ تا ۱۳۵) **اقول** پہاڑ سے لگاتار پانی جھر رہا ہے مگر خفیف نہ دھار بندھ کر اور ریت میں جذب ہوتا جاتا ہے اس کے پاس کوئی ایسا کپڑا نہیں نہ مول ملتا ہے جسے گزرگاہِ آب پر پھیلا کر اُسے اعضاء پر نچوڑ کر یا کسی برتن میں جمع کرکے وضو کرے یا خریدنے کو دام نہیں یا دوسری جگہ ہیں اور وہ اُدھار نہیں دیتا یا قیمت سے بہت زیادہ مانگتا ہے یا کپڑا موجود ہے مگر اُسے یُوں بھگونے نچوڑنے میں ایک درم یا زیادہ کا نقصان ہے پانچوں صورتوں میں تیمم کرے۔

www.alahazratnetwork.org

(۱۳۶) انہی عبارات میں گزرا کہ اگر مچھروں کے خوف سے مسہری کے اندر پردے چھوڑے ہوئے ہے اور وقت جاتا ہے تیمم سے پڑھ لے یعنی پھر اعادہ کرے **اقول** مچھر پِسُو سے ایسی اذیت جس کے خوف کے باعث ترک وضو وغسل کی اجازت ہو بعید ہے ہاں ڈانس کی ایذا شدید ہے۔

(۱۳۷) **اقول** یونہی اگر پانی کے پاس مہال چھڑی ہوئی ہے اور انتظار میں خوفِ فوت وقت ہے۔

وھو داخل فی معنی مانصوا علیہ من خوف سبع وحیۃ وان لم یدخل فی لفظہ وکذا صاحبہ السابق۔

درندے اور سانپ کا خوف جس کی فقہاء نے تصریح کی ہے یہ اس کے معنٰی کے تحت داخل ہے اگرچہ اس کے لفظ میں داخل نہیں۔ اسی طرح اس سے پہلے والی صورت۔ (ت)

(۱۳۸ تا ۱۴۱) **اقول** جو پانی تک نہ جاسکتا ہو مثلاً لُنجھا یا اپاہج یا پاؤں کٹا ہوا یا مفلوج یا مریض یا نقیہ یا نہایت بوڑھا کہ چل نہیں سکتے یا اندھا جسے اٹکل نہیں یا رات کو شبکور یا کمر وغیرہ کے درد کے باعث چلنے سے معذور اس کے پاس اگر نوکر یا غلام یا بیٹا پوتا کوئی ایسا نہیں جس پر اس کی خدمت لازم ہو نہ ایسا کہ اس کے

کنے سے لادے نہ اُجرت پر لانے والا یا اجیر ہے مگر یہ اُجرت پر قادر نہیں یا قادر ہے مگر مال دوسری جگہ اور وہ اُدھار پر راضی نہیں یا اُجرت مثل سے بہت زیادہ مانگتا ہے تیمم کرے اور اعادہ نہیں علماء نے ان معذوروں کا ذکر جمعہ و جماعت میں فرمایا ہے 3/3

وقیدت الاعمی بمن لایھتدی تبعا لما حقق العلامۃ الشامی رحمہ اللہ تعالٰی۔

اندھے کے لیے میں نے یہ قید لگائی "جسے اٹکل نہیں یعنی خود راہ نہیں طے کر پاتا۔ یہ قید علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی کی تحقیق کے اتباع میں ہے۔ (ت)

اقول وردت النقیہ وھو غیر المریض والاعشی ومن بہ وجہ خاصرۃ اوغیرھا لایستطیع معہ المشی بل ھو داخل فی عدّھم المقعد علی احد تفسیریہ انہ الذی لاحراک بہ من داء فی جسدہ کان الداء اقعدہ وقیل المقعد المتشنج الاعضاء۔ش عن المغرب۔

اقول میں نے ان سب کا اضافہ کیا۔ نقیہ (نقاہت، انتہائی کمزوری والا) یہ مریض سے الگ ہے۔ شبکور (رتوندی) یا کمر وغیرہ کے درد کے باعث چلنے سے معذور بلکہ مُقعَد (اپاہج) کی ایک تفسیر کے پیش نظر علماء کے شمارِ مقعد میں یہ بھی داخل ہے وہ تفسیر یہ ہے کہ مُقعَد وہ ہے جس میں جسم کی کسی بیماری کی وجہ سے حرکت نہ ہو گویا بیماری نے اسے بٹھا دیا ہے۔ اور کہا گیا کہ اپاہج وہ ہے جس کے اعضاء میں تشنج (کھچاؤ) پایا جاتا ہو۔ شامی بحوالہ مغرب (ت)

اور اگر پانی تک جا تو سکتا ہے مگر ضعف یا مرض یا ہاتھوں میں درد وغیرہ کے باعث بھر نہیں سکتا تو یہ نمبر ۱۷ ہے۔

(۱۳۲) جنب کو جنب ہونا یاد نہ رہا مسجد میں چلا گیا اب یاد آیا یا معتکف مسجد میں سوتا تھا کہ اُسے جائز ہے یا غیر معتکف اگرچہ اُسے منع ہے اور نہانے کی حاجت ہُوئی یہ لوگ نہ مسجد میں چل سکتے ہیں نہ ٹھہر سکتے ہیں نہ مسجد میں غسل ہو سکتا ہے ناچار بہ صورت عجز ہُوئی فوراً تیمم کریں اگرچہ مسجد کی زمین یا دیوار سے اور معاً باہر چلے جائیں اگر جا سکتے ہوں اور اگر باہر جانے میں بدن یا مال پر صحیح اندیشہ ہے تو تیمم کے ساتھ بیٹھے رہیں بیٹھنے کی صورت میں تیمم ضرور واجب ہے وخلافہ غیر بین ولا مبین (اس کے برخلاف جو کہا گیا وہ نہ تو خود واضح ہے نہ اس پر کوئی بیان و دلیل۔ ت) اور نکلنے کی صورت میں بہت اکابر اس تیمم کو صرف مستحب جانتے ہیں اور فوراً بلاتیمم نکل جانا بھی جائز جانتے ہیں اور احوط تیمم ہے۔ ؟

ف ردالمحتار باب الامامۃ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۰

www.alahazratnetwork.org

٥

اقول[ف] ذہنِ فقیر میں یہاں بعض مہم تفصیلیں ہیں :

اوّلاً اس تیمم کے کرنے میں جہاں تک حدِ امکان ہو تعجیل تام کا حکم ہے تو جو صورت جلد سے جلد تیمم ہوجانے کی ہو اُس کا بجالانا واجب اور ادنٰی تاخیر ناجائز کہ بضرورت اُتنی ہی دیر اسے توقف کی اجازت ہوئی ہے جس میں تیمم کرسکے ایک لحظہ بھی تیمم کرنے میں تاخیر روا نہیں کہ اتنی دیر بلاضرورت بحالِ جنابت مسجد میں ٹھہرنا ہوگا اور یہ حرام ہے لہٰذا اگر اس کے ہاتھ کے پاس مثلاً کوئی مٹّی کا برتن رکھا ہے اور دیوار قدم بھر دُور ہے تو واجب کہ اُسی برتن سے فوراً تیمم کرے اور اگر دیوار قریب اور برتن دُور ہے یا یہ ہی نہیں تو اگر مسجد میں جہاں یہ بیٹھا ہے فرش نہیں تو زمینِ مسجد و دیوار میں نسبت دیکھی جائے گی اگر دیوار سے متصل ہے کہ صرف ہاتھ بڑھانا ہوگا تو اختیار ہے دیوار سے تیمم کرے یا زمین سے اور اگر دیوار تک کچھ بھی سرکنا ہوگا تو خاص زمینِ مسجد سے تیمم کرے دیوار تک نہ جائے اور اگر مسجد میں فرش ہے تو دیوار تک پہنچنا یا اُس فرش کا ہٹانا جو جلد ہوسکے وہ کرے۔

ثانیاً یہ تیمم مسجد سے نکل جانے کے لیے تھا کہ بحالِ جنابت[ف۲] جس طرح مسجد میں ٹھہرنا حرام ہے یوں ہی ہمارے نزدیک اُس میں چلنا بھی حرام ہے اب کہ تیمم کرچکا فوراً نکل جائے اور اگر مسجد میں چند دروازے ہیں تو وہ دروازہ اختیار کرے جو قریب تر ہو اُس نکلنے[ف۳] میں خواہ مسجد سے باہر جاکر اس تیمم سے کسی آیت کی تلاوت نہیں کرسکتا کہ یہ تیمم باوصف قدرتِ آب محض خروج عن المسجد کے لیے تھا ہاں اگر باہر جانے میں جان یا مال یا آبرو کا صحیح اندیشہ ہو تو اسی تیمم سے مسجد میں ٹھہرا رہے مگر نماز و[ف] تلاوت نہیں کرسکتا اُن کے لیے دوبارہ اُن کی نیت سے تیمم کرنا ہوگا۔

ثالثاً نکلنے کے لیے تیمم کا حکم وجوباً خواہ استحباباً اُس صورت میں ہونا چاہئے جبکہ عین کنارہ مسجد پر نہ ہو کر پہلے ہی قدم میں خارج ہوجائے گا جیسے دروازے یا حُجرے یا زمینِ پیشِ حجرہ کے متصل سوتا تھا اور احتلام ہُوا یا جنابت[ف] یاد نہ رہی اور مسجد میں ایک ہی قدم رکھا تھا ان صورتوں میں فوراً ایک قدم رکھ کر باہر ہوجائے کہ اس خروج میں مرور فی المسجد نہ ہوگا اور جب تک تیمم پُورا نہ ہو بحالِ جنابت مسجد میں ٹھہرنا رہے گا۔ ھذا ما عندی واللہ تعالٰی اعلم۔

فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے :

کان الرجل فی المسجد فغلبہ النوم واحتلم تکلموا فیہ قال بعضھم لایباح لہ الخروج قبل التیمم وقال بعضھم یباح اھ[۱]	آدمی مسجد میں تھا کہ اسے نیند آگئی اور احتلام ہوگیا اس کے بارے میں علماء نے کلام کیا ہے بعض نے کہا تیمم سے پہلے اس کے لیے نکلنا جائز نہیں۔ اور بعض نے کہا

[۱] فتاوٰی قاضیخان فصل فیما یجوز لہ التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۱

3

وفی الاختیار شرح المختار ثم الشلبیۃ نام فی المسجد فاجنب قیل لا یباح لہ الخروج حتی یتیمم وقیل یباح اھ[1] وفی تیمم البحر عن المحیط[عـہ] اصابتہ الجنابۃ فی المسجد قیل لا یباح لہ الخروج من غیر تیمم اعتبارا بالدخول وقیل یباح لان فی الخروج تنزیہ المسجد عن النجاسۃ وفی الدخول تلویثہ بہا اھ[2]۔

جائز ہے اھ اختیار شرح مختار پھر شلبیہ میں ہے "مسجد میں سوگیا پھر اسے جنابت لاحق ہوئی، کہا گیا جب تک تیمم نہ کرے اس کے لیے نکلنا جائز نہیں۔ اور کہا گیا کہ جائز ہے" اھ۔ البحرالرائق کے باب تیمم میں محیط کے حوالہ سے ہے "کسی کو مسجد میں جنابت لاحق ہوئی تو کہا گیا کہ بغیر تیمم اس کے لیے نکلنا جائز نہیں جیسے جنبی کے لیے بغیر تیمم مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ نکلنا بغیر تیمم کے بھی جائز ہے اس لئے کہ نکلنے میں مسجد کو نجاست سے خالی اور منزہ کرنا ہوگا جب کہ داخل ہونے میں اسے نجاست سے آلودہ کرنا ہوگا اس لیے حکم خروج کا دخول پر قیاس درست نہیں اھ (ت)

واحال تمامہ علی الحیض وقال ثمہ وفی منیۃ المصلی ان احتلم فی المسجد تیمم للخروج اذا لم یخف وان خاف یجلس مع التیمم ولا یصلی ولا یقرؤ اھ وصرح فی الذخیرۃ ان ھذا التیمم مستحب وظاھر ما قدمناہ فی التیمم عن المحیط انہ واجب ثم الظاھر ان المراد بالخوف الخوف من لحوق ضرر بہ بدنا اوما کان یکون لیلا اھ[3] کلامہ وھو برمتہ

بحر نے حوالہ دیا کہ اس کا پورا بیان باب الحیض میں ہے۔ وہاں یہ لکھا ہے: منیۃ المصلی میں ہے: اگر مسجد میں احتلام ہوا تو نکلنے کے لیے تیمم کرے اگر کوئی خوف نہ ہو، اور خوف کی صورت ہو تو تیمم کرکے بیٹھا رہے اس سے نہ نماز پڑھے نہ تلاوت کرے اھ اور ذخیرہ میں تصریح ہے کہ یہ تیمم مستحب ہے اور محیط کے حوالہ سے باب التیمم میں ہم جو ذکر کرچکے ہیں اس کا ظاہر یہ ہے کہ واجب ہے۔ پھر ظاہر یہ ہے کہ خوف سے مراد بدن یا مال کو کوئی ضرر پہنچنے کا خوف ہے مثلاً رات کا

عـہ یعنی الرضوی کما یظھر بمراجعۃ الحلیۃ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

یعنی محیط رضوی جیسا کہ حلیہ دیکھنے سے پتا چلتا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

www.alahazratnetwork.org

---

[1] حاشیۃ شلبیۃ مع التبیین باب الحیض بولاق مصر ۱/ ۵۶
[2] البحرالرائق باب التیمم عند قولہ ولو جنبا او حائضا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۴۷
[3] البحرالرائق باب الحیض " " ۱/ ۱۹۶

31
31

ماخوذ عن الحلیة الا لفظ الظاھر فانه اورد کلام المحیط وعزا مثله الخانیة ثم قال وھذا صریح فی ان الخلاف فی الاباحة اھ[1]۔

وقت ہو" اھ بحر کی عبارت ختم ہوئی۔ سوائے لفظ "ظاہر" کے یہ سارا کلام حلیہ سے ماخوذ ہے اس لیے کہ اس میں محیط کی عبارت نقل کی ہے اور یہ بھی حوالہ دیا ہے کہ اسی کے مثل خانیہ میں ہے پھر لکھا ہے کہ "یہ اس بارے میں صریح ہے کہ اختلاف جواز میں ہے" اھ (ت)

اقول وھو کما تری لا شبھة فیه فلا ادری لم بدل الصریح بالظاھر وان تبعه فیه اخوہ المدقق فی النھر ثم ابو السعود علی مسکین ثم ط علی الدر ھذا۔

اقول اور واقعۃً اس میں کوئی شبہ نہیں جیسا کہ عبارتوں سے عیاں ہے۔ پھر نہ معلوم کیوں صاحب بحر نے لفظ صریح کی جگہ لفظ ظاہر استعمال کیا اگرچہ اس میں ان کے برادر مدقق نے النہر الفائق میں پھر ابو السعود نے حاشیۂ ملا مسکین میں پھر طحطاوی نے حاشیۂ درمختار میں ان کی پیروی کی ہے۔ (ت)

وقال فی الحلیة تحت قول المتن المذکور ھذا قول بعض المشایخ والتیمم عند ھذا القائل مستحب فی الفصلین کما صرح به فی الذخیرة اھ ثم ذکر ما فی المحیط والخانیة وانه صریح فی ان الخلاف فی الاباحة قال ثم الظاھر انھا (ای الاباحة) الاشبه کما ھو غیر خاف عن المتامل ان شاء اللہ تعالٰی فان قلت بل یتعین لما فی الصحیحین عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالٰی عنه قال اقیمت الصلاة وعدلت الصفوف فخرج الینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فلما قام فی مصلاہ ذکر انه

حلیہ میں متن کی مذکورہ عبارت کے تحت ہے: "یہ مشائخ میں سے بعض کا قول ہے اور اس قائل کے نزدیک تیمم دونوں ہی صورتوں میں مستحب ہے جیسا کہ ذخیرہ میں اس کی تصریح ہے" اھ پھر محیط اور خانیہ کی بات بیان کی ہے اور یہ کہ یہ اس بارے میں صریح ہے کہ اختلاف جواز میں ہے۔ لکھا ہے: "پھر ظاہر یہ ہے کہ وہ (یعنی اباحت) ہی زیادہ مناسب ہے جیسا کہ غور کرنے والے پر مخفی نہ ہوگا ان شاء اللہ تعالٰی۔ اگر یہ کہو کہ جواز و اباحت ہی متعین ہے اس لیے کہ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: "نماز کی اقامت ہوئی اور صفیں برابر کی گئیں پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لائے جب جائے نماز پر کھڑے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] حلیہ

جنب فقال لنا مکانکم ثم رجع فاغتسل ثم خرج الینا و رأسہ یقطر فکبر فصلینا معہ فان الظاھر انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یتیمم لخروجہ من المسجد و الا لحکاہ ابوھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ واذا لم یتیمم لہ کان الخروج منہ بلا تیمم مباحا وھو المطلوب قلت انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان مباحا لہ دخول المسجد و المکث فیہ جنبا[1] اھ ھذا اتمام کلامہ رحمہ اللہ تعالٰی ملخصا۔

ہوگئے تو حضور کو یاد آیا کہ وہ جنابت کی حالت میں ہیں، فرمایا: تم لوگ اپنی جگہ رہو۔ پھر واپس تشریف لے گئے، غسل فرمایا پھر تشریف لائے اور سر سے پانی ٹپک رہا تھا پھر تکبیر کہی اور ہم نے حضور کے ساتھ نماز ادا کی"۔ اس لیے کہ ظاہر یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مسجد سے نکلنے کے لیے تیمم نہ فرمایا ورنہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اسے بیان کرتے۔ اور جب اس کام کے لیے تیمم نہ فرمایا تو حضور کا بلا تیمم نکلنا جائز و مباح ہوا اور ہم بھی یہی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے بحالتِ جنابت مسجد میں داخل ہونا اور ٹھہرنا مباح تھا" اھ — یہ سب محقق حلبی رحمہ اللہ تعالٰی کے کلام کی تلخیص ہے۔ (ت)

اقول سبحٰن[ف] اللہ کیف یباح للجنب المکث فی المسجد بلا تیمم وھو حرام اجماعا والخائف ان عجز عن الخروج والاغتسال فھو بسبیل من التیمم والتیمم طہارۃ صحیحۃ عند العجز عن الماء فاباحۃ اللبث فی المسجد جنبا مع القدرۃ علی الطہارۃ مما تنبو عنہ القواعد الشرعیۃ وان جزم بہ فی التاترخانیۃ ایضا فعنہا فی الہندیۃ اذا خاف الجنب او الحائض سبعا او لصا او بردا فلا باس بالمقام فیہ والاولٰی ان یتیمم تعظیما للمسجد[2] اھ بل فی

www.alahazratnetwork.org

اقول: سبحان اللہ۔ صاحبِ جنابت کے لیے بلا تیمم مسجد میں ٹھہرنا کیوں کر جائز ہوگا جبکہ یہ بالاجماع حرام ہے۔ خوف والا اگر نکلنے اور غسل کرنے سے عاجز ہو تو اس کے لیے تیمم کی اجازت ہے۔ اور پانی سے عجز کے وقت تیمم طہارت صحیحہ ہے تو طہارت پر قدرت کے باوجود مسجد میں بحالتِ جنابت ٹھہرنے کو جائز قرار دینا ایسی بات ہے جس سے شرعی اصول و قواعد ہم آہنگ نہیں اگرچہ اس پر تاتارخانیہ میں بھی جزم کیا ہے۔ اسی کے حوالہ سے ہندیہ میں ہے: "جنبی یا حائض کو جب کسی درندہ یا چور یا ٹھنڈک کا خطرہ ہو تو مسجد کے اندر ٹھہرنے میں حرج نہیں، اور تعظیم مسجد کے

---

[1] حلیہ

[2] فتاوی ہندیہ الفصل الرابع فی احکام الحیض الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸

الخانیۃ من موجبات الغسل ثم فی خزانۃ المفتین حیث قال من احتلم فی المسجد ینبغی ان یخرج من ساعتہ فان کان فی اللیل وخاف الخروج یستحب لہ ان یتیمم[1] اھ۔

نعم الخروج مسرعا بلا تیمم لہ وجہ کما اشار الیہ فی المحیط الرضوی ولھذا مشی غیر واحد علی وجوب التیمم فی المکث وندبہ فی الخروج وان کان ظاھر مامر عن خزانۃ المفتین ندب ترکہ فی الخروج ففی الدر من احکام الجنب لو احتلم فیہ ان خرج مسرعا تیمم ندبا وان مکث لخوف فوجوبا[2] اھ قال ش افاد ذلک فی النھر توفیقا بین اطلاق ما یفید الوجوب وما یفید الندب[3] اھ۔

اقول صریح[1] نص الخانیۃ والمحیط والاختیار لایباح لہ الخروج فھذا لیس بتوفیق بل تلفیق وقال فی باب الحیض تحت قولہ یمنع حل دخول مسجد افاد منع الدخول ولو للمرور وقدم[2] فی الغسل

پیشِ نظر تیمم کرلینا بہتر اور اولٰی ہے" اھ۔ بلکہ خانیہ میں موجبات الغسل کے تحت پھر خزانۃ المفتین میں بھی لکھ دیا ہے کہ "جسے مسجد میں احتلام ہوا سے فوراً باہر نکل جانا چاہیے۔ اگر رات کا وقت ہو اور نکلنے میں خطرہ ہو تو تیمم کرلینا مستحب ہے" اھ۔ (ت)

ہاں بغیر تیمم کے تیزی سے نکل جانا تو ایک وجہ رکھتا ہے جس کی طرف محیط رضوی میں اشارہ کیا ہے۔ اسی لیے متعدد حضرات اسی قول پر چلے ہیں کہ ٹھہرنے کی صورت میں تیمم واجب ہے اور نکلنے کی صورت میں مستحب ہے۔ اگرچہ خزانۃ المفتین کی گزشتہ عبارت کا ظاہر یہ ہے کہ نکلنے کی صورت میں ترکِ تیمم مستحب ہے۔ درمختار میں احکام جنب کے تحت ہے "مسجد میں احتلام ہوا اگر تیزی سے نکلتا ہو تو تیمم مستحب ہے اور اگر کسی خوف کی وجہ سے ٹھہرتا ہے تو واجب ہے"۔ اھ شامی میں کہا کہ "نہر فائق میں یہ افادہ فرمایا ہے تاکہ جن عبارتوں سے مطلقاً وجوب مستفاد ہوتا ہے اور جن سے مطلقاً استحباب مستفاد ہوتا ہے دونوں میں تطبیق ہوجائے (ت)

اقول: خانیہ، محیط اور اختیار کے صریح الفاظ یہ ہیں کہ اس کے لیے نکلنا مباح نہیں، تو یہ تطبیق نہ ہوئی بلکہ تلفیق ہوئی۔ اور علامہ شامی نے باب الحیض میں "یَمْنَعُ حِلَّ دخولِ مسجدٍ" (حیض دخولِ مسجد کے جواز سے مانع ہے) کے تحت تحریر فرمایا ہے:

---

[1] فتاوٰی قاضیخان فصل فیما یوجب الغسل مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۲

[2] الدرالمختار مع الشامی موجبات الغسل مصطفی البابی مصر ۱/۱۲۶

[3] ردالمحتار " " " " "

www.alahazratnetwork.org

تقییدہ بعدم الضرورۃ بان کان بابہ الی المسجد ولایمکنہ تحویلہ ولا السکنی فی غیرہ وذکرنا ھناک ان الظاھر حینئذ انہ یجب التیمم للمرور اخذا مما فی العنایۃ عن المبسوط[1] (ای کما یأتی) وکذا لو مکث فی المسجد خوفا من الخروج بخلاف مالو احتلم فیہ وامکنہ الخروج مسرعا فانہ یندب لہ التیمم لظھور الفرق بین الدخول والخروج[2] اھ

"ان الفاظ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر صرف گزرنے کے طور پر مسجد میں دخول ہو تو یہ بھی ممنوع ہے۔ اور غسل کے بیان میں گزرنے کی ممانعت صرف اس حالت سے مقید کی ہے جب مسجد سے گزرنے کی ضرورت نہ ہو۔ ضرورت کی صورت یہ ہے کہ مثلاً اس کا دروازہ مسجد میں ہے اور نہ دروازہ دوسری طرف پھیر سکتا ہے نہ کسی دوسرے گھر میں رہ سکتا ہے۔ وہاں پر ہم نے عنایہ میں مبسوط کے حوالہ سے ذکر شدہ عبارت (جو آگے آنے والی ہے) سے اخذ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ ایسی صورت میں مسجد سے گزرنے کے لیے تیمم واجب ہے۔ اسی طرح اگر نکلنے کے خوف سے مسجد ہی میں ٹھہرتا ہے تو بھی تیمم واجب ہوگا بخلاف اس صورت کے جبکہ مسجد میں اسے احتلام ہُوا اور تیزی سے نکل سکتا ہے کہ ایسے شخص کے لیے تیمم مستحب ہے اس لیے کہ داخل ہونے اور نکلنے میں نمایاں فرق ہے۔" اھ (ت)

www.alahazratnetwork.org

وقال السید ط علی مراقی الفلاح لو اجنب فیہ تیمم وخرج من ساعتہ ان لم یقدر علی استعمال الماء وکذا لو دخلہ وھو جنب ناسیا ثم ذکر وان خرج مسرعا من غیر تیمم جاز وان لم یقدر علی الخروج تیمم ولبث فیہ ولایجوز لبثہ بدونہ الا انہ لایصلی ولایقرؤ کما فی السراج[3] اھ

سید طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں لکھا ہے: "اگر اسے مسجد میں جنابت لاحق ہُوئی تو تیمم کرے اور فوراً باہر نکل جائے اگر پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو۔ ایسے ہی اگر جنابت کی حالت میں بھُول کر مسجد میں چلا گیا پھر یاد آیا تو یہی حکم ہے۔ اور اگر بغیر تیمم کے تیزی سے نکل جائے تو جائز ہے۔ اور اگر نکلنے پر قادر نہ ہو تو تیمم کرکے مسجد میں ٹھہرے اس کے بغیر ٹھہرنا جائز نہیں مگر اس تیمم سے نہ نماز پڑھ سکتا ہے نہ تلاوت کرسکتا ہے جیسا کہ سراج میں ہے۔" اھ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب الحیض مصطفی البابی مصر ۱/۲۱۴

[2] ایضاً

[3] طحطاوی علی مراقی الفلاح باب الحیض والنفاس الخ مطبعۃ ازہریہ مصر ص ۸۳

اقول و(1) معنی القدرة علی استعمال الماء ان یکون ثمہ ماء و موضع اعد للاغتسال او عندہ اناء یمکن ان یغتسل فیہ بحیث لایقع شیئ من الغسالة فی المسجد او تکون لہ ثیاب صفیقة تمسك الماء فیغتسل علیھا ثم یرمی بہ خارج المسجد وھو واقعتی وللہ الحمد کنت معتکفا فی مسجدی فی الشتاء واردت الوضوء وکان المطر شدیدا فتوضأت علی لحافی ولم تصب المسجد قطرة وللہ الحمد وکان ھذا بحمد اللہ تعالٰی الھاما من ربی ثم بعد سنین رأیت الارشاد الیہ فی البحر عن تجنیس الامام الاجل صاحب الھدایة قال رحمہ اللہ تعالٰی (2) لوسبقہ الحدث وقت الخطبة یوم الجمعة فان وجد الطریق انصرف وتوضأ وان لم یمکنہ الخروج یجلس ولا یتخطی رقاب الناس فان وجد ماء فی المسجد وضع ثوبہ بین یدیہ حتی یقع الماء علیہ ویتوضؤ بحیث لاینجس المسجد ویستعمل الماء علی التقدیر ثم بعد خروجہ من المسجد یغسل ثوبہ قال البحر وھذا احسن جدا اھ[1]۔

اقول: پانی کے استعمال پر قدرت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہاں پانی اور غسل کے لیے بنی ہوئی کوئی جگہ ہو۔ یا اس کے پاس کوئی ایسا برتن ہو جس میں اس طرح غسل کرسکتا ہو کہ مسجد میں اس کا غسالہ ذرا بھی گرنے نہ پائے۔ یا اس کے پاس پانی روک لینے والے دبیز کپڑے ہوں تو ان پر غسل کرے پھر پانی مسجد سے باہر پھینک دے۔ بحمد اللہ اسی صورت پر ایک بار مجھے عمل کا اتفاق ہوا۔ موسم سرما میں اپنی مسجد میں معتکف تھا اور سخت بارش ہورہی تھی میں نے وضو کرنا چاہا تو اپنے لحاف پر اس طرح وضو کیا کہ مسجد میں ایک قطرہ بھی نہ پڑسکا۔ وللہ الحمد۔ اس وقت یہ طریقہ بحمد اللہ تعالٰی خدا کی جانب سے بطورِ الہام دل میں آیا پھر کئی سال بعد میں نے البحر الرائق میں دیکھا کہ امام اجل صاحبِ ہدایہ رحمہ اللہ تعالٰی کی "تجنیس" کے حوالے سے اس کی ہدایت موجود ہے۔ وہ فرماتے ہیں: "اگر کسی کو جمعہ کے دن خطبہ کے وقت حدث لاحق ہوگیا تو اگر نکلنے کا راستہ ملے نکل جائے اور وضو کرے۔ اور اگر نکلنا ممکن نہ ہو تو اس وقت بیٹھا رہے لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر نہ جائے، پھر اگر مسجد کے اندر پانی مل جائے تو سامنے اپنا کپڑا اس طرح رکھ لے کہ پانی اسی پر پڑے اور اس طرح وضو کرے کہ مسجد نجس نہ ہو اور، پانی ایک خاص اندازے سے (علی التقدیر) استعمال کرے پھر مسجد سے نکلنے کے بعد اپنا وہ کپڑا دھولے"۔ صاحب بحر نے فرمایا: "یہ بڑی اچھی صورت ہے"۔ اھ (ت)

www.alahazratnetwork.org

---

[1] البحرالرائق فصل کرہ استقبال القبلۃ بالفرج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۴

اقول قولہ لاینجس والامر بغسل الثوب بناء علی نجاسۃ الماء المستعمل وقولہ علی التقدیر ای التقلیل کیلا ینفذ الماء من الثوب فان کان الثوب کثیرا لقطن کواقعتی یسبغ الوضوء کما فعلت وللّٰہ الحمد۔

اقول: صاحبِ ہدایہ کی عبارت میں مسجد کے نجس ہونے کی بات اور کپڑا دھونے کا حکم مائے مستعمل کی نجاست کی بنیاد پر ہے۔ اور ان کے قول "علی التقدیر" (ایک خاص انداز سے) کا مطلب یہ ہے کہ پانی کم استعمال کرے تاکہ پانی کپڑے سے نفوذ کرکے مسجد میں نہ گرنے پائے۔ ہاں اگر کپڑا زیادہ رُوئی والا ہو جیسا کہ میرا واقعہ تھا تو وضو میں اسباغ کرے جیسے میں نے پورے طور سے وضو کیا۔ وللہ الحمد۔ (ت)

قال فی الدر ومن [ف1] منہیاتہ التوضی فی المسجد الا فی اناء او فی موضع اعد لذلک[1] اھ قال ط فعلہ فیہ مکروہ تحریما لوجوب صیانتہ عما یقذرہ وان کان طاھرا[2] اھ بل نقل فی البحر من الاعتکاف عن البدائع ان غسل المعتکف رأسہ فی المسجد لاباس بہ اذا لم یلوثہ بالماء المستعمل فان کان بحیث یتلوث المسجد یمنع منہ لان تنظیف المسجد واجب ولو توضأ فی المسجد فی اناء فھو علی ھذا التفصیل[3] اھ ثم قال اعنی البحر بخلاف [ف2] غیر المعتکف فانہ یکرہ لہ التوضؤ فی المسجد ولو فی اناء الا ان یکون

دُرمختار میں ہے: "مسجد میں وضو کرنا بھی اس کے ممنوعات سے ہے مگر کسی برتن میں یا ایسی جگہ وضو کرسکتا ہے جو وضو کے لیے بنی ہُوئی ہو" اھ۔ طحطاوی فرماتے ہیں: "مسجد میں وضو کرنا مکروہِ تحریمی ہے اس لیے کہ مسجد کو ہر آلودہ کرنے والی اور خلافِ نظافت چیز سے بچانا ضروری ہے اگرچہ وہ کوئی پاک ہی چیز ہو" اھ بلکہ بحر کے باب الاعتکاف میں بدائع سے نقل کیا ہے کہ: "اگر معتکف مسجد میں سر دھوئے تو حرج نہیں جبکہ مائے مستعمل سے مسجد آلودہ نہ ہونے دے، اگر مسجد آلودہ ہونے کی صورت ہو تو ممنوع ہے کیونکہ مسجد کو صاف ستھرا رکھنا واجب ہے اور اگر مسجد کے اندر کسی برتن میں وضو کرے تو اس میں بھی یہی تفصیل ہے" اھ پھر صاحبِ بحر

---

[1] الدرالمختار مع الطحطاوی مکروہات الوضو مطبوعہ بیروت ۷۶/۱
[2] طحطاوی علی الدر " " "
[3] البحرالرائق باب الاعتکاف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۰۳/۲

موضعا اتخذ لذلك لایصلی فیه[1] اھ۔

نے لکھا ہے: ”غیر معتکف کے لیے یہ اجازت نہیں اس لیے کہ اس کے لیے مسجد میں وضو کرنا مکروہ ہے، خواہ کسی برتن ہی میں کرے لیکن اگر مسجد میں وضو کے لیے بھی بنی ہوئی کوئی ایسی جگہ ہے جہاں نماز نہیں پڑھی جاتی (تو غیر معتکف بھی وہاں وضو کرسکتا ہے)، اھ (ت)

اقول والیه یشیر قوله فی مکروھات الصلاۃ یکرہ الوضوء والمضمضة فی المسجد الا ان یکون موضع فیه اتخذ للوضوء ولا یصلی فیه[2] اھ فلم یستثن الا ھذا ومثله فی غمز العیون عن شرح الجامع الصغیر للتمرتاشی لکن البحر قدم فی بحث الماء المستعمل عن الخانیة ان توضأ فی اناء فی المسجد جاز عندھم[3] اھ وعلیه مشی فی اشباھه فقال تکرہ المضمضة والوضوء فیه الا ان یکون ثمه موضع اعد لذلك لایصلی فیه اوفی اناء[4] اھ واعتمد السید الحموی مقالته فی الاعتکاف فقال ھذا الحکم وان کان فی الخانیة لکن لیس علی العموم کما یفھم من کلامه بل فی المعتکف فقط بشرط عدم تلویث المسجد قال فی البدائع[5] الی اٰخر ما قدمنا عن اعتکاف البحر وقال العلامة الرملی فی حاشیته الظاھر ترجیح ما فی فتاوی

اقول: اسی کی طرف مکروہاتِ نماز کے بیان میں ان کی درج ذیل عبارت کا بھی اشارہ ہے: ”مسجد میں وضو کرنا اور کُلی کرنا مکروہ ہے مگر یہ کہ اندرونِ مسجد کوئی ایسی جگہ ہو جو وضو کے لیے بنی ہو اور وہاں نماز نہ پڑھی جاتی ہو“۔ اھ اشارہ اس طرح ہے کہ صرف اسی صورت کا انہوں نے استثناء کیا۔ اسی کے مثل غمز العیون میں تمرتاشی کی شرح جامع صغیر کے حوالہ سے لکھا ہُوا ہے۔ لیکن صاحبِ بحر خانیہ کے حوالہ سے مائے مستعمل کی بحث میں یہ لکھ چکے ہیں کہ: ”اگر مسجد کے اندر کسی برتن میں وضو کیا تو ان حضرات کے نزدیک جائز ہے“۔ اھ اسی قول پر وُہ اپنی کتاب اشباہ میں بھی چلے ہیں۔ اس میں لکھا ہے: ”مسجد میں کُلی کرنا اور وضو کرنا مکروہ ہے مگر یہ کہ وہاں کوئی ایسی جگہ ہو جو اسی کام کے لیے بنی ہو جس میں نماز نہ پڑھی جاتی ہو یا کسی برتن میں وضو ہو“ اھ۔ باب الاعتکاف میں ان کا جو قول ہے اسی پر سیّد حموی نے اعتماد کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ”یہ حکم اگرچہ خانیہ میں ہے مگر عام نہیں

---

[1] البحرالرائق باب الاعتکاف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۰۳
[2] البحرالرائق فصل لما فرغ من بیان الکراہۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۴
[3] البحرالرائق آخر بحث الماء المستعمل ” ” ” ۱/ ۹۶
[4] الاشباہ والنظائر القول فی احکام المسجد ” ” ” ۲/ ۲۳۰
[5] غمز عیون البصائر ” ” ” ” ” ”

www.alahazratnetwork.org

قاضیخان[1] اھ نقلہ فی المنحۃ۔ جیسا کہ ان کے کلام سے سمجھ میں آتا ہے۔ بلکہ صرف معتکف کے لیے ہے وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ مسجد آلودہ نہ ہو۔ بدائع میں ہے (اس کے بعد وہ پوری عبارت درج کی ہے جو اعتکاف بحر کے حوالہ سے ابھی ہم لکھ چکے) اور صاحب خیریہ علامہ رملی نے اپنے حاشیہ میں لکھا ہے کہ: ظاہر اسی کی ترجیح ہے جو فتاوٰی قاضی خان میں ہے اھ۔ یہ عبارت علامہ شامی نے منحۃ الخالق میں نقل کی ہے۔ (ت)

اقول بل الاولی التوفیق فان کان الاناء بحیث یخشی ان لاتقع الغسالۃ کلھا فیہ بل یترشش بعض منھا خارجہ کرہ ولعلہ الغالب فلذا اطلق المنع فی باب الاعتکاف وان امن ذلک لم یکرہ وھو مراد الخانیۃ واللہ تعالٰی اعلم ھذا وقال ط فی المسألۃ الدائرۃ ھو والسید ابو السعود الازھری ظاھر مافی المحیط وجوب ھذا التیمم وفصل فی السراج بین ان یخرج سریعا فیجوز ترکہ او یمکث فیہ للخوف فلایجوز ترکہ وعلیہ یحمل مافی المحیط[2] اھ اھ دل قولھما اھ علی ان الجملۃ الاخیرۃ علیہ یحمل ما فی المحیط من کلام السراج الوھاج۔

اقول: بلکہ (بجائے ترجیح کے) تطبیق بہتر ہے۔ اگر برتن ایسا ہو جس میں یہ اندیشہ ہو کہ سارا غسالہ اس کے اندر نہ پڑے گا بلکہ کچھ چھینٹے اس سے باہر بھی جائیں گے تو اندرونِ مسجد ایسے برتن میں وضو مکروہ ہے۔ شاید یہی صورت زیادہ تر پائی جاتی ہے اسی لیے باب الاعتکاف میں مطلقاً منع کیا ہے اور اگر چھینٹے باہر جانے کا اندیشہ نہ ہو تو مکروہ نہیں۔ یہی خانیہ کی مراد ہے اور اللہ تعالٰی اعلم۔ یہ ذہن نشین رہے زیر بحث مسئلہ (مسجد سے نکلنے کے لیے تیمم جنب) میں سید طحطاوی اور سید ابو السعود ازہری لکھتے ہیں کہ: "عبارت محیط کا ظاہر بتاتا ہے کہ یہ تیمم واجب ہے اور سراج میں یہ تفصیل ہے کہ اگر تیزی سے نکل جائے تو ترکِ تیمم جائز ہے اور کسی خوف کی وجہ سے ٹھہرا رہے تو ترک جائز نہیں اور اس پر وہ بھی محمول ہوگا جو محیط میں ہے اھ۔" طحطاوی و ازہری کی عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آخری جملہ (اسی پر وہ بھی محمول ہوگا جو محیط میں ہے) سراج وہاج کا قول ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اقول وفیہ نظر ظاھر فان

اقول: یہ کھلے طور پر محلِ نظر ہے اس لیے

---

[1] منحۃ الخالق مع البحر بحث الماء المستعمل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۶

[2] طحطاوی علی الدر باب الحیض مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۴۹

صریح کلام المحیط فی الخروج دون اللبث هذا وانا اقول وباللہ التوفیق یؤید الفارقین بین الدخول والخروج مسألۃ فی الصوم فقد نصوا[1] ان من جامع ناسیا اولیلا فطلع الفجر فان نزع مع الذکر و الفجر لاشیئ علیہ وان امنی بعد النزع لانہ کالاحتلام ولو مکث قضی کما فی الدر وعامۃ الاسفار الغرفالایلاج جماع و المکث جماع والنزع اقلاع لاجماع و الا لوجب فساد الصوم۔

عبارت محیط میں ٹھہرنے والی صورت کا ذکر نہیں بلکہ صرف صورتِ خروج کا صریح بیان اس میں ہے۔ یہ ذہن نشین رہے۔ اور اب میں کہتا ہوں (اقول) اور توفیق خدا ہی سے ہے۔ جنابت کے ساتھ مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کی صورتوں میں جو حضرات فرق کرتے ہیں ان کی تائید روزہ کے ایک مسئلہ سے ہوتی ہے۔ فقہائے نے تصریح فرمائی ہے کہ جس نے بھول کر جماع کیا یا رات کو جماع کر رہا تھا کہ فجر طلوع ہوگئی۔ اگر پہلی صورت میں یاد آتے ہی اور دوسری صورت میں فجر نمودار ہوتے ہی ہٹ گیا تو اس کے ذمہ کچھ نہیں اگرچہ ہٹنے کے بعد منی خارج ہو اس لیے کہ یہ احتلام کی طرح ہوگا —— اور اگر فوراً نہ ہٹا بلکہ ذرا دیر بھی ٹھہرا رہا تو روزہ کی قضا کرے جیسا کہ درمختار اور عامہ کتب میں مذکور ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ داخل کرنا جماع ہے اور ٹھہرنا بھی جماع ہے لیکن نکالنا اور ہٹنا جماع کرنا نہیں بلکہ جماع سے باز آنا ہے ورنہ روزہ ضرور فاسد ہوجاتا —— (اسی طرح جنب کا مسجد میں داخل ہونا اور ٹھہرنا تو ممنوع ہے اور بغیر تیمم جائز نہیں مگر مسجد سے نکلنا یہ ممنوع نہیں بلاتیمم بھی جائز ہے)۔ (ت)

الا ان یقال ھو مستثنی بدلالۃ الکریمۃ اُحِلّ لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم[2] واللیل الی طلوع الفجر فالحل ممتد الیہ ومن لازمہ وقوع النزع بعد الفجر فلو یعد جماعا وانکان فیہ الکون فی الفرج بعد الفجر مالم یستتم خروجا لانہ لاسبیل لہ الی الاقلاع الا ھذا

مگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جماع سے رُکنے والی مذکورہ صورت آیت کریمہ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم (تمہارے لیے روزے کی رات میں اپنی عورتوں سے قربت جائز کی گئی) سے مستثنیٰ ہے۔ اس لیے کہ رات طلوعِ فجر تک ہے تو قربت کا جواز طلوعِ فجر تک دراز ہوگا جس کے لیے لازم ہے کہ رکنا اور نکالنا بعدِ فجر واقع ہو تو اس

---

[1] الدرالمختار مع الشامی باب ما یفسد الصوم مصطفی البابی مصر ۲/۱۰۸

[2] القرآن ۲/۱۸۷

بخلاف من فی المسجد فلہ سبیل الی التیمم تأمل فانہ موضعہ۔

صورت میں جب تک کہ بعد فجر پڑھنا مکمل نہیں ہوتا شرمگاہ سے مشغولیت کا معنٰی متحقق رہتا ہے پھر بھی اُسے جماع نہ شمار کیا گیا اس لیے کہ اس کے لیے ایسی حالت میں ہٹنے اور باز آنے کی اور کوئی صورت نہیں ـــــ لیکن جو جنب مسجد سے نکلنا چاہتا ہے اس کے لیے جنابت کے ساتھ ہی نکلنا ضروری نہیں بلکہ اس کے لیے ایک صورت یہ ہے کہ تیمم کرکے نکلے تأمل فانہ موضعہ (یہاں تأمل اور غور کرنے کا موقع ہے)۔ (ت)

اقول ولایبعد علی ھذا ان قیل ان الجنب ممنوع عن المسجد لبثا و اجتیازا وھو فی الخروج بلا تیمم مجتاز وفی اللبث للتیمم ماکث لانہ لایطھر مالم یتم التیمم فان کان مکثہ ھذا التطھیر الجسد فان اجتیازہ ھذا التنزیہ المسجد فھو بین بلیتین فلیختر اھونھما و بین نجاتین فلیرتد اعجلھما بان ینظر ایھما اسرع تیممہ او خروجہ فیختارہ وان استویا خیر ولکن لیس لمثلی ان یکون لہ قیل فی حکم وانما علی اتباع مارجحوہ وصححوہ

اقول: اس اعتراض پر اگر یہ کہا جائے تو بعید نہ ہوگا کہ جنب کے لیے مسجد میں ٹھہرنا اور مسجد سے گزرنا دونوں ہی منع ہے ـــــ اور اگر وہ بلا تیمم نکلتا ہے تو گزرنے کی صورت پائی جاتی ہے اور تیمم کرنے کے لیے رُکتا ہے تو ٹھہرنے کی صورت پائی جاتی ہے، اس لیے کہ جب تک اس کا تیمم مکمل نہیں ہوتا وہ ناپاک اور جنب ہی ہے۔ اب دیکھیے اس کا یہ ٹھہرنا اگر بدن کی تطہیر کے لیے ہے تو اس کا گزرنا مسجد کی تنزیہ کے لیے ہے تو وہ دو مصیبتوں میں گھرا ہے (ٹھہرنا اور گزرنا) جو آسان اور ہلکی ہو اسے اختیار کرے ـــــ اور دو نجاتیں اس کے سامنے ہیں (تطہیرِ بدن اور تنزیہِ مسجد) جو جلد مل سکے اسی کو حاصل کرلے وہ نظر کرے کہ کون جلد ہوسکتا ہے ـــــ تیمم کرنا یا باہر نکلنا ـــــ جو جلدی ہو اسے اختیار کرے اور اگر دونوں برابر ہوں تو کسی کو بھی اختیار کرسکتا ہے ـــــ یہ وہ فیصلہ ہے جو میرے ذہن میں آیا مگر مجھ جیسے شخص کا یہ مقام نہیں کہ کسی حکم میں اس کا کوئی قول ہو۔ میرے ذمہ تو اسی کا اتباع ہے جسے فقہائے کرام نے ترجیح دی اور جس کی تصحیح کی (ت)

فاذن **اقول** قدم فی الخانیۃ و المحیط والاختیار القول بالوجوب وفقیہ النفس لایقدم الا الاظھر الاشھر کما صرح بنفسہ فی صدر فتاواہ

اس کے پیشِ نظر میں کہتا ہوں (**اقول**) خانیہ، محیط اور اختیار میں وجوبِ تیمم کا قول مقدم رکھا ہے اور امام فقیہ النفس اسی کو مقدم کرتے ہیں جو اظہر و اشہر ہو جیسا کہ فتاوٰی خانیہ کے شروع میں خود ہی

فیکون ھو المعتمد کما قالہ ط و ش و کذلک قدمہ الباقون والتقدیم دلیل الترجیح ثم نحن بین حاظر ومبیح فالاخذ بالحاظر احوط ثم المبیح لاینہی عن التیمم بل یستحبہ والحاظر یوجبہ ففعلہ متفق علیہ وترکہ مختلف فیہ فالاخذ بالمتفق علیہ اولٰی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اس کی تصریح فرمائی ہے تو معتمد قول یہی ہوگا جیسا کہ طحطاوی وشامی نے فرمایا —— اسی طرح دیگر حضرات نے بھی اسے مقدم رکھا ہے اور تقدیم دلیل ترجیح ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہم حاظر و مبیح (ناجائز قرار دینے اور جائز قرار دینے والے) کے درمیان ہیں تو حاظر کو اختیار کرنے میں ہی زیادہ احتیاط ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ جو جائز کہتے ہیں وہ بھی تیمم سے منع نہیں کرتے بلکہ اسے مستحب کہتے ہیں —— اور جو ناجائز کہتے ہیں وہ تیمم کو واجب قرار دیتے ہیں تو تیمم کرنے کی صورت متفق علیہ ہے (کسی کو اس کے جواز سے اختلاف نہیں)، اور ترکِ تیمم کی صورت مختلف فیہ ہے (کیونکہ تیمم کو واجب کہنے والوں کے نزدیک ترکِ تیمم جائز نہیں) تو اُسی صورت کو اختیار کرنا بہتر واَولٰی ہے جو متفق علیہ ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

(۱۴۳) نہانے کی حاجت ہے پانی مسجد کے اندر ہے جیسے وسط مسجد میں حوض یا وہ کنواں جس تک مسجد ہی میں ہوکر راہ ہے اور اس کے سوا پانی اور کہیں نہیں یا تا نہ کوئی مسجد میں سے لادینے والا ہے تیمم کرکے جائے اور پانی لے آئے۔ محیط رضوی پھر البحرالرائق میں ہے:

جنب مر علی مسجد فیہ ماء یتیمم للدخول ولایباح لہ الا بالتیمم۔[1]

کسی جنابت والے کو کسی ایسی مسجد سے گزرنا ہے جس میں پانی ہے تو دخولِ مسجد کے لیے وہ تیمم کرے اور اسے بغیر تیمم داخل ہونا جائز نہیں اھ (ت)

مبسوط پھر غنایہ پھر شامی میں ہے:

مسافر مر بمسجد فیہ عین ماء وھو جنب ولایجد غیرہ فانہ یتیمم لدخول المسجد عندنا۔[2]

کوئی مسافر بحالتِ جنابت کسی ایسی مسجد کے پاس سے گزرا جس میں پانی کا چشمہ ہے اور دوسرا پانی اس کی دسترس میں نہیں تو ہمارے نزدیک دخول مسجد کے لیے اسے تیمم کرنا ہے۔ (ت)

---

[1] البحرالرائق باب التیمم عند قولہ ولو جنباً او حائضاً ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۷

[2] ردالمحتار باب الحیض مصطفی البابی مصر ۱/۲۱۴

منیہ میں ہے :

جنب وجد الماء فی المسجد ولیس معہ احد تیمم ودخل[1] قال فی الحلیۃ اذا کان لایجد ماء غیرہ یقدر علی استعمالہ شرعا[2] الخ۔

کوئی جنب ہے جس کے لیے مسجد ہی میں پانی دستیاب ہے، اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا نہیں تو وہ تیمم کرکے مسجد میں جائے۔ حلیہ میں فرمایا: بشرطیکہ کوئی دوسرا ایسا پانی اس کی دسترس میں نہ ہو جس کے استعمال پر شرعاً اسے قدرت ہو الخ۔ (ت)

اقول فقد جمع بین الشرطین وھما مرادان قطعا وان اھملھما فی المحیط واقتصر فی المبسوط والمنیۃ علی واحد واحد۔

اقول: حلیہ میں دونوں شرطیں جمع کردی ہیں اور دونوں ہی قطعاً مراد ہیں اگرچہ محیط میں دونوں ذکر نہ کیں۔ اور مبسوط و منیہ میں صرف ایک ایک پر اکتفا کیا۔ (ت)

(۱۴۴ تا ۱۴۶) **اقول** بدستور یہاں بھی وہی صورتیں ہوں گی کہ اگر پانی لادینے والا اجرت مثل مانگتا ہے اور یہ ابھی دے سکتا ہے یا وُہ اُدھار پر راضی ہے تیمم جائز نہیں ورنہ جائز۔

www.alahazratnetwork.org

ثم رأیت بحمداللہ تعالی اشار الی بعضھا فی الحلیۃ مع افادات زائدۃ[عہ] فراجعھا تحت قول المنیۃ المذکور۔

پھر میں نے دیکھا کہ بحمداللہ تعالٰی ان میں سے بعض کی طرف حلیہ میں مزید کچھ افادات کے ساتھ اشارہ فرمایا ہے۔ منیہ کی مذکورہ عبارت کے تحت یہ سب حلیہ میں دیکھا جائے۔ (ت)

عہ قال رحمہ اللہ تعالٰی ھل یجب سؤال ذلک لاحد او یستحب فیہ تأمل ویمکن ان یفرع علی مسئلۃ طلب الماء من رفیقہ اذا کان معہ ماء

صاحبِ حلیہ رحمہ اللہ تعالٰی رقم طراز ہیں، اس دوسرے شخص سے پانی مانگنا واجب ہے یا مستحب ہے۔ یہ مقامِ تأمل ہے۔ اس کی تفریع اُس مسئلہ پر کی جاسکتی ہے جب رفیقِ سفر کے پاس پانی ہو۔

(باقی برصفحہ آیندہ)

---

[1] منیۃ المصلی باب التیمم مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور ص ۵۲

[2] حلیہ

تنبیہ یہاں بحر میں محیط رضوی سے ایک اور صورت لکھی کہ وہ دہ در دہ سے کم حوض ہے اور پانی ڈور اور کوئی برتن

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فیقال تفریعا علی احد اقوال فیھا یجب ان غلب علی ظنہ اجابتہ ولو باجرۃ المثل والا لا وعلی قول اٰخر لا یجب عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ و یجب عندھما وعلی قول اٰخر یجب مطلقا بلا اختلاف وحیث یجب لایصح تیممہ للدخول الا بعد المنع[1] اھ۔

اس مسئلہ سے متعلق اقوال میں سے ایک قول پر تفریع کرتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ اگر ظن غالب ہو کر طلب کرنے پر دے دے گا خواہ اُجرتِ مثل پر سہی، تو طلب کرنا واجب ہے ورنہ نہیں اور دوسرے قول پر یہ کہ امام اعظم کے نزدیک واجب نہیں اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے ــــ اور ایک قول پر یہ کہ مطلقاً بلا اختلاف واجب ہے ــــ اور جس صورت میں وجوب ہے دخولِ مسجد کے لیے تیمم جائز نہیں مگر اس کے بعد ہے کہ وہ دوسرا اسے پانی نہ دے اھ۔

اقول وقد عد فی مسألۃ الرفیق اربعۃ اقوال اولھا اول ما ھنا وثانیھا ان کان فی موضع لایعز الماء یجب الطلب والا یستحب والباقیان الباقیان وقد ترك ھھنا ثانیھا لرجوعہ الی الاول حیث لایختلف الامر ھھنا باختلاف الموضع وانما یدار علی غلبۃ الظن باجابتہ وعدمھا۔

اقول رفیقِ سفر کے مسئلہ میں چار اقوال گنائے ہیں، اول وہ ہے جو یہاں پہلے ذکر کیا۔ دوم یہ کہ اگر ایسی جگہ ہو جہاں پانی ملنا دشوار ہے تو طلب واجب ہے ورنہ مستحب ہے۔ سوم چہارم بقیہ وہ دونوں قول ہیں جو یہاں ذکر کیے ــــ اور یہاں قولِ دوم ترک کر دیا اس لیے کہ وہ اول ہی کی طرف راجع ہے کیونکہ جگہ کے مختلف ہونے سے یہاں حکم مختلف نہ ہوگا بلکہ مدار اس پر ہے کہ دینے کا ظن غالب ہے یا نہیں؟

اقول بل الاصوب[1] او الصواب ترکہ کذلك ثم فان المدار ثمہ ایضا ھو الظن وانما ذکر موضع

اقول بلکہ صحیح تر، یا صحیح یہ ہے کہ وہاں بھی قولِ دوم ترک کر دیا جائے اس لیے کہ وہاں بھی مدار ظن ہی پر ہے دستیابی دشوار ہونے نہ ہونے کے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

[1] حلیہ

www.alahazratnetwork.org

پاس نہیں اگر اس میں نہاتا ہے پانی بھی خراب ہوتا ہے اور یہ بھی طاہر نہ ہوگا ناچار تیمم کرے۔

هذا نصه وان کان فیه (ای اس کی عبارت یہ ہے، اور اگر اس میں (یعنی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

العزة وعدمها لکونه مظنة المنع وعدمه۔

ثم اقول قد علم من احاط بکلامنا فی الفروع مشینا علی القول الاول فی غیر ما فرع وھو الصحیح المعتمد بل التحقیق عندی بتوفیق اللہ تعالٰی انہ ھو مرجع الاقوال طرا کما بینتہ فی رسالتی "قوانین العلماء فی متیمم علم معزید ماء" غیران ظن الاجابة ھھنا اکثر من ظن عطاء ماء الطھر ثم وبیعد کل البعد ان یقف جنب علی حد المسجد ویخبر بحاجتہ مسلما ویقول لہ ناولنی الماء فیابی فاذن فی تأتی التفریع ھھنا علی الاقوال الثلثة نظر لظھور الفارق بل یجب المشی علی الثالث وھو الایجاب مطلقا وفاقا لان المنع فی مثلہ نادر والنادر لایلاحظ فی الاحکام ھذا ما علمنی الملک العلام والحمد للہ ولی الانعام ۱۲ منه غفرلہ (م)

مقام کا ذکر اسی بنیاد پر ہے کہ اس سے نہ دینے اور دینے کا ظن قائم ہوتا ہے۔

ثم اقول جس کی نظر جزئیات میں ہمارے کلام پر محیط ہوگی اسے معلوم ہوگا کہ متعدد جزئیات میں ہم قولِ اوّل پر چلے ہیں — اور وہی صحیح و معتمد ہے — بلکہ بتوفیقِ الٰہی میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ سارے اقوال کا مآل اسی کی جانب ہے جیسا کہ میں نے اپنے رسالہ "قوانین العلماء فی متیمم علم معزید ماء" میں بیان کیا ہے۔ فرق یہ ہے کہ یہاں قبولِ سوال کا گمان وہاں آب طہارت دینے کے گمان سے زیادہ ہے۔ یہ بہت بعید بات ہے کہ کنارۂ مسجد پر کوئی جنابت والا کھڑا ہو اور کسی مسلمان سے اپنی حاجت بتاتے ہوئے کہے کہ مجھے پانی دے دو پھر بھی وہ انکار کر دے۔ اس لحاظ سے بقیہ تین اقوال پر تفریع جاری ہونے میں نظر ہے اس لیے کہ وجہِ فرق موجود ہے بلکہ تیسرے قول پر چلنا لازم ہے اور وہ یہ ہے کہ بالاتفاق مطلقاً سوال واجب کیا جائے اس لیے کہ ایسے موقع پر منع نادر ہے اور احکام میں نادر کا لحاظ نہیں ہوتا۔ یہ وہ ہے جو بادشاہ علّام کی جانب سے مجھے علم دیا گیا۔ اور ساری تعریف احسان فرمانے والے خدا ہی کے لیے ہے۔ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

www.alahazratnetwork.org

فی المسجد **اقول** ولیس قیدا کما لایخفی) عین صغیرۃ ولایستطیع الاغتراف منہ لایغتسل فیھا ویتیمم لان الاغتسال فیہ یفسدہ ولایخرج طاھرا فلایکون مفیدا[1] اھ

مسجد میں **اقول** اور یہ قید نہیں جیسا کہ پوشیدہ نہیں) کوئی چھوٹا حوض ہو اور اس سے پانی نکال نہیں سکتا تو اس میں غسل نہ کرے اور تیمم کرے کیونکہ غسل کرنے سے پانی فاسد ہوجائے گا اور یہ بھی پاک ہوکر نہ نکلے گا تو نہانا بے سُود ہی ہوگا"۔ اھ (ت)

اقول مگر یہ غیر صحیح پر مبنی ہے صحیح ومعتمد یہ ہے کہ اس کا غسل اُتر جائے گا اور پانی مستعمل ہوجائے گا

لعدم الاستعمال قبل الانفصال وھی مسألۃ البئر جحط وقد قال فی البحر المذھب المختار فی ھذہ المسألۃ ان الرجل طاھر والماء طاھر غیر طھور[2] اھ۔

اس لیے کہ پانی بدن سے جُدا ہونے سے پہلے مستعمل نہیں ہوتا۔ اور یہ "مسألۃ البئر جحط" سے متعلق ہے بحر میں لکھا ہے کہ "اس مسئلہ میں مذہب مختار یہ ہے کہ آدمی طاہر ہے اور پانی طاہر غیر مطہر"۔ اھ (ت)

ف۱ تو اگر وہ پانی وقف ہے یا مالک کی اجازت نہیں اس میں نہانا ممنوع ہوگا کہ پانی کو خراب کردے گا یہ نمبر ۵۱ و ۵۳ میں داخل ہے اور اگر مالک کی اجازت یا پانی خود اس کی ملک یا قدرتی مباح ہے تو نہانا لازم اور تیمم روا نہیں۔

www.alahazratnetwork.org

ف۲ (۱۴۷) پانی ہے مگر مقید جس کا روشن بیان ہمارے رسالہ النور والنورق میں ہے تیمم کرے اسی کی فروع سے ہے وُہ مسئلہ کہ علماء نے آبِ زمزم شریف بچانے کے لیے افادہ فرمایا اپنے تبرک یا کسی کو ہدیہ دینے کے لیے زمزم لیے جاتا ہے **اقول** اتنا کہ طہارت کو خود یا دوسرے پانی سے مل کر کافی ہو وضو یا غسل کی ضرورت ہوئی بغیر اُس کے اور کافی پانی موجود نہیں فرض ہوگا کہ زمزم شریف ہی طہارت میں خرچ کرے اب اگر اُسے بچانا چاہے اُس میں گلاب کیوڑا بید مشک برابر کا ملادے[3] خلاصۃ بزازیۃ غنیۃ توشیح بحر یا زعفران اتنا کہ اُسے رنگنے کے قابل کردے[4] خلاصۃ حلیۃ یا شکر کہ شربت ہوجائے[5] ردالمحتار

---

[1] البحرالرائق باب التیمم، آخر قول ولوجنبا او حائضا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۷
[2] البحرالرائق " مسئلۃ البئر جحط " " " ۱/۹۸
[3] البحرالرائق " " " " ۱/۱۴۴
[4] خلاصۃ الفتاوٰی الماء الموضوع فی الفلوات الخ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۳
[5] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۶

اقول مگر شربت زیادہ دن نہ ٹھہرے گا اور صورت زعفران میں بھی پینا دشوار ہوگا لہذا گلاب ہی اولٰی ہے اگر حاضر ہو غرض وہ صورت کرے کہ قابلِ غسل و وضو نہ رہے اب تیمم کرے۔

(۱۴۸) اس کا دوسرا حیلہ یہ فرمایا ہے کہ زمزم کسی رفیق کو ہبہ کرکے اس کے قبضہ میں دے دے پھر اُس سے اپنے پاس بطور امانت لے لے یا اُسی کے پاس رہنے دے اور تیمم کرے کہ پانی اپنی مِلک میں نہ رہا جب وطن پہنچے یا اُس کی راہ جُدا ہو اُس سے اپنے نام مثلاً ہبہ کرالے یا کچھ دے کر خرید لے۔

خلاصہ میں ہے:

رجل فی البادیة معه ماء زمزم و قد رصص رأس القمقمة لایجوز له التیمم والحیلة ان یهبها لغیره ثمّ یودعهامنه او یجعل فیه ماء الورد او ماء الزعفران حتی یصیر مقیدا[1]۔

جنگل میں کوئی شخص ہے جس کے پاس آبِ زمزم ہے جس کے برتن کا مُنہ خوب بند کر رکھا ہے، اس کے لیے تیمم جائز نہیں۔ اور حیلہ یہ ہے کہ دوسرے کو بطور ہبہ دے دے پھر اس سے بطور امانت لے لے، یا اس میں گلاب یا زعفران ملا دے کروہ (آبِ مطلق نہ رہ جائے بلکہ) آبِ مقید ہوجائے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

فتح القدیر میں ہے:

یبتلی الحاج بحمل ماء زمزم للهدیة (زاد فی المنیة اوللاستشفاء) ویرصص رأس القمقمة فمالم یخف العطش ونحوه لایجوز له التیمم قال المصنف والحیلة فیه ان یهبه من غیره ثم یستودعه منه[2] اھ زاد فی الحلیة اوترکه مع الموهوب

حاجی کو جب اس میں ابتلا ہوتا ہے کہ آبِ زمزم ہدیہ کے لیے لئے ہُوئے ہے (منیہ میں زیادہ کیا: "یا شفاء حاصل کرنے کے لیے") اور برتن کو مُہر بند کردیا ہے تو جب تک پیاس وغیرہ کا خطرہ نہ ہو اُس کے لیے تیمم جائز نہیں۔ مصنّف نے فرمایا: "اس میں حیلہ یہ ہے کہ دوسرے کو بطور ہبہ دے دے پھر اس سے بطور امانت اپنے پاس لے لے" اھ۔ حلیہ میں یہ اضافہ کیا: "یا اُسی کے پاس رہنے دے جسے ہبہ کیا" اھ۔ حلیہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ: "اسے بہت سے

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی، الماء الموضوع فی الفلوات الخ، مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۳

[2] فتح القدیر، فرع من باب التیمم، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۹

لہ اھ وقال فیہا انہ مما توارثہ کثیر من المتأخرین من غیر قدح فی ھذہ الحیلۃ کصاحب الھدایۃ فی التجنیس و صاحب المبتغی بالغین المعجمۃ[1] اھ و اعترضہ فی الخانیۃ وعن المحیط فی المنیۃ وتبعھم البزازی فی الوجیز وقال الحلبی فی الغنیۃ ھو الفقہ بعینہ[2] وھذا لفظ الامام فقیہ النفس قال رحمہ اللہ تعالٰی ھذا لیس بصحیح عندی فانہ لو رأی مع غیرہ ماء یبیعہ بمثل الثمن او بغبن یسیر یلزمہ الشراء ولا یجوز لہ ان یتیمم فاذا تمکن من الرجوع فی الھبۃ کیف یجوز لہ التیمم[3] اھ وعن ھذا جعل الحیلۃ الاخری فی الغنیۃ وتبعہ فی الدر ان یھبہ علی وجہ ینقطع بہ الرجوع[4] اھ ای بان تکون الھبۃ بشرط العوض[5] اھ ش واعترضہ العلامۃ ط قائلا عدم التقیید اولٰی (ای ترک تقیید الھبۃ بشرط الرجوع) لانہ اذا کان یھبہ علی ھذا الوجہ لا تعود علیہ فائدتہ

متاخرین نے اس حیلہ پر کوئی جرح کیے بغیر ذکر کیا ہے جیسے صاحب ہدایہ نے تجنیس میں اور صاحب مبتغی ـــ بغین معجمہ ـــ نے بھی اسے بیان کیا ہے اھ خانیہ میں اور منیہ میں محیط کے حوالہ سے اس پر اعتراض کیا ہے اور وجیز میں بزازی نے ان حضرات کی پیروی کی ہے۔ حلبی نے غنیہ میں فرمایا ہے: "یہی فقاہت ہے"، اور امام فقیہ النفس رحمہ اللہ تعالٰی کے الفاظ یہ ہیں: "یہ میرے نزدیک درست نہیں اس لیے کہ اگر وہ کسی کے پاس پانی پائے جسے وہ ثمن مثل پر یا معمولی زیادتی کے ساتھ اسے فروخت کر رہا ہے تو اس پر خریدنا لازم ہے اور تیمم جائز نہیں تو جب وہ ہبہ سے رجوع کرسکتا ہے تو تیمم اس کے لیے کیونکر جائز ہوگا؟" اھ۔ اسی لیے غنیہ میں اور اس کی تبعیت کرتے ہوئے درمختار میں دوسرا حیلہ یہ بتایا ہے کہ اس طرح ہبہ کرے کہ رجوع نہ کرسکے اھ ـــ یعنی اس طرح کہ ہبہ بشرط عوض ہو اھ شامی۔ اس پر علامہ طحطاوی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ "ہبہ بشرط رجوع کی قید نہ لگانا" اولٰی ہے اس لیے کہ جب اسے اس طور پر ہبہ کردے گا تو اس کا فائدہ اسے حاصل نہ ہوسکے گا۔ تو بہتر یہ ہے کہ خود ہی

www.alahazratnetwork.org

---

[1] حلیہ
[2] غنیۃ المستملی باب التیمم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۰
[3] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوز لہ التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۶
[4] غنیۃ المستملی باب التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۰
[5] رد المحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۶

فالاولی ان ینتفع به لنفسه[1] اھ اھ اذا وھب بحیث سقط تمکن الرجوع خرج من یدہ واختیارہ ففیم الحیلۃ لانھا انما کانت لینتفع به اھداءً او استشفاءً واجاب ش بان المراد یھبه ممن یثق به بانه یردہ علیه بعد ذلك[2] اھ۔

اقول[1] ربما لایجد فی السفر من یثق به ولذا قالوا یھبه من غیرہ ولم یقیدوہ بموثوق به ولو کان[2] المراد ھذا لکان یکفی ان یبیعه ثم اذا وصلا او تفرق طریقھما یشتری منه وقد کان البیع اشھر منھا یعرفه کل احد بخلاف الھبۃ بشرط العوض التی ھی برزخ بینھما ھبۃ ابتداءً وبیع انتھاءً ولم یذکر البیع احد اما اشکال الخانیۃ فقد اجاب عنه المحقق علی الاطلاق فی الفتح بان الرجوع تملك بسبب مکروہ وھو مطلوب العدم شرعا فیجوز ان یعتبر الماء معدوما فی حقه لذلك وان قدر علیه حقیقۃ کماء الحب بخلاف البیع[3] اھ.

اس سے فائدہ اٹھائے" اھ یعنی جب اس طرح ہبہ کردیا کہ رجوع نہیں کرسکتا تو وہ اس کے قبضہ و اختیار سے نکل گیا پھر حیلہ کس بات کا؟ حیلہ تو اسی لیے تھا کہ اسے ہدیہ کرنے یا اس سے شفاء حاصل کرنے کا فائدہ اٹھاسکے۔ علامہ شامی نے اس اعتراض کے جواب میں فرمایا کہ: "مراد یہ ہے کہ ایسے شخص کو ہبہ کرے جس پر اعتماد ہو کہ وہ بعد میں اسے واپس کردے گا" اھ (ت)

اقول سفر میں ایسا بہت ہوتا ہے کہ قابلِ اعتماد آدمی نہیں ملتا۔ اسی لیے فقہاء نے دوسرے کو ہبہ کرنے کی بات تو کہی ہے مگر اس کے قابلِ اعتماد ہونے کی قید نہیں لگائی۔ اگر یہ مراد ہوتی تو یہی کافی تھا کہ اسے فروخت کردے پھر جب دونوں وطن پہنچ جائیں یا جب دونوں کا راستہ الگ الگ ہو تو یہ اس سے خرید لے۔ اور بیع تو زیادہ مشہور چیز ہے جسے ہر شخص جانتا ہے بخلاف ہبہ بشرط عوض کے جو بیع و ہبہ کے درمیان برزخ ہے کہ ابتداءً ہبہ ہے اور انتہاءً بیع ہے اور بیع کو کسی نے ذکر نہ کیا۔ رہا خانیہ کا اعتراض تو فتح القدیر میں محقق علی الاطلاق نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ "رجوع کرنا ایک مکروہ سبب کے ساتھ مالک بننا ہے اور اس فعل کا عدم شرعاً مطلوب ہے تو اس کے باعث پانی اس کے حق میں معدوم قرار دیا جاسکتا ہے اگرچہ حقیقۃً اس پر قادر ہو جیسے سبیل کا پانی، بخلاف بیع کے" اھ۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

---

[1] طحطاوی علی الدر — باب التیمم — مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۳۴
[2] ردالمحتار — " — مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۶
[3] فتح القدیر — " — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۹

اقول ای اذا وجد فی الفلاۃ ماء موضوعا للشرب لایجوز لہ التوضی منہ بل یتیمم مع قدرتہ علی الماء حسا ولغۃ حقیقۃ لعجزہ عنہ شرعا کذا ھذا بخلاف الشراء فانہ قادر علیہ شرعا ایضا وبالجملۃ فالمنع الشرعی ایضا من اسباب العجز عن استعمال الماء کسائر وجوہ العجز وھو حاصل ھھنا فساغ التیمم ھذا تقریرہ وقد اقرہ فی البحر واستحسنہ فی الحلیۃ وتعقبہ المقدسی قائلا یمکن ان یقال انما یکون الرجوع محذورا اذا کان عقد الھبۃ حقیقیا اما اذا کان علی وجہ الحیلۃ فلا اذ الموھوب لہ لایتأذی من الرجوع ھنا اصلا تأمل[1] اھ واختلف نظر العلامۃ ش فاید فی المنحۃ تعقب المقدسی بقولہ علا انہ سیأتی عن الوافی انہ اذا کان مع رفیقہ ماء فظن انہ ان سألہ اعطاہ لم یجز التیمم وان کان عندہ انہ لایعطیہ یتیمم وان شک فی الاعطاء وتیمم وصلی فسألہ فاعطاہ یعید وھنا ان لم یرجع بھبتہ یجب علیہ ان یسألہ لوجود الظن باعطائہ

اقول یعنی جب جنگل میں پینے کے لیے رکھا ہُوا پانی پائے تو پانی پر حِسّاً اور لغت میں حقیقۃً قدرت ہونے کے باوجود اس کے لیے اس سے وضو کرنا جائز نہیں بلکہ تیمم کرے گا اس لیے کہ شرعاً وہ پانی سے عاجز ہے ـــــ ایسے ہی ہبہ سے رجوع والا معاملہ ہے ـــــ اور خریدنے کی صورت اس کے برخلاف ہے کیونکہ اس پر وہ شرعاً بھی قادر ہے ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ پانی سے عجز کی دوسری صورتوں کی طرح ممانعت شرعیہ بھی پانی کے استعمال سے عجز کا ایک سبب ہے اور وہ یہاں پر موجود ہے تو تیمم جائز ہوا ـــــ یہ کلام محقق کی تقریر ہے ـــــ اسے بحر میں برقرار رکھا اور حلیہ میں پسند کیا ۔ اور مقدسی نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ "کہا جا سکتا ہے کہ رجوع اس وقت ممنوع ہوتا ہے جب ہبہ کا معاملہ حقیقی طور پر منعقد ہو لیکن اگر حیلہ کے طور پر ہو تو ممنوع نہیں اس لیے کہ جسے ہبہ کیا گیا اسے رجوع سے یہاں کوئی اذیّت نہ ہوگی ، تامل اھ ۔ یہاں علامہ شامی کا کلام دو طرح کا ہے ۔ منحۃ الخالق میں مقدسی کے اعتراض کی اس طرح تائید کی ہے : "علاوہ اس کے کہ عنقریب وافی کے حوالہ سے یہ مسئلہ آرہا ہے کہ جب رفیقِ سفر کے پاس پانی ہو اور یہ گمان ہو کہ مانگنے پر دے دے گا تو تیمم جائز نہیں اور اگر اس کا یہ عندیہ ہو کہ نہیں دے گا تو

---

[1] منحۃ الخالق مع البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۴

www.alahazratnetwork.org

اللھم الا ان یتعاھد اعلی انہ ان سألہ بعد الھبۃ لایعطیہ تتمیما للحیلۃ تأمل[1] اھ

وآید فی ردالمحتار استحسان الحلیۃ بقولہ علاان الرجوع فی الھبۃ یتوقف علی الرضا او القضاء لکن قد یقال انہ ماوھبہ الا لیستردہ والموھوب منہ لایمنعہ اذا طلبہ الواھب وذلک یمنع التیمم والجواب انہ یستردہ بھبۃ او شراء لا بالرجوع فلا یلزم المکروہ والموھوب منہ اذا علم بالحیلۃ یمتنع من دفعہ للوضوء تأمل[2] اھ

تیمم کرلے۔ اور اگر دینے سے متعلق اسے شک تھا اور تیمم کرکے نماز پڑھ لی پھر اس سے طلب کیا اور اس نے دے دیا تو اعادہ کرے۔ اور یہاں اگرچہ اپنے ہبہ سے رجوع نہ کرے لیکن اس پر یہ واجب ہے کہ پانی اس سے مانگے کیونکہ دینے کا ظن موجود ہے، ہاں مگر یہ صورت ہو کہ دونوں باہم عہد کرلیں کہ اگر ہبہ کے بعد اس سے طلب کرے تو نہ دے تاکہ حیلہ مکمل ہوجائے، تامل کرو" اھ

اور ردالمحتار میں حلیہ کے استحسان کی ان الفاظ میں تائید فرمائی ہے: "علاوہ ازیں ہبہ سے رجوع موہوب لہ کی رضامندی یا حاکم کے فیصلہ پر موقوف ہے لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس نے ہبہ اسی لیے کیا ہے کہ پھر واپس لے گا اور جسے ہبہ کیا ہے وُہ واہب کے مطالبہ کے وقت پانی دینے سے انکار نہ کریگا۔ اور یہ امر تیمم سے مانع ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دینے والا ہبہ کے ذریعے یا خرید کر واپس لے گا ہبہ سے رجوع کرکے واپس نہ لے گا۔ تو امر مکروہ لازم نہ آئے گا۔ اور جسے دیا گیا ہے جب اسے حیلہ کا علم ہے تو وضو کے لیے دینے سے وہ انکار کرے گا ۔۔۔۔ غور کرو" اھ (ت)

اقول لاوجہ للتعقب[ف1] فان الھبۃ حقیقیۃ قطعا صدرت من اھلھا فی محلھا والحیلۃ لاتنفی الحقیقۃ بل توجبھا اذ لولاھا لبطلت وکونہ یتوصل[ف2] بہ الی مقصد اٰخر لاینافی قصد العقد بل یؤکدہ اذ بہ یتوصل فکیف لایقصدہ وانما العقد بالایجاب

اقول علامہ مقدسی کے اعتراض کی کوئی وجہ نہیں اس لیے کہ ہبہ حقیقۃً ہبہ ہے جو اہل سے محل میں صادر ہوا، اور حیلہ حقیقت کو ختم نہیں کرتا بلکہ ثابت و لازم کرتا ہے اس لیے کہ اگر حقیقت کا ثبوت ہی نہ ہوتا تو حیلہ ہی باطل ہوتا۔ اور اسے کسی اور مقصد کے حصول کا ذریعہ بنانا قصدِ عقد کے منافی نہیں بلکہ

---

[1] منحۃ الخالق مع البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۴

[2] ردالمحتار " مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۶

www.alahazratnetwork.org

والقبول لا[عه] بالغايات المضمرة في النفوس والا لانسد باب الحيل الشرعية عن اٰخرها مع انه مفتوح بالكتاب العزيز والاحاديث الصحاح كما بينته في كفل الفقيه واذا ثبت العقد ثبت باحكامه ومن احكامه كراهة الرجوع تحريما فكيف لا يكون محذورا وليس المنع منه[ف] لتأذي الموهوب له حتى لو لم يتأذ جاز بل لا[ف۲] يجوز وان لم يتأذ الا ترى ان له طريقين الرضا والقضاء ولا تأذي في الرضا بل منعه لانه ليس لنا بحمد الله تعالٰى مثل السوء كما افصح به الحديث الشريف اما علاوة الشامي فقد تكفل بالجواب عنها وقد جزم في رد المحتار بما استضعفه في المنحة۔

اس سے تو قصد اور مؤکد ہوتا ہے کیونکہ اسی[عه] کے ذریعے اسے دوسرا مقصد حاصل کرنا ہے تو عقد کا قصد کیوں کر نہ ہوگا؟ عقد تو ایجاب وقبول سے ہوتا ہے، دلوں میں پوشیدہ مقاصد کا اعتبار نہیں ورنہ تمام تر شرعی حیلوں کا دروازہ ہی بند ہوجائے جب کہ یہ کتاب عزیز اور احادیث صحاح کی رُو سے کھلا ہوا ہے جیسا کہ میں نے "کفل الفقیہ الفاھم" میں اسے واضح کیا ہے۔ اور جب عقد کا ثبوت ہوگا تو اس کے احکام کا بھی ثبوت ہوگا۔ اور عقدِ ہبہ کا ایک حکم یہ بھی ہے کہ اس سے رجوع کرنا مکروہ تحریمی ہے تو رجوع ممنوع کیسے نہ ہوگا؟۔ اور رجوع سے ممانعت اس بنیاد پر نہیں کہ اس سے موہوب لہ کو اذیت ہوگی کہ اگر اسے اذیت نہ ہو تو رجوع جائز ہوجائے۔ بلکہ اسے اذیت نہ ہو جب بھی رجوع جائز نہیں۔ دیکھیے کہ رجوع کے دو طریقے ہیں موہوب لہ کی رضامندی یا حاکم کا فیصلہ، اور رضامندی کی صورت میں اسے کوئی اذیت نہیں (مگر ممانعت دونوں ہی صورتوں میں ہے) بلکہ رجوع سے ممانعت اس لیے ہے کہ بحمدہ تعالٰی ہمارے لیے بُری مثل نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں اس کا صاف بیان ہے (ہبہ سے رجوع کرنے والا اس کتے کی طرح ہے جو اپنا قے کیا ہوا کھانا پھر کھاتا ہے۔ مفہوماً ۱۲م۔الف) رہا علامہ شامی کا "علاوہ" تو اس کا جواب انہوں نے خود ہی دے دیا ہے اور منحۃ الخالق میں جسے انہوں نے ضعیف سمجھا تھا رد المحتار میں اسی پر جزم فرمایا ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

عـــه: كمن نكح الى شهر او سنة او مائتي عام بطل وان نكح مطلقا وفي نيته ان يطلقها بعد شهر او يوم او ساعة جاز كما في الدر وغيره ۱۲ منه غفرله (م)

جیسے اگر کسی نے ایک ماہ یا ایک سال یا دو سو سال تک کے لیے نکاح کیا تو باطل ہے اور اگر قیدِ وقت کے بغیر نکاح کیا اور دل میں یہ نیت ہے کہ ایک ماہ یا ایک دن یا ایک ساعت کے بعد طلاق دے دے گا تو جائز ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ میں مذکور ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

فان قلت مافائدته الا التمکن من الرجوع وھو عنه ممنوع **اقول** لا یرجع بل یشتری او یستوھب کما قال ش و فائدته ان الموھوب له لا یمتنع من بیعه او ھبته علما منه بانه ان لم یفعل فله الرجوع فلا یفید الامتناع بخلاف ما اذا انقطع حق رجوعه یمتنع لعلمه ان الواھب لا یقدر علی استردادہ فالصواب مع عامة الائمة ان شاء اللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ اس کا فائدہ یہی تو تھا کہ آئندہ رجوع پر قدرت رہے گی اور رجوع ممنوع ہے (تو فائدہ مفقود ہے)، **اقول** ہبہ سے رجوع نہیں کریگا بلکہ موہوب لہ سے آبِ زمزم خرید کر یا اسے ہبہ کرا کے حاصل کرے گا جیسا کہ علامہ شامی نے فرمایا۔ اور فائدہ یہ ہے کہ موہوب لہ بیع یا ہبہ سے انکار نہ کر سکے گا کیونکہ اسے معلوم ہے کہ اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو واہب رجوع کر سکتا ہے تو انکار بے سود ہوگا۔ بخلاف اس صورت کے جس میں حق رجوع ختم ہو جائے اس صورت میں موہوب لہ انکار کر دے گا کیونکہ اسے معلوم ہے کہ واہب کو واپس لینے کا اختیار نہ رہا۔ تو اس مسئلہ میں حق وصواب عامہ ائمہ رحمہم اللہ کے ساتھ ہے، ان شاء اللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

(۱۴۹) پانی ایسی حالت پر ہے کہ اس کے مطلق ومقید ہونے میں اشتباہ ہے جیسے نبیذ تمر وغیرہ جس میں تحقیق نہ ہو کہ پانی اُس میوے سے مغلوب ہو کر نبیذ ہو گیا یا ابھی نہیں اُس سے وضو بھی کرے کہ شاید پانی ہو اور تیمم بھی کہ شاید نہ ہو ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نبیذ تمر میں جو تین حکم مروی ہیں اُن سے وضو کرے، وضو نہ کرے تیمم ہی کرے۔ وضو وتیمم دونوں کرے وہ انہیں تین حالتوں پر مبنی ہیں جہاں پانی ہنوز مغلوب نہ ہوا وہاں اُس سے وضو کا حکم فرمایا جہاں مغلوب ہو گیا تیمم کا حکم دیا جہاں مغلوب ہونا نہ ہونا مشتبہ ہے دونوں کا جمع کرنا ارشاد فرمایا کما ذکرناہ علی ھامش رسالتنا النور والنورق (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "النور والنورق" کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے۔ ت)

(۱۵۰) گدھے کا جھوٹا پانی موجود ہے اور نہیں اُس سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی۔ ان دونوں نمبروں میں اختیار ہے چاہے وضو پہلے کرے خواہ تیمم اور بہتر یہ ہے کہ وضو پہلے کرے اور[ف1] ان دونوں میں وضو بلانیت جائز نہ ہو گا تیمم کی طرح اس وضو میں بھی نیت شرط ہے۔ **تنبیہ** یہی حکم خچر کے جھوٹے کا ہے اگر گدھی پر گھوڑا چھٹنے سے پیدا ہوا ہو ہمارے[ف2] ملک میں عام خچر وہ ہیں کہ گھوڑی پر گدھا ڈال کر لیے جاتے ہیں ان خچروں کا جھوٹا مشکوک نہیں ظاہر ہے ان کا حکم گھوڑے کی مثل ہے کہ جانوروں میں اعتبار ماں کا ہے درمختار[ف3] میں ہے،

(سؤر حمار) اھلی (وبغل) امه حمارۃ "اہلی (گدھے کا جھوٹا اور خچر کا) جس کی ماں گدھی ہو۔"

فلو فرسا او بقرۃ فطاھر (مشکوک فی طھوریتہ) حتی لو وقع فی ماء قلیل اعتبر بالاجزاء (فیتوضؤ بہ) او یغتسل (و یتیمم ان فقد ماء وصح تقدیم ایھما شاء) فی الاصح اھ اما ما قال بعدہ (و یقدم التیمم علی نبیذ التمر علی المذھب) المصحح المفتی بہ لان المجتھد اذا رجع عن قول لایجوز الاخذ بہ[1] ففیما صار نبیذا و معنی التقدیم الاختیار ای یختار التیمم حتما ولا یتوضؤ بہ کما افادہ ش وبیناہ فی الرسالۃ المذکورۃ۔

اگر ماں گھوڑی یا گائے ہو تو ایسے خچر کا جھوٹا پاک ہے (اس کے مطہر ہونے میں شک ہے) یہاں تک کہ اگر آبِ قلیل میں پڑجائے تو اجزاء کا اعتبار ہوگا (تو اس سے وضو کیا جائے گا) یا غسل کیا جائے گا (اور تیمم بھی کیا جائے گا اگر دوسرا پانی نہ ہو۔ اور) اصح مذہب میں، (تیمم و وضو میں سے جسے چاہے مقدم کرے) اھ۔ لیکن اس کے بعد دُرمختار میں یہ عبارت ہے: "(اور) تصحیح یافتہ مفتی بہ (مذہب کی بنیاد پر تیمم کو نبیذ تمر پر مقدم کرے) اس لئے کہ مجتہد جب کسی قول سے رجوع کرلے تو اسے لینا جائز نہیں اھ یہ حکم اس صورت میں ہے جب پانی نبیذ بن گیا ہو اور یہاں تقدیم کا معنی اختیار ہے یعنی واجبی طور پر تیمم ہی اختیار کرے اور نبیذ سے وضو نہ کرے جیسا کہ علامہ شامی نے یہ افادہ فرمایا ہے اور اسے ہم نے اپنے مذکورہ رسالہ میں بھی ذکر کیا ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ردالمحتار میں ہے:

فی النھر عن الفتح اختلف فی النیۃ بسؤر الحمار والاحوط ان ینوی اھ ای الاحوط القول بوجوبھا فقد قدمنا فی بحث النیۃ عن البحر عن شرح المجمع والنقایۃ معزیا الی الکفایۃ انھا شرط فیہ وفی نبیذ التمر[2]۔

"النہر الفائق میں فتح القدیر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ گدھے کے جھوٹے سے وضو میں نیت سے متعلق اختلاف ہے اور احوط یہ ہے کہ نیت کرے"۔ اھ یعنی احوط وجوبِ نیت ماننا ہے کیونکہ ہم نیت کی بحث میں یہ بیان کر آئے ہیں کہ گدھے کے جھوٹے سے اور نبیذ تمر سے وضو میں نیت شرط ہے اسے ہم نے البحرالرائق سے نقل کیا ہے اور بحر میں شرح مجمع اور نقایہ سے نقل ہے اور ان دونوں میں کفایہ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ (ت)

(۱۵۱) وضو میں اکثر اعضائے وضو یا غسل میں اکثر حصّہ بدن میں زخم یا ترخارش ہے تیمم کرے اور کم میں توضیح

---

[1] الدرالمختار مع الشامی فصل فی البئر مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۵ تا ۱۶۷

[2] ردالمحتار " " ۱/۱۶۵

کو دھوئے باقی کو مسح کرے مگر جب کہ صحیح دھونے سے زخمی تک پانی پہنچنے سے بچا نہ سکے تو اب بھی تیمم ہے[1] کما فی الخانیۃ والحلیۃ والبحر (جیسا کہ خانیہ، حلیہ اور البحرالرائق میں ہے۔ ت) اور اگر صحیح ومجروح دونوں حصے برابر ہوں تو اختلاف تصحیح ہے خانیہ ومحیط میں فرمایا صحیح یہ ہے کہ صحیح کو دھوئے جریح کو مسح کرے بحر وتنویر میں ہے یہی احوط ہے درمختار میں ہے یہی اصح ہے اور خلاصہ وتبیین وفتح وفیض واختیار ومواہب الرحمٰن میں ہے صحیح یہ کہ تیمم کرے۔

کما فی رد المحتار قال ورأیت فی السراج مانصہ وفی العیون عن محمد اذا کان علی الیدین قروح لایقدر علی غسلہما وبوجہہ مثل ذلک تیمم وان کان فی یدیہ خاصۃ غسل ولایتیمم وھذا یدل علی انہ یتیمم مع جراحۃ النصف اھ[2]

جیسا کہ ردالمحتار میں ہے، فرماتے ہیں "میں نے سراج میں یہ عبارت دیکھی: عیون میں امام محمد سے نقل ہے: جب دونوں ہاتھوں پر ایسے زخم ہوں کہ ہاتھوں کو دھو نہ سکتا ہو، اور چہرے میں بھی ایسے ہی ہوں تو تیمم کرے۔ اور اگر صرف ہاتھوں میں ہوں تو دھوئے اور تیمم نہ کرے" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نصف محلِ وضو زخمی ہونے کی صورت میں تیمم کرے گا" اھ (ت)

اقول وبہ تترجح کفۃ القول الثانی وبہ رد الشامی علی الدر ان حکمہ فی المساواۃ بالغسل والمسح خلاف المروی عن محمد **فان قلت** لعل الشارح المدقق رحمہ اللہ تعالٰی نظر الی ان الکلام ھھنا فی الغسل فان کان مایضرہ الغسل اکثر عددا مما لایضرہ تیمم اعتبارا بالاکثر ولاشک ان الوجہ والیدین اکثر المغسول من اعضاء الوضوء فلاما فی السراج من الاستدلال بہ یتم ولاما فی رد المحتار علی الشارح یرد۔

اقول اس سے قول ثانی کا پلّہ بھاری ہوجاتا ہے اور اسی کی بنیاد پر علامہ شامی نے درمختار کا رد کیا ہے کہ صحیح اور زخمی اعضا برابر ہونے کی صورت میں دھونے اور مسح دونوں ہی کا حکم دینا اس کے خلاف ہے جو امام محمد سے مروی ہے۔ **اگر یہ اعتراض ہو** کہ شاید شارح مدقق رحمہ اللہ تعالٰی نے اس پر نظر کی ہو کہ یہاں کلام دھونے سے متعلق ہے تو جن اعضاء کو دھونا مضر ہے یہ اگر گنتی میں ان اعضاء سے زیادہ ہوں جنہیں دھونا مضر نہیں ہے تو اکثر کا لحاظ کرتے ہوئے تیمم کرے گا ـــ اور اس میں شک نہیں کہ جتنے اعضائے وضو کو دھونا ہے ان میں دونوں ہاتھ اور چہرہ مل کر باقی سے زیادہ

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتاوٰی قاضی خان | فصل فیما یجوز بہ التیمم | مطبوعہ نولکشور لکھنؤ | ۱/۲۸

[2] ردالمحتار | آخر باب التیمم | مطبع مصطفی البابی مصر | ۱/۱۸۹

میں تو امام محمد کی روایت سے سراج میں جو استدلال کیا گیا ہے وہ تام نہیں اور اس سے ردالمحتار میں شارح پر جو رد کیا گیا ہے وہ بھی درست نہیں ۔ (ت)

اقول فاذن یضیع قولہ وان استویا اذ لا نصف لثلثۃ وضم الرأس الی ہذہ الاعضاء قد صرح بہ فی الفتح والحلیۃ والبحر حیث قال ہذا واختلف فی حد الکثرۃ منہم من اعتبر من حیث عدد الاعضاء ومنہم من اعتبر الکثرۃ فی نفس کل عضو فلو کان برأسہ ووجہہ ویدیہ جراحۃ والرجل لاجراحۃ بہا یتیمم سواء کان الاکثر من اعضاء الجراحۃ جریحا او صحیحا والاٰخرون قالوا ان کان الاکثر من کل عضو من اعضاء الوضوء المذکورۃ جریحا فہو الکثیر الذی یجوز معہ التیمم والا فلا کذا فی فتح القدیر من غیر ترجیح وفی الحقائق المختار اعتبار الکثرۃ من حیث عدد الاعضاء اھ[۱] ومثل ما فی الفتح فی الحلیۃ غیر انہ مال بحثا الی اعتبار الکثرۃ فی اعضاء الوضوء ایضا مساحۃ ای بخلاف کلا القولین ۔

اقول: اگر یہ بات ہو تو شارح کا یہ لکھنا کہ "اگر دونوں برابر ہوں" بیکار ہوگا اس لیے کہ (دھوئے جانے والے اعضاء تین ہیں اور) تین کا نصف نہیں ۔۔۔ ان اعضاء کے ساتھ سر کے شامل ہونے کی تصریح فتح القدیر، حلیہ اور البحرالرائق میں موجود ہے ۔۔۔ الفاظ یہ ہیں: "کثرت کی حد میں اختلاف ہے ۔ بعض حضرات نے اعضاء کی تعداد کا اعتبار کیا ہے اور بعض حضرات نے خود ہر عضو کے اندر زیادتی وکثرت کا اعتبار کیا ہے ۔۔۔ تو اگر اس کے سر، چہرے اور ہاتھوں میں زخم ہے اور پیر میں زخم نہیں تو تیمم کرے گا خواہ زخم والے اعضا کا اکثر حصہ زخمی ہو یا صحیح ہو ۔۔۔ اور دوسرے حضرات نے فرمایا کہ اگر وضو کے اعضائے مذکورہ میں سے ہر عضو کا اکثر حصہ زخمی ہو تو یہی وہ کثیر ہے جس کے ہوتے ہوئے تیمم جائز ہے اور اگر یہ صورت نہ ہو تو تیمم جائز نہیں۔" فتح القدیر میں اسی طرح بغیر کسی ترجیح کے مذکور ہے، اور حقائق میں یہ لکھا ہے کہ: "مختار یہ ہے کہ عدد اعضا کے لحاظ سے کثرت کا اعتبار ہے" اھ ۔ فتح القدیر کے مثل حلیہ میں بھی ہے مگر اس میں مزید یہ ہے کہ بطور بحث کے ان کا میلان اس جانب ہوا ہے کہ مساحت و مقدار کے لحاظ سے بھی اعضائے وضو میں کثرت کا اعتبار ہوگا (یہاں دو قول تھے (۱) چاروں اعضائے وضو میں گنتی کے لحاظ سے کثرت کا اعتبار (۲) ہر عضو وضو کے زخمی وغیر زخمی حصوں کے لحاظ سے کثرت کا اعتبار ۔

www.alahazratnetwork.org

۱؎ البحر الرائق باب التیمم قولہ ولو اکثرہ مجروحا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۳

اور یہ تیسرا خیال ہُوا کہ گنتی کا بھی اعتبار ہو اور اعضا میں زخمی وغیر زخمی حصوں کی مقدار اور مساحت کا بھی اعتبار ہو ۱۲ م ۔ الف) تو ان کی بحث کا میلان دونوں قولوں کے برخلاف ایک تیسری جانب ہے ۔ (ت)

اقول[عہ] وقد کنت اری انی امیل الیہ قبل ان اراہ غیر انی لم یکن لی الخیار لاسیما مع تصریح الحقائق بالمختار واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول حلیہ کی بحث دیکھنے سے پہلے ہی میرا میلان بھی اسی جانب نظر آرہا تھا مگر مجھے کیا اختیار، خصوصاً جب کہ حقائق میں مختار کی تصریح موجود ہے واللہ تعالٰی اعلم ۔ (ت)

(۱۵۲) یہاں ایک مسئلہ اس مسئلہ اعتبار اکثر اعضا سے مستثنٰی ہے وہ یہ کہ دونوں ہتھیلیاں ایسی زخمی ہیں کہ ان پر پانی پڑنا ضرر دے گا یا بوجہ زخم لوٹا وغیرہ اُٹھ نہیں سکتا نہ پانی کسی ایسے برتن یا حوض وغیرہ میں ہے کہ اُس میں اپنا منہ اور پاؤں ڈال کر وضو کرسکے تیمم کرے گا ۔ درمختار میں ہے، یتیمم لو الجرح بیدیہ[۱] (اگر اس کے دونوں ہاتھوں میں زخم ہو تو تیمم کرے ۔ ت)

عہ **اقول** وکان میلی الیہ لاستبعاد فی اعتبار العدد فمن کانت لہ بثرۃ صغیرۃ فی اقصی جبھتہ و اخری مثلھا علی مرفق یتیمم للجراحۃ فی عضوین وھما نصف الاربعۃ و ان کانت یداہ مجروحتین من الرسغین الی فوق المرفقین لا یجوز لہ التیمم لان الجریح عضو واحد فبثرتان تمنعان الوضوء ومئات منھا لا تمنع ۱۲ منہ غفرلہ ۔ (م)

اقول: اس جانب میرا میلان گنتی اور عدد کے اعتبار کو بعید سمجھنے کی وجہ سے تھا وہ اس طرح کہ اگر کسی کی پیشانی کے کنارہ پر ایک چھوٹی سی پھنسی ہو اور ایسی ہی دوسری پھنسی کہنی پر ہو تو وہ تیمم کرے کیونکہ زخم دو عضووں میں ہے جو چار کا نصف ہیں ۔۔۔ اور اگر اس کے دونوں ہاتھ گٹوں سے کہنیوں کے اُوپر تک زخمی ہوں تو اس کے لیے تیمم جائز نہ ہو کیونکہ زخمی صرف ایک عضو ہے تو ایک صورت میں دو پھنسیاں تو وضو سے مانع ہوجاتی ہیں اور دوسری صورت میں ویسی ہی سیکڑوں ہو کر بھی مانع نہیں ہوتیں ۱۲ منہ غفرلہ ۔ (ت)

---

[۱] الدرالمختار مع الشامی باب التیمم مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۱۸۹

www.alahazratnetwork.org

ردالمحتار میں ہے :

ای ولم یمکنہ ادخال وجہہ ورجلیہ فی الماء فلو امکنہ فعل بلا تیمم کما لایخفی فلاینافی ماقدمناہ عن العیون[1]۔

یعنی ساتھ ہی یہ بات بھی ہو کہ وُہ چہرہ اور دونوں پاؤں پانی میں نہ ڈال سکتا ہو، اگر یہ کرسکتا ہو تو اسے تیمم چھوڑ کر یہی کرنا ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔ تو یہ اس کے منافی نہیں جو عیون کے حوالہ سے ہم پہلے بیان کر آئے۔ اھ (ت)

البحرالرائق میں ہے :

فھذا یفید ان قولھم اذا کان الاکثر صحیحا یغسل الصحیح محمول علی ما اذا لم یکن بالیدین جراحۃ کما لایخفی[2]۔

تو اس سے اس بات کا افادہ ہوتا ہے کہ فقہا نے یہ جو فرمایا ہے "اکثر صحیح ہو تو صحیح کو دھونا ہے" یہ اس صورت پر محمول ہے جب اس کے دونوں ہاتھوں پر زخم نہ ہو۔ جیسا کہ مخفی نہیں۔ (ت)

(۱۵۳ تا ۱۵۵) اس مسئلہ جراحت ہر دو کف کو درمختار میں عام رکھا کہ اگرچہ کوئی وضو کرانے والا ملے جب بھی تیمم کی اجازت ہے۔

حیث قال بعد ما مر وان وجد من یوضیہ خلافا لھما[3]۔

کیونکہ گزشتہ عبارت کے بعد ان کے الفاظ یہ ہیں : اگرچہ اسے کوئی وضو کرانے والا مل جائے (یہ امام صاحب کے یہاں ہے)، بخلاف صاحبین کے۔ (ت)

مگر معتمد یہ ہے کہ اس حالت میں تیمم نہیں البحرالرائق میں ہے :

فی القنیۃ والمبتغی بیدہ قروح یضرہ الماء دون سائر جسدہ یتیمم اذا لم یجد من یغسل وجہہ وقیل یتیمم مطلقا[4] اھ اقول وقولہ وجہہ من باب

قنیہ اور مبتغٰی میں ہے، اس کے ہاتھ پر ایسا زخم ہو کہ پانی اسے ضرر رساں ہو، باقی جسم میں زخم نہ ہو تو وہ بھی تیمم کرے گا بشرطیکہ اسے کوئی چہرہ دھونے والا نہ ملے، اور کہا گیا کہ مطلقاً تیمم کرے گا اھ

---

[1] ردالمحتار	باب التیمم	مطبع مصطفی البابی مصر	۱/۱۸۹
[2] البحرالرائق	باب التیمم	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۱۶۳
[3] الدرالمختار مع الشامی	باب التیمم	مطبع مصطفی البابی مصر	۱/۱۸۹
[4] البحرالرائق	باب التیمم	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۱۶۳

الاکتفاء ای وبرجلیہ ویمسح برأسہ۔

اقول صرف چہرہ کا نام لیا (چہرہ دھونے والا نہ ملے یہ اکتفا کے باب سے ہے) مراد یہ ہے کہ ایسا کوئی شخص نہ ملے جو چہرہ اور پیروں کو دھو دے اور سر پر مسح کردے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وھو الموافق لما مرفی المریض العاجز من انہ لووجد من یعینہ لایتیمم فی ظاہر الروایۃ فتنبہ لذلک[1]۔

اور یہ اس حکم کے مطابق ہے جو عاجز مریض سے متعلق گزرا کہ اسے اگر کوئی مدد دینے والا ملے تو ظاہر روایت میں وہ تیمم نہیں کرسکتا، تو اس پر متنبہ رہنا چاہئے۔ (ت)

اقول تو اب یہاں بدستور وہ تینوں صورتیں نکلیں گی کہ وضو کرادینے والا اجرت زیادہ مانگتا ہے یا یہ مفلس ہے یا مال غائب اور وہ اُدھار پر راضی نہیں۔

تنبیہ: امام اجل فقیہ ابوجعفر ہندوانی رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب غریب الروایۃ میں ایک صورت تیمم کی یہ ارشاد فرمائی ہے کہ اگر وضو میں سب اعضا بے تکلف دھوسکتا ہے مگر کسی مرض کے باعث سر کا مسح ضرر کرتا ہے تو تیمم کرے یونہی اگر غسل میں سارے بدن پر پانی بہا سکتا ہو مگر سر دھونا درکنار مسح بھی نہ کرسکے تو غسل کی جگہ بھی تیمم کرے مگر صحیح ومعتمد ومشہور ومنصور یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں تیمم کی اجازت نہیں بلکہ وضو میں تینوں اعضا اور غسل میں سر کے سوا سارا بدن دھوئے اور سر پر کوئی پٹی باندھ کر اُس پر مسح کرے اور اس سے بھی نقصان ہو تو بالکل چھوڑ دے اس قدر معاف رہے گا۔

تنویرالابصار آخر تیمم میں ہے:

من بہ وجع رأس لایستطیع معہ مسحہ یسقط فرض مسحہ[2]۔

جس کے سر میں کوئی ایسا مرض ہو جس کے باعث سر کا مسح نہ کرسکے تو مسح سر کا فریضہ ساقط ہوجاتا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لایستطیع مسحہ محدثا ولا غسلہ جنبا ففی الفیض عن غریب الروایۃ

حالتِ حدث میں مسح نہ کرسکے اور حالتِ جنابت میں سر نہ دھوسکے تو فیض میں غریب الروایۃ سے ہے

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۹

[2] الدرالمختار مع الشامی باب التیمم 〃 〃 〃 ۱/۱۹۰

يتيمم وافتى قارئ الهداية انه يسقط عنه فرض مسحه ولو على جبيرة ففى مسحها قولان وكذا يسقط غسله فيمسحه ولو على جبيرة ان لم يضره والا سقط اصلا وجعل عادما لذلك العضو حكما كما فى المعدوم حقيقة۔[1]

کہ تیمم کرے اور قارئ ہدایہ کا فتوٰی یہ ہے کہ اس سے فرضِ مسح ساقط ہے۔ اور اگر سر پر پٹی ہو تو اس کے مسح سے متعلق دو قول ہیں ــــ اسی طرح (غسل میں) سر کا دھونا بھی ساقط ہے ایسی صورت میں دھونے کی بجائے سر پر مسح کرے اگرچہ کسی پٹی پر جب کہ یہ مضر نہ ہو، اگر یہ بھی مضر ہو تو (دھونا اور مسح دونوں) بالکل ہی ساقط ہے اور حکماً وہ اس کی طرح قرار دیا جائے گا جس کا یہ عضو ہی نہ ہو، جیساکہ حقیقۃً عضو نہ رکھنے والے سے متعلق حکم ہے (کہ اس سے دھونا اور مسح کرنا سبھی ساقط ہے)۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله قولان ذكر فى النهر عن البدائع ما يفيد ترجيح الوجوب وقال وهو الذى ينبغى التعويل عليه اھ بل قال فى البحر والصواب الوجوب۔[2]

دُرمختار کی عبارت قولان (دو قول ہیں) کو النہر الفائق میں بدائع کے حوالے سے ذکر کیا ہے جس سے وجوب مسح کی ترجیح مستفاد ہوتی ہے اور لکھا ہے کہ اسی پر اعتماد ہونا چاہئے اھ۔ بلکہ البحرالرائق میں یہ ہے کہ صحیح وجوب ہی ہے۔ (ت)

البحرالرائق میں ہے:

ذكر الجلابى فى كتاب الصلاة له ان من به وجع فى رأسه لايستطيع معه مسحه يسقط فرض المسح فى حقه۔[3]

جلابی نے اپنی کتاب الصلوٰۃ میں ذکر ہے کہ "جس کے سر میں ایسا مرض ہو جس کی وجہ سے سر کا مسح نہ کرسکے تو اس کے حق میں فرض ساقط ہے" اھ۔

وهذه مسألة مهمة اجبت ذكرها لغرابتها وعدم وجودها فى غالب الكتب وقد افتى بها الشيخ سراج الدين

اور یہ ایک اہم مسئلہ ہے جس کی ندرت و غرابت اور عامہ کتب میں مذکور نہ ہونے کی وجہ سے میں نے اسے بیان کردینا بہتر سمجھا اور محقق کمال الدین

---

[1] الدر المختار مع الشامی باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۹۰

[2] ردالمحتار " " " ۱/۱۹۱

[3] البحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۴

قارئ الهداية استاذ المحقق کمال الدین بن الهمام وبه اندفع ما کان قد توهم قبل الوقوف علی هذا النقل انه یتیمم لعجزه عن استعمال الماء ولیس بعد النقل الا الرجوع الیہ ولعل الوجه فیه ان یجعل عادم ما لذلك العضو حکما فتسقط وظیفته کما فی المعدوم حقیقة بخلاف ما اذا کان ببعض الاعضاء المغسولة جراحة فانه یغسل الصحیح ویمسح علی الجریح لان المسح علیه کالغسل لما تحته ولان التیمم مسح فلا یکون بدلا عن مسح وانما هو بدل عن غسل والرأس ممسوح ولهذا لم یکن التیمم فی الرأس[1] اھ

ابن الہمام کے استاذ شیخ سراج الدین قاری ہدایہ نے یہی فتوٰی دیا ہے۔ اس سے وہ وہم بھی دفع ہوجاتا ہے جو اس نقل پر اطلاع سے پہلے کیا گیا تھا کہ اس کے لیے حکم یہ ہوگا کہ پانی استعمال کرنے سے عاجز ہونے کی وجہ سے وہ تیمم کرے ــــ نقل مل جانے کے بعد اسی کی طرف رجوع لازم ہے ــــ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسا شخص حکماً وہ عضو نہ رکھنے والا قرار دیا جائے تو اس عضو سے متعلق عمل ساقط ہوجائیگا جیسے حقیقۃً وہ عضو نہ رکھنے والے کے بارے میں حکم ہے ــــ اس صورت کے برخلاف جب کہ اس کے بعض دھوئے جانے والے اعضا میں زخم ہو کر اس کا حکم یہ ہے کہ صحیح کو دھوئے اور زخمی پر مسح کرے اس لیے کہ اس پر مسح کرنا اس کے نیچے والے عضو کو دھونے ہی کی طرح ہے۔ اور اس لیے کہ تیمم مسح ہے تو کسی مسح کا بدل نہ ہوگا بلکہ دھونے کا بدل ہوگا اور (وضو میں) سر پر مسح ہی ہوتا ہے اس لیے سر کا تیمم نہیں"۔ اھ (ت)

منحۃ الخالق میں ہے:

قوله ما کان قد توهم) الذی توهم ذلك العلامة عبد البر بن الشحنة فانه ذکر عبارة الجلابی فی شرحه علی الوهبانیة ونظمها بقوله: ؎

ویسقط مسح الرأس عمن برأسه
من الداء ما ان بله یتضرر

صاحب بحر کا قول "وہ جو وہم کیا گیا تھا" ــــ یہ وہم علامہ عبد البر ابن شحنہ کو ہوا تھا۔ انہوں نے جلابی کی عبارت اپنی شرح وہبانیہ میں ذکر کی اور اسے یُوں نظم کیا: ؎

جس کے سر میں کوئی ایسا مرض ہو کہ سر کو تر کرنے سے ضرر ہوتا ہو تو ایسے شخص سے سر کا مسح ساقط ہے

---

[1] البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۴

www.alahazratnetwork.org

2

ثم قال وکان یقع فی نفسی قبل وقوفی علی هذا النقل انہ یتیمم لعجزہ عن استعمال الماء ولیس بعد النقل الا الرجوع ولعل الوجہ فیہ انہ یجعل عادما لذلک العضو حکما فتسقط وظیفتہ کما فی المعدوم حقیقۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ اس نقل پر اطلاع سے پہلے میرے دل میں یہ خیال آتا تھا کہ ایسا شخص تیمم کریگا اس لیے کہ وہ پانی کے استعمال سے عاجز ہے۔ اور نقل مل جانے کے بعد اسی کی طرف رجوع لازم ہے۔ شاید اس (مسح سر ساقط ہونے) کی وجہ یہ ہے کہ ایسا شخص حکماً وہ عضو نہ رکھنے والا قرار دیا جائیگا تو اس عضو سے متعلق مقررہ عمل — مسح — ساقط ہوجائیگا جیسا کہ حقیقۃً عضو نہ رکھنے والے کا حکم ہوتا ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

قولہ ولیس بعد النقل الخ یوھم ان التیمم غیر منقول مع انہ منقول ایضا ففی الفیض للکرکی عن غریب الروایۃ من برأسہ صداع من النزلۃ ویضرہ المسح فی الوضوء او الغسل فی الجنابۃ یتیمم والمرأۃ لوضرھا غسل رأسہا فی الجنابۃ او الحیض تمسح علی شعرھا ثلاث مسحات بمیاہ مختلفۃ و تغسل باقی جسدھا اھ قال فی الفیض وھو عجیب[1] اھ ما فی المنحۃ۔

ان کا قول "نقل کے بعد اسی کی طرف رجوع لازم ہے" یہ وہم پیدا کرتا ہے کہ تیمم کا حکم غیر منقول ہے حالانکہ وہ بھی منقول ہے۔ کرکی کی کتاب "فیض" میں غریب الروایۃ سے نقل کیا ہے کہ "جس کے سر میں نزلہ کی وجہ سے چکر آتا ہو اور اسے وضو میں مسح یا جنابت میں غسل ضرر دیتا ہو تو وہ تیمم کرے، اور اگر عورت کو جنابت یا حیض میں سر دھونے سے ضرر ہو تو وہ تین بار مختلف پانیوں سے اپنے بالوں پر مسح کرے اور باقی جسم دھوئے اھ "فیض میں کہا: "یہ حکم عجیب ہے" اھ — منحۃ الخالق کی عبارتیں ختم ہوئیں۔ (ت)

اقول ظہرلی بحمد اللہ تعالٰی من معناہ مایرفع العجب و ذلک ان العجب انما ھو فی مسئلۃ الغسل ان یجوز لہ التیمم اذا ضرہ غسل رأسہ

اقول: مجھ پر غریب الروایۃ کی عبارت کا ایک ایسا معنی منکشف ہوا، والحمد للہ تعالٰی، جس وجہ سے تعجب دور ہوجاتا ہے — وہ یہ ہے کہ تعجب غسل کے مسئلہ میں ہے کہ سر دھونے سے ضرر

[1] منحۃ الخالق مع البحر باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ١/١٦٣

وھذا باطل قطعا بل یجب الرجوع الی المسح لان مسح[ف۱] ما یغسل عند تعذر غسله کغسله کما تقدم انفا عن البحر و مثله فی البدائع ولذا جاز[ف۲] جمعه مع الغسل بخلاف مسح[ف۳] الخفین فانه لایجوز له ان یغسل احدی رجلیه ویمسح خف الاخری وان[ف۴] کانت علی احدھما جبیرۃ اوعصابۃ مسحھا وغسل الاخری کما نصوا[۱] علیه فی التبیین وغیرہ و مسألۃ من اکثر بدنه صحیح انه یغسل الصحیح ویمسح الجریح مشھور صریح غیر محتاج الی التصریح فکیف حکم ھھنا بالتیمم ولکن ھذا[ف۵] التوھم انما کانت اکدته عبارۃ الدر فی النقل بالمعنی فلما رأیت عبارۃ غریب الروایۃ المنقولۃ فی الفیض وفیھا یضرہ المسح فی الوضوء او الغسل فی الجنابۃ لامسح رأسه محدثا وغسله جنبا کما فی الدر تحدس فی خاطری وللّٰہ الحمد ان الغسل ھھنا بضم الغین لافتحھا فلیس المراد غسل الرأس بل المعنی[ف۶] ضرہ الغسل واسالۃ الماء علی بدنه ولو مع ترك الرأس لما تصعد به الابخرۃ الی

ہوتا ہے تو اس کے لیے تیمم کیسے جائز ہوگیا؟ یہ حکم قطعاً باطل ہے۔ اس پر تو مسحِ سر کی طرف رجوع لازم ہے، اس لیے کہ جب کسی دھوئے جانے والے عضو کا دھونا متعذر اور دشوار ہوجائے تو اس پر مسح کرلینا اسے دھونے ہی کی طرح ہے جیسا کہ ابھی بحر کے حوالے سے گزرا، اسی کے مثل بدائع میں بھی ہے اسی لیے اس مسح کو دھونے کے ساتھ جمع کرنا جائز ہے، اس کے برخلاف موزوں کے مسح میں یہ جائز نہیں کہ ایک پاؤں دھولے اور دوسرے پاؤں کے موزے پر مسح کرلے۔ (لیکن بحالتِ عذر) مگر ایک پاؤں پر لکڑی یا کپڑے کی پٹی بندھی ہو تو اس پر مسح کرے گا اور دوسرا پاؤں دھوئے گا۔ جیسا کہ اس پر تبیین وغیرہ کی صراحت موجود ہے اور جس کا اکثر بدن صحیح ہو اس کا مسئلہ مشہور وصریح اور غیر محتاجِ تصریح ہے کہ وہ صحیح حصّہ بدن دھوئیگا اور زخمی حصہ پر مسح کرے گا۔ تو حیرت یہی ہے کہ یہاں (غُسل میں مسحِ سر اور باقی بدن کو دھونے کا حکم دینے کی بجائے) تیمم کا حکم کیسے دے دیا ہے (یہ تعجب ایک وہم سے پیدا ہوا) اور اس وہم کو اس سے تقویت پہنچی کہ درمختار میں غریب الروایۃ کی عبارت مفہوماً نقل کی۔ جب میں نے فیض میں نقل شدہ عبارتِ غریب الروایۃ دیکھی اور اس میں یہ ملاکہ "یضرہ المسح فی الوضوء او الغسل فی الجنابۃ" یہ عبارت نہیں کہ "مسح رأسه

[۱] تبیین الحقائق مسح الخفین مطبعۃ امیریہ بولاق مصر ۱/ ۵۲

الدماغ كما علم فی الطب وكيف تكون عبارة غريب الرواية بفتح الغين مع انه المصرح متصلا بها ان المرأة ان ضرها غسل رأسها مسحته فليس المعنى الا ما قررت وهذا اصاف لاغبار عليه ولله الحمد۔

محدثا وغسله جنبا" جیسا کہ درمختار میں ہے۔ تو یہ عبارت دیکھتے ہی بحمد اللہ تعالٰی میرے دل میں خیال ہوا کہ لفظ "غسل" یہاں غین کے ضمہ سے ہوگا، فتحہ سے نہ ہوگا۔ تو اس عبارت کا یہ معنٰی نہیں کہ "وضو میں مسح کرنا اور جنابت میں "دھونا" ضرر دیتا ہو" بلکہ معنٰی یہ ہے کہ جنابت میں غُسل اور بدن پر پانی بہانا ضرر دیتا ہو اگرچہ سر کو چھوڑ کر پانی بہائے، ضرر اس لیے ہو کہ بخارات دماغ کی طرف چڑھتے ہوں جیسا کہ فنِ طب اسے بتاتا ہے۔ اور غریب الروایۃ کی عبارت غین کے فتحہ کے ساتھ (دھونے کے معنی میں) کیوں کر ہوسکتی ہے جبکہ اس کے متصل ہی یہ تصریح موجود ہے کہ اگر عورت کو سر دھونے سے ضرر ہو تو اس پر مسح کرے (پھر یہاں بجائے سر کے سب کچھ چھوڑ کر صرف تیمم کا حکم کیسے ہوسکتا ہے) تو معنٰی وہی ہے جو میں نے بیان کیا اور یہ بالکل صاف بے غبار ہے۔ وللہ الحمد۔ (ت)

اما مسألة الوضوء فغير عجيب بل له وجه وجيه قريب فاقول معلوم ان الحدث لا يتجزى فكذا رفعه فلو اغتسل وبقيت شعرة لم يسل الماء عليها فلا غسل له وهو جنب كما كان وقد نصوا ان النجاسة الحكمية اشد من الحقيقية اذ قد عفى من هذه قدر درهم او اقل من الربع ولا عفو فی الحكمية قدر ذرة اصلا فمن

اب رہا وضو کا مسئلہ، تو وہ بھی تعجب خیز نہیں بلکہ اس کی ایک عمدہ قریبی وجہ ہے **فاقول** یہ معلوم ہے کہ حدث منقسم نہیں ہوتا تو اسی طرح ازالۂ حدث بھی منقسم نہ ہوگا۔ اگر کوئی غسل کرے اور ایک بال چھوٹ جائے جس پر پانی نہ بہایا ہو تو اس کا غسل نہ ہُوا وہ اب بھی جُنب ہے ——— اور علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ نجاستِ حکمیہ نجاستِ حقیقیہ سے زیادہ سخت ہے اس لیے کہ حقیقیہ سے تو بقدر درہم یا چوتھائی سے کم معاف ہے اور حکمیہ میں

ع **اقول** ای فی السعة اما مواضع الضرورة فنعم كشعر تعقد ونيم ذباب وجرم حناء ومداد الی غير ذلك مما فصلت فی الجود الحلو ۱۲ منه غفر له (م)

اقول یعنی بحالت وسعت کچھ معاف نہیں۔ ہاں ضرورت کی جگہوں میں کچھ عفو ہے جیسے بال جو خود گرہ کھا کر رہ گیا ہو اور مکھی کی بیٹ، مہندی، روشنائی وغیرہ کا جرم جس کی تفصیل ہم نے رسالہ "الجود الحلو فی ارکان الوضوء" میں کی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

لایستطیع غسل رأسه فی الغسل یمسحه فان لم یستطع فعصابة علیه وقد تم التطهیر لما علمت ان ھذا المسح یقوم مقام غسله وھی مسألة الصحیح الجریح اما اذا لم یقدر علیه اصلا فی الغسل او الوضوء تبقی وظیفة الرأس متروکة رأسا فیکون ھذا بعض طہارة لاطہارة وھو لایتجزی فینتفی اصلا فقد ظہر عجزہ عن طہارة الماء فوجب المصیر الی التیمم۔

ایک ذرّہ کے برابر بھی معاف نہیں۔ تو جو شخص غسل میں اپنا سر دھو نہیں سکتا تو اس پر مسح کرے گا اگر یہ بھی نہ کر سکے تو پٹی باندھ کر اس پر مسح کرے گا اور اسی تطہیر کا عمل مکمل ہوجائے گا اس لیے کہ معلوم ہوچکا ہے کہ یہ مسح دھونے کے قائم مقام ہے، صحیح زخمی کا مسئلہ بھی یہی ہے ___ لیکن جب غسل یا وضو میں یہ بھی (پٹی پر مسح) نہ ہوسکے تو سر سے متعلق عمل بالکل ہی متروک رہ جائیگا جس کی وجہ سے یہ (بقیہ اعضاء کو دھونے کا) عمل جزءِ طہارت تو ہوگا طہارت نہ ہوگا حالاں کہ یہ عمل منقسم نہیں ہوتا تو کہا جائے گا کہ سرے سے طہارت حاصل ہی نہ ہوئی اس طرح پانی والی طہارت سے اس کا عجز ظاہر ہوگیا تو تیمم کی طرف رجوع لازم ہوا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اما قول البحران التیمم مسح فلا یکون بدلا عن مسح والراس ممسوح۔

لیکن صاحبِ بحر کا یہ قول کہ "تیمم مسح ہے اس لیے وُہ کسی مسح کا بدل نہ ہوگا اور سر پہ مسح ہی ہوتا ہے۔" تو اس پر کلام ہے۔

فاقول اوّلاً لایتمشی فی الغسل فان الرأس فیه مغسول **وثانیا** ھو عجیب من مثله فانه لم تأمر الروایة بالتیمم بدلا عن مسح الرأس بل بدلا عن الوضوء والغسل عند العجز عن اکمالھما ولا شك ان التیمم

فاقول (پس میں کہتا ہوں) **اوّلاً** یہ بات غُسل میں نہیں چل سکتی کیوں کہ اس میں سر دھویا جاتا ہے۔ **ثانیاً** ان جیسے کے قلم سے ایسی عبارت حیرت خیز ہے اس لیے کہ روایت مذکورہ میں مسح سر کے بدلے تیمم کا حکم نہیں بلکہ وضو و غسل کی تکمیل سے عجز کے وقت ان دونوں کے بدلے تیمم کا حکم ہے اور بلا شبہہ تیمم

عـه والجواب ما اشرنا الیه ان ھذا موضع ضرورة وفیه العفو ثابت فی الحکمیة ایضا ۱۲ منه غفرله (م)

اور جواب وُہ ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا کہ یہ ضرورت کی جگہ ہے اور مقامِ ضرورت میں معافی نجاست حکمیہ میں بھی ثابت ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

بدل عنهما مع تحقق المسح فی الوضوء فلو لم تصح البدلیة بهذا الوجه وجب ان لا یجوز التیمم للمحدث فظهر ان ما فی غریب الروایة غیر غریب نعم الاشهر ما ذکره الجلابی و به جزم الدر فی غیر موضع ففی اٰخر التیمم ما تقدم وقال فی اٰخر الوضوء قبیل سننه ما نصه فی اعضائه شقاق غسله ان قدر والا مسحه والا ترکه ولو بیده ولا یقدر علی الماء تیمم[1] اھ ومسألة شقاق الید تقدمت اٰنفا مع قیودها۔

ان دونوں کا بدل ہے جب کہ وضو میں مسح بھی پایا جاتا ہے تو اگر اس سبب کی بنیاد پر بدلیت درست نہ ہوتی تو لازم تھا کہ محدث کے لیے تیمم کا جواز ہی نہ ہو۔ ظاہر یہ ہُوا کہ غریب الروایۃ میں جو مذکور ہے وُہ غریب نہیں، ہاں زیادہ مشہور وہی ہے جو جلابی نے ذکر کیا اور اسی پر دُرمختار میں متعدد جگہ جزم کیا اس کی آخر تیمم کی عبارت گزر چکی۔ اور آخر وضو میں سُنتوں کے بیان سے ذرا پہلے یہ عبارت ہے: "اعضا میں پھٹن ہے تو اگر قدرت ہو دھوئے ورنہ مسح کرے یہ بھی نہ ہوسکے تو چھوڑ دے اور اگر ہاتھ میں ہو اور پانی پر قدرت نہ ہو تو تیمم کرے۔" اھ ہاتھ میں پھٹن کا مسئلہ مع قیدوں کے کچھ پہلے گزر چکا۔

www.alahazratnetwork.org

وقال فی اٰخر مسح الخفین الحاصل لزوم غسل المحل ولو بماء حار فان ضر مسحه فان ضر مسحها فان ضر سقط اصلا[2] اھ

اور مسح خفین کے آخر میں ان کی یہ عبارت ہے: "حاصل یہ ہے کہ محلِ طہارت کو دھونا لازم ہے اگرچہ آبِ رواں گرم ہو اگر اس سے ضرر ہوتا ہو تو اس عضو پر مسح کرے اگر اس میں ضرر ہو تو پٹی پر مسح کرے اگر اس سے بھی ضرر ہو تو بالکل ساقط ہے۔" اھ

اقول بل ان ضر مسحه فان ضر غسلها فان ضر مسحها ثم قال (انکسر ظفره فجعل علیه دواء او وضعه علی شقوق رجله اجری الماء علیه[3]

اقول بلکہ اگر عضو پر مسح سے ضرر ہو تو پٹی پر پانی بہائے اور دھوئے اگر اس میں ضرر ہو تو پٹی پر مسح کرے۔ پھر لکھتے ہیں: "ناخن ٹوٹ گیا اس پر دوا ڈالی یا پاؤں کے شگافوں پر دوا رکھی تو اس پر پانی

---

[1] الدرالمختار مع الشامی باب الوضوء قبل سننہ مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۷۵
[2] الدرالمختار مع الشامی آخر مسح الخفین " " " ۱/۲۰۵
[3] " " " " " " ۱/۲۰۳

ان قدر والا ترکہ
وفی التبیین والفتح والبحر والهندیة وغیرها من الاسفار الغر لو انکسر ظفرہ فجعل علیه دواء او علکا او ادخله جلدة مرارة او مرهما فان کان یضرہ نزعه مسح علیه وان ضرہ المسح ترکه[1] اھ۔

اقول[2] بل غسله فان ضر مسحه فان ضر ترکه قالوا وان کان فی اعضائه شقوق امر علیها الماء ان قدر والا مسح علیها ان قدر والا ترکها وغسل ما تحتها[2] اھ

بہائے اگر بہا سکے ورنہ مسح کرے ورنہ یہ بھی ترک کرے"۔ تبیین الحقائق، فتح القدیر، البحر الرائق، ہندیہ وغیرہ میں ہے: "اگر ناخن ٹوٹ گیا اس پر دوا یا گوند لگایا یا اس میں پتّے کی جلد یا مرہم ڈال لیا تو اگر اس کے لیے اسے نکالنے میں ضرر ہو تو اس پر مسح کرے اور اگر مسح سے بھی ضرر ہو تو چھوڑ دے" اھ

اقول: بلکہ اس کو دھوئے اگر اس سے نقصان ہو تو مسح کرے اگر اس سے بھی ضرر ہو تو چھوڑ دے۔ علما نے فرمایا ہے: "اگر اس کے اعضا میں شگاف ہو گئے ہوں تو اگر قدرت ہو ان پر پانی بہائے ورنہ ہو سکے تو ان پر مسح کرے ورنہ چھوڑ دے اور ان کے نیچے کی جگہیں دھولے"۔ اھ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اقول ان کان المراد بمسألة الشقوق ما اذا وضع الدواء علیها و معنی امر علیها امر علی دواء علیها کما کان فی عبارة الدر فذاك والا فتقدیرہ مسح علیها ان قدر والا اجری علی دواء او عصابة علیها ان استطاع والا مسحه ان امکن والا ترك **ثم** بحمد اللہ تعالٰی رأیت النص عن ائمتنا الثلثة رضی اللہ تعالٰی عنهم فی ظاهر الروایة انه یجوز ترك المسح اذا اضر فانقطع الخلاف قال الامام ملك العلماء فی البدائع قد ذکر محمد فی کتاب الصلاة

اقول شگافوں کے مسئلہ سے اگر یہ مراد ہے کہ ان پر دوا چھوڑ رکھی ہو، اور ان پر پانی گزارنے کا یہ معنی ہے کہ ان شگافوں پر جو دوا ہے اس پر پانی بہائے جیسا کہ درمختار کی عبارت میں ہے تو یہ درست ہے ورنہ تقدیر معنی یہ ہوگی کہ ان شگافوں پر مسح کرے اگر اس کی قدرت ہو ورنہ جو دوا یا پٹی لگا رکھی ہے اس پر پانی بہائے اگر ہو سکے، ورنہ مسح کرے اگر ممکن ہو ورنہ یہ بھی چھوڑ دے **پھر** بحمد اللہ تعالٰی مجھے اپنے ائمہ ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ظاہر الروایۃ کی صریح عبارت مل گئی کہ مسح بھی ترک کر دینا جائز ہے جب اس میں ضرر ہو اس سے اختلاف ختم ہو جاتا ہے۔ امام ملک العلماء بدائع میں

---

[1] تبیین الحقائق   مسح الخفین   مطبعۃ امیریہ بولاق مصر   ۱/۵۳
[2] ایضاً

عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ اذا ترك المسح علی الجبائر وذٰلك یضرہ اجزاہ وقال ابو یوسف ومحمد رحمہما اللہ تعالٰی اذا کان ذٰلك لایضرہ لم یجز فخرج جواب حنیفۃ فی صورۃ وخرج جوابہما فی صورۃ اخری فلم یتبین الخلاف ولاخلاف فی انہ اذا کان المسح علی الجبائر یضرہ انہ یسقط عنہ المسح لان الغسل یسقط بالعذر فالمسح اولٰی[1] اھ۔

فرماتے ہیں: "امام محمد نے کتاب الصلاۃ میں امام ابی حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ذکر فرمائی ہے کہ جب پٹیوں پر مسح ترک کرے ــــ اور یہ مسح ضرررساں رہا ہو ــــ تو یہ اس کے لیے کفایت کرجائے گا (جائز ہوگا) اور امام ابو یوسف و امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما فرماتے ہیں: جب مسح سے ضرر نہ ہو تو (مسح چھوڑنا) جائز نہیں۔ تو امام ابو حنیفہ کا حکم الگ صورت میں ہے اور صاحبین کا حکم دوسری صورت میں۔ اس لیے کوئی اختلاف ظاہر نہ ہوا۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جب پٹیوں پر مسح سے ضرر ہوتا ہو تو اس سے مسح ساقط ہے اس لیے کہ عذر کی وجہ سے تو دھونا بھی ساقط ہوجاتا ہے تو مسح بدرجہ اولٰی ساقط ہوگا" اھ (ت)

وفی الحلیۃ فی باب الوضوء والغسل من الاصل اذا اغتسل من الجنابۃ ومسح بالماء علی الجبائر التی علی یدہ اولم یمسح لانہ یخاف علی نفسہ ان مسحہ یجزئہ قال فی الحلیۃ ذکرہ مطلقا من غیر ان یضیفہ الی احد[2] اھ ای فافاد انہ قول الکل فثبت ان سقوط بعض الوظیفۃ لاجل الضرورۃ غیر غریب واللہ تعالٰی اعلم۔

اور حلیہ باب الوضوء والغسل میں اصل (مبسوط) کے حوالے سے ہے: "جب غسلِ جنابت کرے اور اپنے ہاتھ پر بندھی ہوئی پٹیوں پر پانی سے مسح کرلے یا بصورتِ مسح اپنی ذات پر خطرے کی وجہ سے مسح بھی نہ کرے تو جائز ہے۔" حلیہ میں فرمایا ہے: "مبسوط میں یہ مسئلہ کسی کی طرف انتساب کے بغیر مطلقاً مذکور ہے" اھ یعنی اس طرح یہ افادہ فرمایا ہے کہ یہ سبھی حضرات کا قول ہے تو ثابت ہوا کہ ضرورت کی وجہ سے مقررہ عمل کا جز ساقط ہوجانا کوئی حیرت انگیز اور غریب امر نہیں، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

غرض ثابت ہُوا کہ مذہب یہی ہے کہ اس صورت میں غسل و وضو کرے اور مسح معاف ہے اُس روایتِ تیمم پر

---

[1] بدائع الصنائع مطلب شرائط جواز المسح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۳

[2] حلیہ

عمل جائز نہیں ولہذا ہم نے اسے شمار میں نہ لیا و باللہ التوفیق وللہ الحمد۔

(۱۵۶) نمبر ۸۸ میں دُرِ مختار سے گزرا کہ اگر آنکھ قدح کرائی اور طبیب نے چت لیٹے رہنے کو کہا ہے نماز اشاروں سے پڑھے **اقول** تو اگر غسل کی حاجت ہو تیمم خود ظاہر ہے اور یہ نمبر ۴۱ ہے یُوں ہی وضو میں جبکہ کوئی کرادینے والا نہ ہو یا وُہ اُجرت زیادہ مانگے یا یہ قادر نہ ہُوا اور یہ نمبر ۴۲ تا ۴۵ ہے مگر ایک صورت دقیق یہاں اور نکلے گی کہ وضو کرانے والا موجود ہے لیکن پلنگ ناپاک اور بچھونا پاک ہے وضو کرنے سے بچھونا کہ اس کے اعضاء کے نیچے ہے ناپاک ہوجائے گا تو اب بھی تیمم کرے واللہ تعالٰی اعلم۔

(۱۵۷) پانی ہے مگر طہارت مطلوبہ کے لیے کافی نہیں تیمم کرے مثلاً نہانا ہے اور صرف وضو کے قابل پانی ہے تو فقط تیمم کرے کہ وضو کرنے یعنی اعضائے وضو دھولینے سے غُسل نہ اُترے گا اور تیمم سارے بدن کو پاک کردیگا تو وضو کرنا اس پانی کا ضائع کرنا ہے یہاں کفایت سے مراد قدر فرض کو کافی ہے مثلاً اتنا پانی ہے کہ غسل میں ایک بار کُلی ایک بار ناک میں پانی ڈالنے ایک بار سارے بدن پر بہانے یا وضو میں ایک ایک بار کے لیے کافی ہے تیمم نہیں ہوسکتا اسی واسطے ہم نے فرض طہارت کے لیے کافی پانی کہا۔ امام ملک العلماء فرماتے ہیں:

www.alahazratnetwork.org

الجنب اذا وجد من الماء قدر مایتوضؤ به لاغیر اجزأه التیمم عندنا لان المأمور به الغسل المبیح للصلاۃ والذی لایبیح وجودہ عدم کمالو کان الماء نجسا ولان الغسل اذا لم یفد الجواز کان الاشتغال به سفها مع ان فیه تضییع الماء وانه حرام[1]۔

جنب کو جب اتنا ہی پانی ملے جس سے صرف وضو کرسکتا ہو تو ہمارے نزدیک اس کے لیے تیمم کرلینا کافی ہے اس لیے کہ اسے حکم تو اس غسل کا ہے جس سے نماز ہوجائے اور جس پانی کا وجود نماز کا جواز نہیں لاسکتا وہ عدم کے درجہ میں ہے جیسے اس صورت میں جب کہ پانی ہو مگر نجس ہو۔ دُوسری وجہ یہ بھی ہے کہ جب غسل سے جواز نماز کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا تو اس میں مشغولیت بیوقوفی ہے ساتھ ہی پانی کی بربادی بھی جو حرام ہے۔" اھ (ت)

درمختار میں ہے:

ناقضه قدرۃ ماء کاف لطھرۃ ولو مرۃ مرۃ[2]۔

تیمم توڑنے والی چیز ایسے پانی پر قدرت ہے جو طہارت کے لیے کفایت کرسکے اگرچہ ایک ایک بار۔ (ت)

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی شرائط رکن التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۵۰

[2] الدرالمختار مع الشامی باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۸۶ تا ۱۸۷

ولہذا اگر پانی نہ پانے پر تیمم کیا تھا اور اب پانی اتنا ملا کہ ایک ایک بار مُنہ ہاتھ اور ایک پاؤں دھویا اور پانی ختم ہوگیا تیمم نہ ٹوٹا کہ یہ پانی وضو کو کافی نہ تھا اور اگر اس نے دو دو بار اعضا دھوئے اور وضو پورا ہونے سے پہلے پانی ختم ہوگیا لیکن اگر ایک ایک بار دھوتا تو کافی ہوتا تو تیمم ٹوٹ گیا۔ خلاصہ و بحر و شامی میں ہے:

لو غسل به کل عضو مرتین او ثلاثا فنقص عن احدی رجلیه انتقض تیممه هو المختار عــــہ لانه لو اقتصر علی المرة کفاه۔[1]

اگر اس پانی سے ہر عضو دو یا تین بار دھویا کہ ایک پاؤں دھونے کے لیے پانی گھٹ گیا تو اس کا تیمم ٹوٹ گیا۔ یہی مختار ہے۔ اس لیے کہ اگر ایک بار دھونے پر اکتفا کرتا تو پانی کفایت کرجاتا۔ (ت)

(۱۵۸) جو آبادی سے دُور ہے مسافر خواہ غیر مسافر مثل شکاری وغیرہ اُس نے پانی سے میل دو میل فاصلہ پر خیمہ لگایا اور پانی اُس کے خیمہ کے دُوسرے حصّے میں جس میں یہ خود نہیں کسی نے رکھا یا اس نے رکھوایا یا خود اسی نے رکھا تھا یا یہ مثلاً اُونٹ پر سوار ہے اگرچہ کسی کام ہی کے لیے شہر سے میل دو میل دُور ہوگیا ہو اور پانی کی پکھال اپنی ہی لٹکائی ہوئی دُم کی طرف ہے یا یہ اُونٹ کو پیچھے سے ہانک رہا ہے اور پکھال آگے کی جانب ہے یا نکیل پکڑے آگے چل رہا ہے اب چاہے پانی اونٹ کی گردن کی طرف ہو خواہ دُم کی جانب۔ یُونہی اگر یہ گاڑی میں سوار ہے اور پانی ماچی میں ہے یا گاڑی ہانک رہا ہے اور پانی گاڑی کے کھٹولے میں ہے غرض پانی ایسی جگہ نہیں کہ اس کے پیشِ نظر ہو یا جس کا بھُولنا عادت سے بعید ہو ان سب صورتوں میں جب نماز کا وقت

www.alahazratnetwork.org

عــــہ علمانے حکم لگایا کہ ایک ایک بار کو پانی کافی تھا لہذا تیمم ٹوٹ گیا اور فقیر نے بطور شرط کہا کہ اگر ایک ایک بار دھونے کو کافی ہوتا تو تیمم ٹوٹ گیا **اقول** اس کی وجہ یہ ہے کہ علما نے دو دو بار دھونے اور ایک پاؤں باقی رہ جانے کی صورت ذکر فرمائی اس صورت میں یقیناً اگر ایک ایک بار دھوتا پانی کافی ہوتا بلکہ بچ رہتا، اور فقیر نے استیعاب صور کے لیے یہ مطلق صورت رکھی کہ وضو تمام ہونے سے پہلے پانی ختم ہوگیا اس میں وہ صورت بھی نکلے گی کہ ایک ایک بار دھونے کو بھی پانی کفایت نہ کرتا مثلاً دو بار منہ دھویا اور دو بار دا ہنا ہاتھ اور پانی نہ رہا تو یہ پانی ایک ایک بار میں بھی کفایت نہ کرتا کہ ایک ہاتھ کا تو دو بار دونوں ہاتھوں کو کافی ہوجاتا اور منہ کا ایک بار دونوں پاؤں کو کفایت نہ کرتا لہذا اس تقیید کی حاجت ہوئی ۱۲ منہ غفرلہ۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۷

آیا اسے پانی یاد نہ رہا یہ خیال کیا کہ میں پانی سے میل بھر یا زیادہ دُور ہوں تیمم کیا اور نماز پڑھ لی نماز ہوگئی یہ صورت بھی شریعت مطہرہ کی رحمت نے پانی سے عجز کی رکھی ہے یہاں تک کہ اگر سلام پھیرتے ہی یاد آیا کہ پانی تو یہاں رکھا ہوا ہے یا میں نے خود ہی تو رکھا تھا جب بھی نماز پھیرنے کی حاجت نہیں، ہاں اگر نماز میں یاد آئے تو لازم ہے کہ نیت توڑے اور وضو کرکے نماز پڑھے یوں ہی پانی اگر اس کے پیش نظر یا ایسی جگہ ہے جہاں کا رکھا ہوا آدمی عادۃً نہیں بھولتا مثلاً اپنی پیٹھ پر مشک یا سواری کی حالت میں آگے رکھا ہُوا پانی یا پیچھے سے ہانکنے کی صورت میں اونٹ کے پیچھے لٹکایا ہُوا تو بیشک ایسی بھول معتبر نہیں نماز وضو کرکے پھر پڑھنی لازم درمختار میں ہے :

(صلی) من لیس فی العمران بالتیمم (ونسی الماء فی رحلہ) وھو مما ینسی عادۃ (لا اعادۃ علیہ) ولو ظن فناء الماء اعاد اتفاقا کما لو نسیہ فی عنقہ او ظہرہ او فی مقدمہ راکبا او مؤخرہ سائقا۔[1]

ایسا شخص جو آبادی میں نہیں اس نے تیمم سے نماز پڑھ لی اور پانی اپنے خیمہ میں بھُول گیا اور یہ ایسی جگہ ہے کہ عادۃً آدمی بھُول جاتا ہے تو اس پر نماز کا اعادہ نہیں ــــ اور اگر یہ گمان تھا کہ پانی ختم ہوگیا ہے تو بالاتفاق نماز کا اعادہ ہے جیسے اس صورت میں کہ پانی اس کی گردن یا پشت پر (رہے لٹکی ہوئی مشک میں) ہو یا سوار ہونے کی حالت میں اس کے آگے کے حصّے میں ہو یا ہانکتے وقت سواری کے پچھلے حصے میں ہو اور بھول جائے تو اعادہ ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قولہ من لیس فی العمران ای سواء کان مسافرا او مقیما منح ونوح افندی عن شرح الجامع لفخر الاسلام اما من فی العمران فتجب علیہ الاعادۃ لان العمران یغلب فیہ وجود الماء فکان علیہ طلبہ فیہ وکذا فیما قرب منہ کما قدمناہ والظاہر ان الاخبیۃ بمنزلۃ العمران لان اقامۃ الاعراب

ان کا قول "جو آبادی میں نہیں" یعنی خواہ مسافر ہو یا مقیم ــــ منح و نوح آفندی بحوالہ شرح جامع از فخر الاسلام ــــ لیکن جو آبادی میں ہے تو اس پر اعادہ واجب ہے اس لیے کہ آبادی میں اکثر پانی موجود رہتا ہے تو اسے تلاش کرلینا لازم تھا اسی طرح آبادی سے قریب مقام کا بھی حکم ہے جیسا کہ اسے ہم نے پہلے بیان کیا ــــ اور ظاہر یہ ہے کہ خیمے بھی آبادی ہی کے درجہ میں ہیں اس لیے کہ ان

---

[1] الدرالمختار مع الشامی باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۲ تا ۱۸۳

www.alahazratnetwork.org

فیھا لاتتأتی بدون الماء فوجودہ غالب فیھا ایضا وعلیہ فیشکل قولھم سواء کان مسافرا او مقیما فلیتأمل۱؎ اھ۔

میں اعرابی بغیر پانی کے نہیں رہتے تو ان خیموں میں بھی پانی اکثر موجود ہی رہتا ہے۔ اس کے پیشِ نظر فقہا کی اس عبارت میں "کہ خواہ مسافر ہو یا مقیم" اشکال ہے تو اسی میں تأمل کرنا چاہئے اھ۔ (ت)

اقول لیس۱؎ من شرط المقیم القرب من العمران او لیس من خرج للاحتطاب او الاحتشاش او الاصطیاد و بعد عن المصر میلا فھو مقیم مباح لہ التیمم کما نص علیہ فی الخانیۃ وغیرھا وقد تقدم ولم یرید وا بہ حضریا فی مصرہ او قرویا فی قریتہ او کردیا فی خبائہ حتی یشکل علیہ ثم قال رحمہ اللہ تعالٰی الرحل للبعیر کالسرج للدابۃ ویقال لمنزل الانسان ومأواہ رحل ایضا ومنہ نسی الماء فی رحلہ مغرب لکن قولھم لوکان الماء فی مؤخرۃ الرحل یفید ان المراد الاول بحر واقول الظاھر ان المراد ما یوضع فیہ الماء عادۃ لانہ مفرد مضاف فیعم کل رحل سواء کان منزلا او رحل بعیر وتخصیصہ باحدھما مما لابرھان علیہ نھر۲؎ اھ۔

اقول مقیم ہونے کے لیے شرط نہیں کہ آبادی سے قریب ہی ہو ــــــ جو لکڑی کاٹنے، یا گھاس لینے، یا شکار کرنے کے لیے نکلا، اور شہر سے ایک میل دُور ہو گیا وہ مقیم ہی ہے اور اس کے لیے تیمم جائز ہے جیسا کہ اس پر خانیہ وغیرہ میں تصریح موجود ہے اور عبارت پہلے گزر چکی ــــــ مقیم سے خاص اپنے شہر میں موجود شہری یا اپنے گاؤں میں موجود دیہی یا اپنے خیمہ میں موجود کرد "مراد نہیں کہ اس پر اشکال ہو۔ پھر علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں: رَحل (کجاوہ) اُونٹ کے لیے ہوتا ہے جیسے سَرج (زین) سواری کے گھوڑے وغیرہ کے لیے ــــــ اور آدمی کی منزل اور ٹھکانے کو بھی رَحل کہا جاتا ہے اسی سے ہے" نسی الماء فی رحلہ" (اپنی منزل میں پانی بھول گیا ــــــ مغرب ــــــ لیکن ان کی یہ عبارت" اگر پانی رَحل کے پچھلے حصّے میں ہو" بتاتی ہے کہ رَحل سے مراد پہلا معنی (اُونٹ کا کجاوہ) ہے ــــــ بحر ــــــ اور میں کہتا ہوں کہ اس سے مراد وہ ہے جس میں عادۃً پانی رکھا جاتا ہو اس لیے کہ مفرد مضاف ہے تو ہر "رَحل" کو عام ہوگا خواہ منزل ہو یا اونٹ کا کجاوہ۔ اور کسی ایک سے خاص کرنے پر کوئی دلیل نہیں ــــــ نہر۔ اھ (ت)

۱؎ ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۳

۲؎ ردالمحتار " " " ۱/۱۸۳

اقول اولاً لیس الرحل[2] مشترکا معنویا بینھما یعم بل مشترك لفظی ولذا فسروہ بالتفسیرین لابتفسیر یشملھما کما سمعت من المغرب وقال فی المصباح المنیر الرحل مرکب للبعیر ورحل الشخص ماؤاہ فی الحضر[1] اھ وفی القاموس الرحل مرکب للبعیر کالراحول ومسکنک الخ[2] وفصلہ بقولہ کالراحول یؤکدہ فان مسکن الانسان لایقال لہ راحول وکذلك فی قول المغرب لفظۃ ایضا ومثلہ فی مختار الصحاح الرحل مسکن الرجل ومایستصحبہ من الاثاث والرحل ایضا رحل البعیر[3] اھ وفی النھایۃ حدیث حولت رحلی البارحۃ حیث رکبھا من جھۃ ظھرھا کنی عنہ بتحویل رحلہ امان یرید بہ المنزل وامان یرید الرحل الذی ترکب علیہ الابل وھو الکور[4] اھ وفی مجمع البحار امانقلا من الرحل بمعنی المنزل او من الرحل بمعنی الکور وھو للبعیر کالسرج للفرس[5] اھ ومثلہ فی الدر النثیر

اقول اولاً لفظ "رحل" مذکورہ دونوں معنوں میں مشترک معنوی نہیں کہ دونوں کو عام ہو بلکہ مشترک لفظی ہے اس لیے اہلِ لغت نے اس کی دونوں تفسیریں کی ہیں کوئی ایک ایسی تفسیر نہیں کی ہے جو دونوں کو شامل ہو۔ جیسا کہ مغرب کے حوالہ سے سنا۔ المصباح المنیر میں ہے: "رحل، اونٹ پر سوار ہونے کی جگہ۔ رحل الشخص حضر میں آدمی کا ٹھکانا اھ"۔ قاموس میں ہے: "رحل، اونٹ پر سواری کی جگہ، جیسے راحول ــــ اور بمعنی مسکن بھی ہے"۔ پہلے معنی کے ساتھ "جیسے راحول" کا اضافہ اس بات کی تائید کرتا ہے کہ لفظ رحل کے الگ الگ یہ دونوں معنی ہیں جن میں یہ مشترک لفظی ہے) اس لیے کہ انسان کے مسکن کو "راحول" نہیں کہا جاتا۔ اور اسی طرح مغرب میں ایضاً (بھی) کے لفظ سے بھی تائید ہوتی ہے۔ اسی کے مثل مختار الصحاح میں ہے کہ: "رحل: آدمی کا مسکن، اور وہ ساز و سامان جو ساتھ لئے ہو ــــ اور رحل اونٹ کے کجاوے کو بھی کہتے ہیں"۔ اھ نہایہ میں ہے: "حدیث: حولت رحلی البارحۃ" "گزشتہ رات میں اپنا رحل

---

[1] المصباح المنیر لفظ الرحل مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۲۳۸
[2] القاموس المحیط باب اللام فصل الراء " " ۳/۳۹۴
[3] مختار الصحاح باب الراء " " ص ۲۵۸
[4] النہایۃ لابن اثیر لفظ رحل مکتبہ اسلامیہ بیروت ۲/۲۰۹
[5] مجمع بحار الانوار باب الراء مع الحاء مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۲/۳۰۳

www.alahazratnetwork.org

للامام جلال السیوطی و اقتصر الامام الراغب فی مفرداته علی التفسیر الاول فقال الرحل مایوضع علی البعیر للرکوب ثم یعبر به تارة عن البعیر و تارة عما یجلس علیه فی المنزل[1] اھ لانه لیس فی الکتاب العزیز الا بھذا المعنی فافاد ایضا انه موضوع له مستقلا فکذا الثانی وعلی ھذا کلام عامة ائمة اللغة۔

تبدیل کردیا جب اس پر پشت کی طرف سے سوار ہوئے۔ اس سے رحل بدلنے کا کنایہ ہے یا تو اس سے منزل مراد ہو یا کجاوہ جس پر اونٹوں پر سوار ہوتے ہیں اھ۔ مجمع البحار میں ہے، یا تو رحل بمعنی منزل سے منقول ہے یا رحل بمعنی کجاوہ سے منقول ہے اور یہ اونٹ کے لیے ہوتا ہے جیسے زین گھوڑے کے لیے اھ۔ اس کے مثل امام جلال الدین سیوطی کی "الدر النثیر" میں ہے۔ اور امام راغب نے مفردات میں صرف پہلی تفسیر ذکر کی ہے، انہوں نے فرمایا ہے: "رحل وُہ ہے جو اونٹ پر سواری کے لیے رکھا جاتا ہے پھر کبھی اونٹ کو بھی رحل کہتے ہیں اور کبھی اسے بھی جس پر منزل میں بیٹھتے ہیں" اھ۔ انہوں نے صرف پہلا معنی اس لیے ذکر کیا ہے کہ قرآن کریم میں یہ لفظ اسی معنی میں آیا ہے اس سے یہ افادہ ہُوا کہ اس معنی کے لیے مستقلاً اس کی وضع ہُوئی ہے تو دوسرا معنی بھی ایسا ہی ہوگا۔ اور عامہ ائمہ لغت کا کلام یہی ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

وثانیا لو سلم لیس ھذا محل التعمیم واستغراق الافراد بل الوجه الاستناد الی الاطلاق فافھم قال رحمه الله تعالی قوله وھو مما ینسی عادة الجملة حالیة ومحترزہ قوله کما لو نسیه فی عنقه الخ قوله لا اعادة علیه ای اذا تذکر بعد ما فرغ من صلاته فلو تذکر فیھا یقطع ویعید اجماعا سراج، واطلق لیشمل ما لو تذکر فی الوقت او بعدہ کما فی الھدایة وغیرھا خلافا لما توھمه فی المنیة، وما لو کان الواضع

ثانیًا اگر مان بھی لیا جائے تو یہ تعمیم اور استغراقِ افراد کا موقع نہیں ـــ بلکہ مناسب یہ ہے کہ مطلق رکھا جائے فافہم۔ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں: ان کا قول "وھو مما ینسی عادة" (اور یہ ایسی جگہ ہے جہاں عادةً آدمی بھول جاتا ہے) جملہ حالیہ ہے اور اس میں اس سے احتراز ہے جو جو آگے کما لو نسیه فی عنقه الخ کے تحت بیان کیا قوله لا اعادة علیه (اس پر اعادہ نہیں) یعنی جب نماز سے فارغ ہونے کے بعد یاد آئے۔ اگر نماز ہی میں یاد آجائے تو بالاجماع نماز توڑ کر اعادہ کرے گا ـــ سراج ـــ اور نماز سے فراغت

---

[1] المفردات للامام الراغب الاصفہانی الراء مع الحاء نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۹۰

للماء فی الرحل ھو او غیرہ بعلمہ یا مرہ او بغیر امرہ خلافا لابی یوسف اما لو کان غیرہ بلا علمہ فلا اعادۃ اتفاقا حلیۃ[1] اھ

کے بعد یاد آنے کو مطلق ذکر کیا تاکہ وقت کے اندر یا وقت کے بعد کسی بھی وقت یاد آئے دونوں کو شامل رہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہا میں ہے اُس کے برخلاف جو منیہ میں وہم کیا ــــ اور یہ اس کو بھی شامل ہو جب منزل میں پانی رکھنے والا وہ خود ہو یا دوسرے نے اس کے علم میں رکھا ہو اس کے حکم سے یا اس کے حکم کے بغیر ــــ بخلاف امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے ــــ اور اگر دوسرے نے اس کی لاعلمی میں رکھا ہو تو بالاتفاق اس پر اعادہ نہیں۔ حلیہ اھ۔ (ت)

اقول یوھم ان فی المنیۃ[2] حکم الاعادۃ فی احد الفصلین ولیس کذلک انما توھمھا فی تخصیص خلاف ابی یوسف بصورۃ التذکر فی الوقت حیث قال لو کان معہ ماء فی رحلہ فنسیہ وتیمم وصلی ثم تذکر فی الوقت لم یعد عند ابی حنیفۃ ومحمد رحمھما اللہ تعالٰی وان تذکر بعد الوقت لم یعد فی قولھم جمیعا[2] قال رحمہ اللہ تعالٰی قولہ (فی عنقہ) ای عنق نفسہ (او مقدمہ) ای مقدم رحلہ واحترز بہ عما لو نسیہ فی مؤخرہ راکبا او مقدمہ سائقا فانہ علی الاختلاف وکذا اذا کان قائدا مطلقا بحر[3]۔

اقول عبارتِ بالا سے منیہ کے متعلق وہم پیدا ہوتا ہے کہ اس کے اندر ایک صورت میں اعادہ کا حکم بیان کیا گیا ہے حالاں کہ ایسا نہیں ــــ منیہ کا وہم یہ ہے اس میں امام ابو یوسف کا اختلاف صرف اندرونِ وقت یاد آنے والی صورت سے خاص کر دیا ہے، (جب کہ ان کا اختلاف اِس صورت میں بھی ہے اور اُس صورت میں بھی ہے جب پانی خود رکھا ہو یا اس کے علم و اطلاع میں دوسرے نے رکھا ہو اور یہ بھول گیا ہو ۱۲ م الف) منیہ کی عبارت یہ ہے: "اگر اس کے ساتھ خیمہ میں پانی ہو جسے یہ بھول گیا اور تیمم کرکے نماز پڑھ لی پھر اسے وقت کے اندر یاد آگیا تو امام ابوحنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی علیہما کے نزدیک اعادہ نہیں اور اگر وقت گزرنے کے بعد یاد آیا تو تینوں حضرات ائمہ کے نزدیک اعادہ نہیں" اھ۔ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں، قولہ "فی عنقہ" یعنی خود اپنی گردن میں (او مقدمہ) یعنی اپنے کجاوے کے اگلے حصہ میں ــــ اس لفظ کے ذریعہ اس

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفٰے البابی مصر ۱/۱۸۳

[2] منیۃ المصلی فصل فی التیمم مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۴۹

[3] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفٰے البابی مصر ۱/۱۸۳

صورت سے احتراز مقصود ہے جب وُہ سوار ہونے کی حالت میں کجاوے کے پیچھے رکھا ہُوا پانی یا جانور ہانکنے کی حالت میں کجاوے کے آگے رکھا ہوا پانی بھول گیا ہو کیونکہ اس میں اختلاف ہے۔ اسی طرح جب جانور کی نکیل پکڑ کر آگے لیے جا رہا ہو تو اس میں مطلقاً (پانی کجاوے کے آگے رکھا ہو یا پیچھے دونوں ہی صورتوں میں) اختلاف ہے۔ بحر۔ (ت)

(۱۵۹) مسافر رات کو کنوئیں یا جھیل کے پاس اُترا چاہ و نہر جھاڑی کے اندر ہیں یا کنواں ڈھکا ہُوا ہے اگرچہ خاص اُسی پر اس نے خیمہ تانا ہو غرض نہ اُسے جنگل میں پانی ہونے کا علم ہے نہ پانی ظاہر نہ وہاں کوئی واقف کار جس سے پُوچھ سکے اس حالت میں اُس نے تیمم سے نماز پڑھ لی تو یہ بھی صورت عجز ہے **اقول** یہاں بھی اعادہ نہ کرے گا اگرچہ سلام کے بعد ہی پانی وہاں ہونا معلوم ہو جائے کہ یہاں صورت سابقہ سے بھی عذر واضح تر ہے وہاں علم تھا نسیان سے جاتا رہا اور یہاں سرے سے علم نہیں غنیہ میں ہے:

اذا تیمم وصلی والماء قریب منه وهو لایعلم اجزأه[1]۔

پانی اس سے قریب ہے اور جانتا نہیں ایسی صورت میں تیمم کرکے نماز پڑھ لی تو جائز ہے۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

ظاهر هذا وما قدمناه عن شرح الجامع الصغير لقاضی خان ومحیط الامام رضی الدين ان هذا الحكم على الوفاق وقد افصح به فی التجنیس حیث قال صلی بالتیمم وفی جنبه بئر ماء لم یعلم بها جاز علی قولهم وما فی جامع الفتاوٰی ضرب الخیمة علی بئر مندرس وتیمم وصلی ثم علم فالاحسن اعادتها انتهی لایخالفه وهو ظاهر ثم فی المحیط قیده بما اذا لم یکن بحضرته من یسأله عن الماء معللا بان الجهل یعجزه عن استعمال الماء کالبعد ولم

یہ عبارت اور جو ہم نے امام قاضی خاں کی شرح جامع صغیر اور امام رضی الدین کی محیط کے حوالہ سے پہلے ذکر کی دونوں کا ظاہر یہی ہے کہ یہ حکم بالاتفاق ہے۔ اور تجنیس میں اس کی صراحت بھی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: "اس کی بغل میں پانی کا کنواں ہے جس کا اسے علم نہیں اور تیمم کرکے نماز پڑھ لی تو ان سب کے قول پر جائز ہے"۔ اور جامع الفتاوٰی کی درج ذیل عبارت اس کے مخالف نہیں جیسا کہ واضح ہے: "کسی بے نشان کنوئیں پر خیمہ لگایا اور تیمم کرکے نماز پڑھ لی پھر کنوئیں کا علم ہُوا تو نماز کا اعادہ بہتر ہے" انتہی۔ پھر محیط میں اس مسئلہ کو اس شرط سے مقید کیا ہے کہ اس کے پاس کوئی ایسا

---

[1] غنیۃ المستملی فصل فی التیمم مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۶۹

یکن مقصرا فی جهله قال وان کان بحضرته من
یسأله فلم یسأله حتی تیمم وصلی ثم سأله
فاخبره بماء قریب لم تجز صلاته لانه قادر
علی استعماله بواسطة السؤال فاذا لم یسأله
جاء التقصیر من قبله کالذی نزل بالعمران
ولم یطلب الماء لم یجز تیممه انتهی وسنذکر
عن البدائع مایوافقه فی هذا الشرط اھ[1]

شخص نہ ہو جس سے پانی کے متعلق دریافت کرسکے۔ وجہ
یہ بتائی ہے کہ یہ لاعلمی پانی کے استعمال سے عجز کا باعث
ہے جیسے پانی کی دُوری ــــ اور اس لاعلمی میں اس کی
کوئی تقصیر اور کوتاہی نہیں۔ آگے فرمایا ہے، اگر اس
کے پاس کوئی ایسا شخص ہو جس سے یہ دریافت کرسکتا
تھا مگر دریافت نہ کیا اور تیمم کرکے نماز پڑھ لی پھر پوچھا تو
اس نے قریب ہی پانی ہونے کی خبر دی تو ایسی صورت
میں نماز نہ ہوئی اس لیے کہ وہ دریافت کرکے پانی کے استعمال پر قادر تھا۔ جب دریافت نہ کیا تو کوتاہی اس کی جانب
سے ہوئی۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی آبادی میں اُترا اور پانی تلاش نہ کیا تو اس کا تیمم جائز نہیں اھ۔ اور عنقریب ہم
بدائع کی عبارت ذکر کریں گے جو اس شرط میں محیط کے موافق ہے۔" اھ (یہاں تک کی عبارتیں حلیہ سے منقول ہیں) (ت)

اقول وقول المحیط ثم سأله غیر
قید بل کذلک الحکم لو اخبره بدء کما لایخفی
وکذلک قوله اخبره خرج وفاقا فکذلک الحکم
ان علم بعد بنفسه فان المناط تفریطه فی
السؤال وقد حصل ثم ذکر فی الحلیة عن المجتبی
ماظاهره ان ابایوسف رحمه الله تعالی یخالف فی هذه
ایضا کمسألة النسیان وعن الخانیة ماظاهره مثله مع افادة
ان عن ابی یوسف فی کلا مسألة النسیان والجهل روایتین
وعن المبتغی ماظاهره ان خلافه علی روایة ههنا اذا
کان علی شاطئ النهر لا البئر حیث قال ولو صلی به وبجنبه
بئر ماء لم یعلم بها جازت صلاته وان کان
ذلک علی شاطئ النهر عن ابی یوسف
فیه روایتان اھ[2] ثم وجه هذا المختلف

اقول: محیط میں جو فرمایا ہے کہ "پھر اس
سے پُوچھا" یہ قید نہیں بلکہ اگر اس نے نہ پُوچھا اور اس
نے از خود بتادیا تو بھی یہی حکم ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔
اسی طرح ان کا یہ قول "اس نے قریب میں پانی ہونے
کی خبر دی" اتفاقی طور پر ہے اس لیے کہ اگر اس نے
خبر نہ دی بلکہ بعد میں اس نے از خود جان لیا تو بھی یہی حکم
ہے کیونکہ تیمم جائز نہ ہونے کا مدار اس پر ہے کہ اس نے
دریافت کرنے میں کوتاہی کی اور یہ امر حاصل ہے (اس
طرح کہ بتانے والے کے ہوتے ہُوئے اس نے دریافت
نہ کیا اور تیمم کرکے نماز پڑھ لی) پھر حلیہ میں مجتبٰی کے حوالہ سے
ایک کلام ذکر کیا ہے جس کا ظاہر یہ ہے کہ مسئلہ
نسیان کی طرح اس مسئلہ میں بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ
تعالٰی کا اختلاف ہے ــــ اور خانیہ کی عبارت بھی

---

[1] و [2] حلیۃ المحلی

www.alahazratnetwork.org

بان من حکی الوفاق اختار الروایة الموافقة اولم یطلع علی الروایة المخالفة و بالعکس ثم قال و فی الخلاصة لو ضرب الفسطاط علی رأس بئر قد غطی رأسها و لم یعلم بذلك فتیمم وصلی ثم علم بالماء امرته بالاعادة[1] انتھی فافاد ظاھرا ضد ما فی الکتاب من غیر حکایة خلاف[2] اھ

ذکر کی ہے جس کا ظاہر اسی کے مثل ہے ساتھ ہی اس سے یہ افادہ بھی ہوتا ہے کہ نسیان اور لاعلمی دونوں ہی مسئلوں میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے دو روایتیں ہیں ــــ اور منیہ کے حوالہ سے وہ ذکر کیا ہے جس کا ظاہر یہ ہے کہ یہاں ایک روایت کی بنیاد پر ان کا اختلاف اس صورت میں ہے جب وہ کسی دریا کے کنارے ہو۔ کنُویں کے پاس ہونے کی صورت میں ان کا اختلاف نہیں۔ عبارت یہ ہے : "اگر اس کے پاس پانی کا کنواں ہے جس کا اُسے علم نہیں اور تیمم سے نماز پڑھ لی تو اس کی نماز ہوگئی، اور اگر دریا کے کنارے ایسا ہوا تو اس بارے میں امام ابو یوسف سے دو روایتیں ہیں" اھ پھر اس اختلاف کی توجیہ یہ فرمائی ہے کہ جس نے اتفاق کی حکایت کی ہے اس نے موافقت والی روایت اختیار کی یا مخالفت والی روایت پر اسے اطلاع نہ ہُوئی ــــ (یعنی حکایت اختلاف والے نے صرف روایتِ مخالفت اختیار کی یا روایتِ موافقت پر اسے اطلاع نہ ہُوئی ۱۲ م الف) پھر فرمایا : خلاصہ میں ہے "اگر کسی ایسے کنُویں کے اوپر خیمہ لگایا جس کا منہ بند ہے اور اسے اس کا پتا نہ چلا، تیمم کرکے نماز پڑھ لی پھر اسے پانی کا علم ہُوا تو میں اسے اعادہ کا حکم دُوں گا انتہی" تو صاحبِ خلاصہ نے حکایتِ اختلاف کے بغیر بظاہر اس کے برخلاف افادہ فرمایا جو کتاب میں ہے۔ (حلیہ کی عبارت ختم ہوئی) اھ (ت)

اقول یمکن ان یرید امرتہ ندبا فیکون مثل ما فی جامع الفتاوی ولا یخالف الجم الغفیر ثم راجعت الخلاصة فوجدت تمامه فیھا وھو مروی عن ابی یوسف رحمه اللّٰه تعالٰی[3] اھ فبترك ھذا نشأ ظن المخالفة بینھا و بین ما فی الکتاب و لعله ساقط من

اقول ہوسکتا ہے ان کی مراد یہ ہو کہ "استحباباً میں اسے یہ حکم دُوں گا" اس طرح یہ کلام بھی جامع الفتاوٰی کے مثل ہوگا اور جمِ غفیر کے مخالف نہ ہوگا ۔ پھر میں نے "خلاصہ" کو دیکھا تو اس میں پُوری بات ملی وہ یہ کہ "یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے" اھ ــــ اتنا چھوڑ دینے سے یہ گمان پیدا ہوا کہ

---

[1] حلیہ بحوالہ خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس فی التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۲

[2] حلیہ

[3] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس فی التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۲

www.alahazratnetwork.org

نسخته وقد زلت به قدم قلم العلامة المحقق البحر فمشى عليه في البحر موهما انه قول الكل او المختار في المذهب و ليس كذلك كما علمت وقد قال ايضا في الهندية عن المحيط اذا ضرب خباءه على رأس بئر غطى رأسها وفيها ماء وهو لا يعلم اوكان على شط النهر وهو لا يعلم فتيمم وصلى به جاز عندهما خلافا لابي يوسف رحمهم الله تعالى[1] اھ فقد انكشف اللبس ولله الحمد وبه تعالى العصمة۔

خلاصہ اور کتاب کے بیان میں باہم اختلاف ہے۔ ہوسکتا ہے صاحبِ حلیہ کے نسخہ میں اتنی عبارت ساقط ہو۔ اسی کی وجہ سے علامہ محقق بحر کا پائے قلم لغزش میں پڑگیا تو وہ البحر الرائق میں اسی حکم پر چلے گئے اور اس طرح بیان کیا جس سے وہم ہوتا ہے کہ یہ سبکا قول ہے یا یہی مذہب میں مختار ہے حالانکہ ایسا نہیں جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔ اور ہندیہ میں بھی محیط کے حوالہ سے لکھا ہے "جب ایسے کنویں پر خیمہ لگایا جس کا منہ بند ہے اور کنویں میں پانی ہے۔ اور یہ جانتا نہیں یا وہ دریا کے کنارے ہے اور اسے پتا نہیں تو تیمم کرکے نماز پڑھ لی، طرفین (امام اعظم و امام محمد) کے نزدیک جائز ہے بخلاف امام ابو یوسف کے۔ رحمہم اللہ تعالٰی اھ۔ اس تصریح سے التباس دُور ہوگیا۔ اور ساری خوبیاں اللہ ہی کے لیے ہیں اور حفاظت اسی سے ملتی ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

(١٦٠) سفر میں باپ بیٹے ہمراہ ہیں پانی دونوں کی ملک مشترک یا تنہا بیٹے کی ملک اور ایک ہی کے لیے کافی ہے اور باپ اس سے طہارت کرنا چاہتا ہے بیٹے کو جائز نہیں کہ اُس سے مزاحمت کرے کہ باپ بوقتِ حاجت ملکِ اولاد کا مالک بن سکتا ہے لہذا بیٹے پر لازم کہ تیمم کرے فتاوٰی امام قاضیخان میں ہے:

لوکان الماء بین الاب والابن فالاب اولی به لان له حق تملك مال الابن[2]۔

اگر پانی باپ اور بیٹے کے درمیان مشترک ہو تو باپ زیادہ حقدار ہے کیوں کہ اسے مالِ فرزند کا مالک بننے کا حق حاصل ہے۔ (ت)

اسی طرح اُس سے خزانۃ المفتین و ہندیہ و اشباہ فن ثالث قول فی الدین میں ہے۔

اقول ولا یختص بالشرکة بل لوکان کله ملك ولده فالحکم کذلك

اقول: یہ حکم ملک میں شرکت کی صورت سے ہی خاص نہیں۔ اگر سارا پانی بیٹے کی مِلک ہو تو بھی

---

[1] فتاوٰی ہندیہ — الفصل الثالث فی المتفرقات — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/۳۱

[2] فتاوٰی قاضیخان — فصل فیما یجوز لہ التیمم — مطبوعہ نولکشور لکھنؤ — ۱/۲۷

اذا اراده الاب بدلیل الدلیل وتردت ان یرید الاب التطھر بہ لان لہ ان یترکہ لابنہ ویتیمم فح لاعجز بالولد بل لوکان ملك الابن فما لم یظھر الاب ارادتہ لایثبت عجز الابن حتی لوکان متیمما قبلہ انتقض فان اخذہ الاب اعاد تیممہ۔

یہی حکم ہے جبکہ باپ طہارت کا قصد کرلے ــــ باپ کے قصدِ طہارت کا اضافہ میں نے اس لیے کیا کہ اسے یہ بھی اختیار ہے کہ پانی بیٹے کے لیے چھوڑ دے اور خود تیمم کرلے ایسی صورت میں بیٹا عاجز نہ ہوگا۔ بلکہ اگر پانی بیٹے کی ملک ہے تو جب تک باپ اپنے قصدِ طہارت کا اظہار نہ کرے بیٹے کا عجز ثابت نہ ہوگا یہاں تک کہ پانی ملنے سے پہلے بیٹا اگر تیمم سے تھا تو بعدِ ملک اس کا تیمم ٹوٹ گیا اب اگر وہ پانی لیتا ہے تو بیٹے کو دوبارہ تیمم کرنا ہوگا۔ (ت)

(۱۶۱) **اقول:** باپ بیٹے کو جنگل میں مباح پانی ملا کہ ایک ہی کو کافی ہے اگر باپ وہاں پہلے پہنچ گیا اس کا قبضہ ہوگیا جب تو ظاہر ہے کہ بیٹا تیمم کرے کہ اب وہ ملکِ غیر ہے کہ مباح استیلا سے ملک ہوجاتا ہے یہ نمبر ۵۳ ہوا۔ اور اگر بیٹا پہلے پہنچا قابض ہُوا تو یہی نمبرہ ۵۱ ہے اور اگر دونوں ایک ساتھ پہنچے اگر باپ نے پہلے سے کہہ دیا تھا کہ پانی میں لُوں گا تو بیٹے کو مزاحمت جائز نہیں پانی پر صرف باپ کی قدرت ثابت ہوگی یہاں تک کہ اگر پہلے سے بیٹے کا تیمم تھا نہ ٹُوٹے گا اور نہ تھا تو اب تیمم کریگا اور اگر پہلے سے ایسا نہ کہا تھا تو دونوں قادر ہوگئے اگر پہلے سے تیمم کئے تھے جاتے رہے اب اگر باپ اس پانی کو لینا چاہے بیٹا دوبارہ تیمم کرے ھذا کلہ ماظھرلی تفقھا وارجو ان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالٰی (یہ سب بطورِ تفقہ میرے اوپر ظاہر ہُوا اور امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالٰی درست ہوگا۔ ت)

تنبیہ: خانیہ وخلاصہ واشباہ و دُرِمختار وغیرہا میں ہے کہ جنگل میں جُنب وحائض ومحدث ومیّت ہیں مباح پانی قابلِ غسل ملا کہ ایک ہی کو کافی ہے تو جنب اولٰی ہے وہ نہائے اور حائض ومحدث تیمم کریں اور میّت کو تیمم کرایا جائے،

وھذا نظم الدر الجنب اولی بمباح من حائض او محدث ومیّت ولو لاحدھم فھو اولی ولو مشترکا ینبغی صرفہ للمیّت[1]۔

اور دُرِمختار کی عبارت یہ ہے: "جُنب آبِ مباح میں حائض، محدث اور میّت سے اولٰی ہے اور اگر پانی ان میں کسی کی ملک ہو تو وہی مستحق ہے اور اگر ملک میں سب کی شرکت ہے تو چاہئے کہ سب اپنا حصہ میّت کو دے دیں۔" (ت)

---

[1] الدرالمختار مع الشامی باب التیمم مطبع مصطفٰے البابی مصر ۱/۱۸۶

اقول یہ سبیل پانی سے عجز کی نہیں یہاں تک[ف۱] کہ اگر تینوں متیمم تھے اب یہ آبِ مباح ملا سب کا تیمم ٹوٹ گیا جب جنب اُس سے نہائے حائض و محدث دوبارہ تیمم کریں۔

فان[ف۲] وجد ان مباح یکفی لاحدھم علی سبیل البدلیۃ ینقض تیممھم جمیعا لان کل واحد منھم صار قادرا[۱] کما فی خزانۃ المفتین عن الکبری وفی الخلاصۃ خمسۃ من المتیممین وجدوا من الماء المباح قدر ما یتوضؤ بہ احدھم انتقض تیمم الکل ولو[ف۳] جاء رجل بکوز من ماء وقال لیتوضأ بہ ایکم شاء انتقض تیمم الکل وان کان الماء یکفی لاحدھم ولو قال ھذا الماء لمن یرید فکذلک[۲] اھ۔

اس لیے کہ اگر آبِ مباح اس مقدار میں ملا کہ بطور بدلیت ان میں سے ہر ایک کے لیے کافی ہوگا تو سبھی کا تیمم ٹوٹ گیا اس لیے کہ ان میں ہر ایک قادر ہوگیا جیسا کہ خزانۃ المفتین میں بحوالہ کبرٰی لکھا ہوا ہے۔ خلاصہ میں ہے "ایسے پانچ آدمیوں کو جو تیمم سے ہیں آبِ مباح اس مقدار میں ملا کہ ان میں کسی ایک کے لیے کافی ہوگا تو سب کا تیمم ٹوٹ گیا اور اگر کوئی اپنے پانی کا برتن لے آیا اور کہا تم میں سے جو چاہے وضو کرلے تو سب کا تیمم ٹوٹ گیا اگرچہ پانی صرف ایک شخص کے لیے کفایت کرسکتا تھا اور اگر کہا "یہ پانی اس کے لیے ہے جو چاہے تو بھی یہی حکم ہے"۔ اھ (ت)

www.alahazratnetwork.org

[ف۴] باپ جب اُسے لینا چاہتا ہے بیٹا شرعاً ممنوع ہوگیا اور منع شرعی بھی موجب عجز ہے۔

کما تقدم عن الفتح فی ماء الحب والماء الموھوب وکذا الماء[ف۵] المملوک ملکا فاسدا اذا اذن بہ الشرکاء لاحدھم لاینتقض تیممہ قال فی البحر لایخفی انہ وان کان مملوکا لایحل التصرف فیہ فکان وجودہ کعدمہ[۳] اھ ونازع فیہ النھر بما ھو من مثلہ عجیب۔

جیسا کہ سبیل کے پانی اور ہبہ شدہ پانی کے بیان میں فتح القدیر کے حوالہ سے گزرا ۔۔ اسی طرح جو پانی ملک فاسد کے طور پر ملکیت میں آیا ہے اس کے متعلق شرکاء جب کسی ایک کو اجازت دے دیں تو اس کا تیمم نہ ٹوٹے گا۔ البحر الرائق میں ہے: "مخفی نہ رہے کہ یہ اگرچہ مملوک ہے مگر اس میں تصرف روا نہیں تو اس کا ہونا نہ ہونے کی طرح ہے"۔ اھ اس مسئلہ پر صاحبِ بحر سے ان کے برادر صاحبِ نہر نے اختلاف کرتے ہوئے ایسی بات لکھی ہے جو ان جیسی شخصیت کے قلم سے تعجب خیز ہے۔ (ت)

۱؎ خزانۃ المفتین قلمی نسخہ ۱/۱۳ ۲؎ خلاصۃ الفتاوٰی خمسۃ من المتیممین مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۷

۳؎ البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۴

بخلاف جنب کہ جب یہاں اس کا تنہا استحقاق جبری نہیں صرف اولویت ہے، (ف۱) محدث سے اس لیے کہ جنابت اغلظ ہے اور حائض سے محض اس مصلحتِ افضلیت کے لیے کہ وہ تو امامت کر نہیں سکتی، جنب امام ہوگا اب اگر حائض نہائے اور جنب تیمم کرے تو یہ غاسل کی اقتدا متیمم سے ہوگی اور یہ (ف۲) اگرچہ صحیح وجائز ہے مگر عکس افضل ہے، لہذا مناسب کہ جنب نہائے اور حائض تیمم کرے اور میت سے یوں کہ غسلِ جنابت کا ثبوت قرآن عظیم سے ہے اور غسلِ میت کا سنت واجماع سے، ایسے ہلکے مصالح کے لیے جنب کو ترجیح دی ہے نہ یہ کہ اُس کا استحقاق اوروں کو پانی سے عاجز کردے۔ فی ردالمحتار الجنب اولی بمباح ھذا بالاجماع تاترخانیة[1] اھ (ردالمحتار میں ہے: جنب آبِ مباح کا زیادہ حقدار ہے، یہ بالاجماع ہے۔ تاتارخانیہ اھ۔ ت)

اقول ھذا عجب بل جمہور المشائخ علی اولویة المیّت وان کان الاصح الاول ففی البحر عن الظہیریة قال عامة المشائخ المیّت اولی وقیل الجنب اولی وھو الاصح اھ[2] ونازعه ط بانه حیث کان المشترک ینبغی صرفه للمیت ای کما تقدم عن الدر فالمباح اولی اھ[3] ای اذا امروا ندبا بصرف ملکھم للمیت فما لا ملک لھم فیه اولی واجاب ش بانه ینبغی لکل منھم صرف نصیبه للمیّت حیث کان کل واحد لا یکفیه نصیبه ولا یمکن الجنب ولا غیرہ ان ینفرد بالکل لانه مشغول بحصة المیّت وکون الجنابة اغلظ لا یبیح استعمال حصة المیّت فلم یکن الجنب اولی بخلاف ما اذا کان الماء مباحا فانه حیث امکن به رفع

اقول: یہ عجیب بات ہے۔ جمہور مشائخ میت کو زیادہ حقدار کہتے ہیں اگرچہ اصح اول ہے —— البحرالرائق میں ظہیریہ کے حوالے سے ہے: "عامہ مشائخ کا قول ہے کہ میت زیادہ حقدار ہے اور کہا گیا کہ جنب اولٰی ہے اور یہی اصح ہے"۔ اھ۔ سید طحطاوی نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "جب مشترک پانی میت کے لیے صرف کرنا چاہیے (یعنی جیسا کہ درمختار کے حوالے سے گزرا) تو آبِ مباح بدرجۂ اولٰی اسی کا حق ہوگا"۔ اھ۔ یعنی بطور استحباب جب یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنی ملکیت کا حصہ میت کو دے دیں تو جس میں ان کی ملکیت نہیں ہے اس کے لیے بدرجۂ اولٰی یہ حکم ہوگا۔ علامہ شامی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ "ہر ایک کو اپنا حصہ میت کو اس وقت دے دینا چاہیے جب کہ ہر ایک کی یہ حالت ہے کہ اس کا اپنا حصہ اس کے لیے کفایت نہیں کرسکتا اور جنب غیر جنب کوئی بھی سارا

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۶
[2] البحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی ۱/۱۴۳
[3] طحطاوی علی الدر " مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۳۲

الجنابة کان اولی[1] اھ ای ان المشترك لایمکن لاحدھم الاستقلال به لمکان حصة المیت فان سمحوا به امکن غسله والا یممو وتیمموا فکان السماح اولی بخلاف المباح فان لکل ان یستقل به وقد امکن به رفع الجنابة فکان الجنب اولی۔

پانی اپنے تصرف میں نہیں لاسکتا اس لیے کہ اس میں میت کا حصہ بھی شامل ہے اور حدیثِ جنابت کا زیادہ سخت ہونا اس کی اجازت نہیں دیتا کہ جنب میت کا حصہ بھی استعمال کرے اس لیے جنب اولٰی نہ ہوا ــــ مگر آبِ مباح کی صورت اس کے برخلاف ہے کیونکہ جنب اس سے جنابت دُور کر جاسکتی ہے تو جنب ہی اولٰی ہے" اھ یعنی آبِ مشترک کو ان میں کوئی بھی پُورے طور سے اپنے استعمال میں نہیں لاسکتا اس لیے کہ اس میں میت کا بھی حصہ موجود ہے لیکن اگر یہ سب اپنا حصہ میت کو دے دیں تو اس کا غسل ہو جائے گا ورنہ اسے بھی تیمم کرایا جائیگا اور یہ سب بھی تیمم ہی کرسکیں گے تو دے دینا اولٰی ہُوا ــــ آبِ مباح کا حکم اس کے برخلاف ہے اس لیے کہ ہر ایک اسے پُورے طور سے استعمال کرسکتا ہے اور اس سے رفعِ جنابت ممکن ہے تو جنب کا استعمال کرنا اُولٰی ہوا۔ (ت)

اقول یحتاج[2] الی تتمیم فان مجرد جواز استقلال کل به انما نفی ما ذکر من داعی اولویة الصرف للمیت وھو لاینفی ان یکون له داع اٰخر فضلا عن ثبوت اولویة الجنب۔

اقول: ابھی یہ جواب ایک تتمہ کا محتاج ہے اس لیے کہ محض اس بات سے کہ ہر ایک کو آبِ مباح پُورے طور سے اپنے استعمال میں لانا جائز ہے صرف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ استعمال میت کے اولٰی ہونے کا جو سبب پہلے بیان ہوا وہ یہاں نہیں ہے مگر اتنے سے کسی دوسرے سبب اور داعی کی نفی نہیں ہوتی (ہو سکتا ہے کہ یہاں اُس کی اولویت کا وہ سبب تو نہ ہو مگر کوئی اور سبب موجود ہو۔ م الف) پھر جنب کے میت سے بھی اولٰی ہونے کا ثبوت تو ابھی دُور کی بات ہے۔ (ت)

وانا **اقول** المباح انما یملك بالاستیلاء والمیت لیس من اھله فلا حق له فیه بخلاف الباقین والجنب احوجھم لما یأتی فکان اولی وسنذکر

وانا **اقول** (اب تکمیلِ جواب کے لیے میں کہتا ہوں) مباح قبضہ کرنے سے ہی ملک میں آتا ہے۔ اور میت اس کا اہل نہیں، تو اس میں اس کا حق بھی نہیں۔ باقی (جنب، حائض، محدث)

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱۸۶/۱

تمامه ان شاء الله تعالٰی اما وجه القول الاصح فقال ش لان الجنابة اغلظ من الحدث والمرأة لاتصلح اماما[1]اھ وفی ط اولٰی من حائض لامکان تیممها بالتراب و اقتداءها به و اقتداء المتیمم بالمتطهر افضل من عکسه مع عدم تأتیه هنا[2]اھ

کا حال اس کے برخلاف ہے اور ان میں جنب کو ترجیح حاصل ہے تو وہی اولٰی ہے۔ وجہ ترجیح کابیان آگے آرہا ہے اور اس کی تکمیل بھی ہم اِن شاء اللہ ابھی ذکر کریں گے۔ قولِ اصح کی وجہ بتاتے ہوئے علامہ شامی نے یہ لکھا: "اس لیے کہ جنابت، حدث سے زیادہ سخت ہے اور عورت قابلِ امامت نہیں" اھ۔ اور حاشیۂ سید طحطاوی میں یہ ہے کہ "جنب، حائض سے اولٰی ہے اس لیے کہ وہ تیمم کرکے اس کی اقتدا کرسکتی ہے۔ متیمم، غسل کرنے والے کی اقتدا کرے یہ برعکس کرنے سے افضل ہے اور برعکس صورت یہاں ہو بھی نہیں سکتی"۔ اھ (ت)

اقول بل یتأتی بان یتیمم الجنب وتغتسل ھی ولا یتوھم العکس بمعنی امامة المرأة ھذا وسکت ش عن وجه تقدیم الجنب علی المیّت وقال فقیه النفس فی الخانیة لان غسله فریضة وغسل المیّت سنة[3] اھ قال فی الاشباہ مرادہ ان وجوبه بها بخلاف غسل الجنب فانه فی القرآن[4]اھ وتعقبه السید الحموی بانه انما یتم ھذا التاویل لولم یکن ھناك قول بالسنة اما مع وجودہ فلا[5]اھ وقال قبله قال

اقول: بلکہ ہوسکتی ہے اس طرح کہ جنب تیمم کرے اور حائض غسل کرے (تو غسل کرنے والی کا تیمم کرنے والے کی اقتدا کرنا پایا جائیگا اور یہ صورت ممکن وجائز ہے ۱۲م الف) اور امامتِ عورت کے معنی میں عکس کا وہم کرنے کی گنجائش نہیں (اس لیے کہ حائض غسل کرے یا تیمم جنب بہرحال اس کی اقتدا نہیں کرسکتا خواہ یہ تیمم کرے یا غسل۔ کوئی صورت ایسی نہیں جس میں جنب وحائض کی امامت میں صرف افضل وغیر افضل کا فرق ہو ۱۲م الف) یہ ذہن نشین رہے۔ میّت پر جنب کو مقدم کرنے کی وجہ

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۶

[2] طحطاوی علی الدر 〃 مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۳۳

[3] فتاوٰی قاضی خاں فصل فیما یجوز لہ التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۷

[4] الاشباہ والنظائر تذنیب فیما یقدم عند الاجتماع الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۱۶

[5] غمز عیون البصائر 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/۲۱۷

المصنف[عہ۱] فی البحر وما نقله[عہ۲] مسکین من قوله وقیل غسل المیت سنة مؤکدة ففیه نظر بعد نقل الاجماع یعنی فی فتح القدیر اللھم الا ان یکون قولا غیر معتمد فلا یقدح فی انعقاد الاجماع اھ[۱]

کیا ہے؟ اس سے علامہ شامی نے سکوت اختیار کیا۔ اور خانیہ میں امام فقیہ النفس نے یہ لکھا: "اس لئے کہ جنب کا غسل فرض ہے اور میّت کا غسل سنّت ہے"۔ اھ۔ اس پر اشباہ میں فرمایا: "مراد یہ ہے کہ غسلِ میّت کی فرضیت سنّت سے ثابت ہے۔ اس کے برخلاف غسلِ جنب کی فرضیت قرآن میں مذکور ہے" اھ۔ اشباہ کی اس عبارت پر سیّد حموی نے یہ تنقید کی: "یہ تاویل اس وقت کامل و درست ہوتی جب یہاں (غسلِ میّت کے) مسنون ہونے کا کوئی قول نہ ہوتا۔ لیکن یہ قول ہوتے ہوئے تاویل مذکور تام نہیں" اھ (ہوسکتا ہے کہ امام قاضیخان کا کلام غسلِ میّت کی مسنونیت والے قول پر ہی مبنی ہو، ایسی صورت میں ان کے غسلِ میّت کو سنّت کہنے کا یہ معنی بتانا کہ اس کا وجوب سنّت سے ثابت ہے درست نہ ہوگا ۱۲ م الف) اس سے قبل فرمایا مصنفِ اشباہ نے بحر الرائق میں لکھا ہے: "(فتح القدیر میں) غسلِ میّت کی فرضیت پر نقلِ اجماع کے پیشِ نظر ملا مسکین کی یہ نقل کہ" کہا گیا غسلِ میّت سنّتِ مؤکدہ ہے" محلِ نظر ہے۔ ہاں۔ مگر۔ یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی غیر معتمد قول ہو تو وہ انعقادِ اجماع میں خلل انداز نہ ہوگا"۔ اھ (ت)

اقول[ف۱] مثله لایعد قولا ولایحمل علیه مثل کلام الخانیة وقال ط

اقول: تو ایسا قول قابلِ شمار نہیں نہ ہی ایسے قول پر امام فقیہ النفس جیسی شخصیت کا

عہ۱ ذکرہ قبیل المیاہ عند قول المتن وجب للمیت ومن اسلم جنبا ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اسے باب المیاہ سے ذرا پہلے متن کی عبارت "وجب للمیت ومن اسلم جنبا" (میّت کے لیے اور حالتِ جنابت میں اسلام لانے والے کے لیے غسل واجب ہے) کے تحت ذکر کیا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عہ۲ وحکاہ القھستانی ایضا فی الجنائز فقال یفرض غسله کفایة وقیل یجب وقیل یسن سنة مؤکدة اھ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

قہستانی نے بھی باب الجنائز میں اس کی حکایت کی ہے اس کی عبارت یہ ہے: غسلِ میّت فرضِ کفایہ ہے، اور کہا گیا کہ واجب ہے اور ایک قول یہ ہے کہ سنّتِ مؤکدہ ہے اھ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[۱] غمز عیون البصائر تذنیب فیما یقدم عند الاجتماع الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۱۶

لعل اولویته علی المیت بسبب انه یؤدی ماکلف به من صلاۃ وقراءۃ فاحتیاجہ الیہ اکثر من المیت وتعبیرہ باولی یفید جواز التیمم للجنب[1] اھ

کلام محمول ہی کیا جا سکتا ہے ۔ (یہ اشباہ کی کی عبارت پر حموی کی تنقید کا جواب ہے ۱۲ ام الف)
سید طحطاوی نے فرمایا : "میت سے جنب کے اولی ہونے کی وجہ شاید یہ ہو کہ جنب غسل کرے گا تو اس سے نماز وقراءت کی ادائیگی کرے گا جس کا وہ مکلف ہے تو اسے میت سے زیادہ غسل کی ضرورت ہے اور اسے اَولیٰ کہنے سے یہ افادہ ہوتا ہے کہ جنب کے لیے تیمم جائز ہے" اھ (ت)

اقول ویتجہ بناؤہ **اولاً** علی القول بان فرض[1] العین اقوی من فرض الکفایۃ۔

اقول۔ اولاً غسلِ جنب کو اولیٰ قرار دینے کی بنا اس قول پر ہو سکتی ہے کہ فرض عین ، فرض کفایہ سے زیادہ قوی ہے ۔

وثانیا علی ان لاایثا[2] ر فی القرب وذلک لانھم استولوا دون المیت وترجح الجنب من بین الاحیاء لما مر فصرفہ لنفسہ اَولٰی من صرفہ للمیت فافھم۔

ثانیاً اس پر کہ قربتوں کے معاملہ میں ایثار نہیں ۔ یہ اس طرح کہ آبِ مباح پر جنب ، حائض اور محدث نے ہی قبضہ کیا میت نے نہیں ۔ اور جنب کو زندوں پر اس سبب سے ترجیح ہوئی جو ذکر ہوا (کہ جنابت ، حدث سے زیادہ سخت ہے اور حائض غسل کرے تو امام نہیں ہو سکتی افضل یہ ہے کہ امام غسل والا ہو اور مقتدی تیمم ۱۲ م الف)
اب جنب کا اُس پانی کو اپنے غسل میں صرف کرنا غسلِ میت میں صرف کرنے سے اَولیٰ ہے فافھم (تو اسے سمجھو)۔ (ت)

(۱۶۲) **اقول** اُس صورت میں بیٹھے پر نماز کا اعادہ بھی نہیں لان المنع من جھۃ الشرع (اس لیے کہ ممانعت شریعت کی جانب سے ہے ۔ ت) لیکن اگر اور شخص نے پانی زبردستی لے لیا تو دو صورتیں ہیں :

ایک یہ کہ وُہ پانی اسی کی مِلک تھا اور ظالم نے غصباً دبا لیا اور یہ اس سے چھین نہیں سکتا تو تیمم سے پڑھے پھر وضو سے پھیرے لان المنع من جھۃ العباد (اس لیے کہ رکاوٹ بندوں کی

---

[1] طحطاوی علی الدر باب التیمم مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۳۳

www.alahazratnetwork.org

جہت سے ہے۔ ت)

دوسرے یہ کہ پانی مباح تھا اُس پر اگر اس کے قبضہ کرلینے کے بعد اُس نے اس سے چھین لیا تو یہ وہی صورت اولیٰ ہوئی کہ پانی بعد قبضہ اس کی ملک ہوگیا تھا اور اگر یہ قبضہ کرنا چاہتا تھا وہ زبردست ہے اُس نے پہلے قبضہ کرلیا تو اس میں اس کا ظلم نہ ہُوا کہ آبِ مباح پر قبضہ کیا ہے وہی مالک ہوا اور اب یہ شخص نمبر ۵۳ میں ہے کہ پانی دوسرے کی ملک اور اس کی اجازت نہیں تیمم کرے اور اعادہ کی حاجت نہیں۔

(۱۶۳) **اقول** مسافر کے پانی کا پیپا صندوق میں بند ہے کہ جن راستوں میں پانی کی قلت ہو وہاں وہ عزیز ترین اشیا سے ہے قفل کی کنجی گم ہوگئی اُس حکم کی بنا پر کہ نمبر ۶ میں گزرا اگر قفل توڑنے میں ایک درم کا نقصان ہوتا ہو تیمم کرے اور اعادہ نہیں ورنہ قفل توڑے اور وضو کرے فلیحرر ولیراجع واللہ تعالٰی اعلم (اس میں مزید وضاحت ومراجعت کی ضرورت ہے۔ ت)

(۱۶۴) جنگل میں خنثٰی مشکل کا انتقال ہوا جو اتنا صغیر السن بچّہ نہ تھا جس کے لیے ستر کا حکم ہی نہ ہو اُسے نہ مرد نہلا سکتا ہے نہ عورت ناچار تیمم کرایا جائے **اقول** بلکہ اگر وہاں[1] کوئی سات آٹھ برس کی لڑکی یا دس گیارہ برس کا لڑکا ہو کہ نہلا سکے تو اسے بتا کر نہلوانا لازم ہاں یہ بھی نہ ہو تو اُسے کوئی محرم تیمم کرائے مرد ہو خواہ عورت

www.alahazratnetwork.org

اور محرم نہ ملے تو اجنبی عورت اپنے ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر تیمم کرائے اور اُسے آنکھیں بند کرنے کی حاجت نہیں اور کوئی عورت بھی نہ ہو تو اجنبی مرد کپڑے کے ساتھ تیمم کرائے اور اپنی آنکھیں بھی بند کرے کہ خنثٰی کے سر کے بال یا کلائی کے کسی حصّہ پر نگاہ نہ پڑے۔ بدائع وفتاوٰی امام قاضیخان وفتح القدیر وبحرالرائق وسراج وہاج ودرمختار وہندیہ وغیرہا میں ہے یہ عمر جس میں ستر میت ضروری نہیں وہ عمر ہے جس میں بچّہ حدِ شہوت تک نہ پہنچا ہو۔ اس سے ظاہر یہ ہے کہ لڑکا بارہ سال سے کم اور لڑکی نو برس سے کم۔ **اقول** اس تقدیر پر خنثٰی کے لیے نو برس لیے جائیں گے لاحتمال انوثتھا (اس احتمال کی بنا پر کہ وہ لڑکی ہو۔ ت) مگر محررِ مذہب[2] امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب مبسوط میں کہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے یہ حد مقرر فرمائی کہ جب تک بچّہ باتیں نہ کرے۔ فتح میں ہے:

الصغیر والصغیرۃ اذا لم یبلغا حد الشھوۃ یغسلھما الرجال والنساء وقدرہ فی الاصل بانیکون قبل ان یتکلم[1]۔

کمسن لڑکا اور لڑکی جب حدِ شہوت کو نہ پہنچے تو انہیں مرد، عورت کوئی بھی غسل دے سکتا ہے اور امام محمد نے مبسوط میں اس کی حد یہ بتائی ہے کہ بچہ ابھی بات نہ کرتا ہو۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر فصل فی غسل المیت نوریہ رضویہ سکھر ۲ /۷۶

اقول مولٰی عزوجل کی بے شمار رحمتیں امام محمد پر بیشک وہ عمر جس میں ستر کی حاجت نہیں یہی ہے اور ف۱
بلاشبہ ف۲ دربارۂ نظر و مس زندہ و مُردہ کا حکم ایک ہی ہے۔

الاترٰی الٰی قول البدائع لومات الصبی لایشتھی لاباس ان تغسلہ النساء وکذلک الصبیۃ التی لاتشتھی اذاماتت لاباس ان یغسلھا الرجال لان حکم العورۃ غیر ثابت فی حق الصغیر و الصغیرۃ[1] اھ وکیف ترضی الشریعۃ المطھرۃ ان یمشی غلام دون اثنتی عشرۃ سنۃ وبنت دون تسع بشھر فی الاسواق عریانین وقد قال فی الدر عن السراج الوھاج لاعورۃ للصغیر جدا ثم مادام لم یشتہ فقبل ودبر ثم تغلظ الٰی عشر سنین کبالغ[2] اھ فالحق عندی ان ما فی عامۃ الکتب ھنا مفسر بما فی الاصل ومعنی بلوغہ حد الشھوۃ حد یوجب فیہ النظر الٰی عورتہ تذکر تلک الامور لا ان یشتھی ھو بنفسہ اوتقع علی نفسہا الشھوۃ وقال ش تحت قولہ للصغیر جدا وکذا الصغیرۃ قال ح وفسرہ شیخنا باربع فمادونہا ولم ادر لمن عزاہ[3] اھ اقول قد یؤخذ مما فی الجنائز الشرنبلالیۃ الخ فذکر ما قدمنا عن

دیکھئے بدائع کی عبارت یہ ہے: "بچّہ جو شہوت والا نہ ہو اگر مرجائے تو عورتوں کے اسے غسل دینے میں کوئی حرج نہیں اسی طرح بچّی جو شہوت والی نہ ہو مرجائے تو مردوں کے اسے غُسل دینے میں کوئی حرج نہیں اس لیے کہ کمسن لڑکے اور لڑکی کے حق میں ستر کا حکم ثابت نہیں"۔ اھ۔ اور شریعتِ مطہرہ یہ کیوں کر گوارا کرسکتی ہے کہ بارہ سال سے کم عمر والا لڑکا اور نو سال سے کم کی لڑکی بازاروں میں برہنہ چلتے رہیں؟ —— درمختار میں سراج وہاج کے حوالے سے ہے "بہت کم سن لڑکے کے لیے ستر نہیں۔ پھر جب تک شہوت والا نہ ہو اس کے لیے پیشاب پاخانے کے مقام ستر نہیں۔ پھر دس سال کی عمر تک اس کے ستر کے معاملہ میں بالغ کی طرح شدت آجائے گی" اھ تو میرے نزدیک حق یہ ہے کہ اس مقام پر (کم عمر مردہ بچے کو غسل دینے کے مسئلہ میں) عام کتابوں میں جو مذکور ہے اس کی تفسیر وہی ہے جو امام محمد کی مبسوط میں ہے —— اور یہاں اس کے حدِ شہوت کو پہنچنے کا معنی یہ ہے کہ اس حد کو پہنچ جائے کہ اس کا ستر دیکھنے سے ان باتوں کی یاد آئے۔ یہ معنی نہیں کہ لڑکا خود شہوت والا ہوجائے یا خود لڑکی کے دل میں شہوت پیدا ہو۔ علامہ شامی نے

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی بیان من یغسل الخ مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۰۶
[2] الدرالمختار مع الشامی باب شروط الصلٰوۃ مطبع مصطفٰی البابی مصر ۱/۳۰۰
[3] ردالمحتار 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

الفتح عن الاصل۔

دُرِمختار کی عبارت "للصغیر جداً" (بہت کمسن لڑکے کے لیے ستر نہیں) کے تحت فرمایا: "یہی حکم لڑکی کا بھی ہے۔ حلبی نے فرمایا کہ ہمارے شیخ نے اس کی تفسیر یہ بتائی ہے کہ چار سال یا اس سے کم عمر ہو۔ یہ معلوم نہیں کہ انہوں نے کس کے حوالے سے فرمایا" اھ علامہ شامی فرماتے ہیں: "میں کہتا ہوں یہ اس سے اخذ ہوتا ہے جو شرنبلالیہ کے باب الجنائز میں ہے" الخ۔ اس کے بعد وہ عبارت ذکر کی ہے جو ہم نے فتح القدیر سے بحوالہ مبسوط نقل کی۔ (ت)

اقول فی الاخذ نظر ظاھر فان التکلم یحصل غالباً قبل اربع بکثیر۔

اقول عبارت مذکورہ سے چار سال کی تحدید اخذ کرنے میں عیاں طور پر کلام کی گنجائش ہے اس لیے کہ عموماً بچہ چار سال سے پہلے ہی بولنے لگتا ہے۔ (ت)

ہاں نہلانے والے بچے میں اُس عمر کا اعتبار موجہ ہے کہ نہایت کم عمر نہلا نہیں سکتا۔

(۱۶۵) اگر میت عورت یا مشتہاۃ لڑکی ہو جو اُتنی صغیر السن نہیں اور وہاں کوئی عورت نہیں تو دس گیارہ برس کا لڑکا اگر نہلا سکے اگرچہ دُوسرے کے بتانے سے یا کوئی کافرہ عورت ملے اور بتانے کے موافق نہلا سکے تو اس سے نہلوائیں ورنہ کوئی محرم تیمم کرادے۔ اقول یا اگر میت کنیز تھی شوہر یا کوئی اجنبی ویسے ہی تیمم کرادے اور کنیز نہ تھی اور کوئی محرم نہیں تو شوہر اسی طرح ہاتھوں پر کپڑا چڑھا کر بے آنکھیں بند کیے تیمم کرائے اور شوہر بھی نہ ہو تو اجنبی مگر آنکھیں بند کرے۔

(۱۶۶) اگر میت مرد یا ہوشیار لڑکا ہے کہ اُتنا صغیر السن نہیں ہے اور وہاں کوئی مرد نہیں تو اگر میت کی زوجہ ہے کہ ہنوز حکم زوجیت میں باقی اور اسے مس[ع] کر سکتی ہو وہ نہلائے وہ نہ ہو تو سات آٹھ برس کی

ع اقتصر فی الدر علی اشتراط بقاء الزوجیۃ **اقول** ولا یکفی[ف] فان المنکوحۃ فاسداً او الموطوءۃ بشبھۃ ھی او اختھا لاشک فی بقاء زوجیتھن ولذا یغسلنہ ان انقضت عدتھن بعد موتہ قبل غسلہ ولا یجوز لھن مادمن فی تلک العدۃ فلذا زدت یحل لھا مسہ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

دُرمختار میں صرف بقائے زوجیت کی شرط پر اکتفا کیا۔ **اقول** اور یہ کافی نہیں اس لیے کہ وہ زوجہ جس سے کسی دوسرے نے نکاح فاسد کیا ہو اور یا کہ اس سے یا اس کی بہن سے وطی شبہہ کی گئی ہو (تینوں صورتیں کتاب میں چند سطور آگے وضاحت سے مذکور ہیں ۱۲ م الف) ان کی زوجیت باقی رہنے میں کوئی شک نہیں اسی لیے اگر شوہر کے مرنے کے بعد اسے غسل دینے سے پہلے ان کی عدت ختم ہو گئی تو یہ اُسے غسل دے سکتی ہیں اور جب تک "اُس عدت" میں رہیں اُسے غسل نہیں دے سکتیں۔ اسی لیے میں نے "اُسے مس کر سکتی ہو" کا اضافہ کیا۔ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

لڑکی اگر نہلا سکے اگرچہ سکھانے سے یا کوئی کافرہ لے اور بتانے کے مطابق غسل دے سکے تو ان سے نہلوایا جائے ورنہ جو عورت میت کی محرم یا کسی کی شرعی کنیز ہو وہ اپنے ہاتھوں سے یوں ہی تیمم کرائے اور آزاد و نامحرم ہے تو کپڑا لپیٹ کر مگر رُو و دست میت پر نگاہ سے یہاں ممانعت نہیں زوجہ کو اگر طلاق بائن یا تین طلاقیں دے دی تھیں یا زوجہ نے پسرِ زوج کا بوسہ لشہوت لیا خواہ کوئی فعل اس سے یا اُس کے ساتھ ایسا واقع ہوا جس سے شوہر کے ساتھ حرمتِ مصاہرت پیدا ہو یا اپنی صغیرہ سوت کو کہ عمرِ رضاعت میں تھی دُودھ پلادیا یا معاذ اللہ مرتدہ ہوگئی پھر بعد موت اسلام لے آئی یہ تینوں باتیں خواہ حیاتِ شوہر میں واقع ہوئی ہوں یا اُس کے بعد یا حیاتِ زوج میں کسی نے اُس سے وطی شبہہ کی یا کسی نے اُس سے نکاح فاسد کیا تھا اب وہ رَد ہُوا اور عورت شوہر کو ملی پھر شوہر مرگیا اور عورت ابھی اس وطی شبہہ یا نکاح فاسد کی عدت میں ہے یا زوج نے سالی سے وطی شبہہ کی تھی پھر مرگیا اور ہنوز وہ اُس کی عدت میں ہے یا مجوسی خواہ ہندو مسلمان ہو کر مرا اور عورت ہنوز مجوسیہ یا مشرکہ ہے اگرچہ ان سب صورتوں میں زوجہ ہنوز عدت میں ہو

اقول یوں ہی اگر عدت سے نکل گئی مطلقاً نہیں نہلا سکتی اور اس کی صورت یہ ہے کہ حاملہ تھی موت شوہر کے ہی وضع حمل ہوگیا اب عدت میں نہ رہی ان سب حالتوں میں زوجہ مثل اجنبیہ ہے غسل نہیں دے سکتی ہاں اگر شوہر نے طلاق رجعی دی اور عورت ابھی عدت میں تھی کہ مرگیا یا بعد شوہر اس نکاح فاسد یا دونوں صورت وطی بشبہہ کی عدت گزر گئی یا نومسلم کی زوجہ مشرکہ مجوسیہ اب مسلمان ہوگئی تو ان صورتوں میں غسل دے سکتی ہے

والمسائل مفصلة فی البدائع والخانیة والفتح والبحر والدر وغیرها وقد انتقیت من خلافیات احسنها۔

یہ مسائل بدائع، خانیہ، فتح القدیر، البحر الرائق، درمختار وغیرہا میں تفصیل سے مذکور ہیں ـــ اور اختلافی مسائل میں سے احسن کا انتخاب کیا ہے (ت)

اقول خنثٰی میں تفصیل اور اُس کے اور عورت کے طہارت کرانے والوں میں ترتیب اور عورت کنیز و حرہ میں فرق یہ سب زیاداتِ فقیر سے ہے اور اُس کی وجہ بحمدہ تعالٰی ظاہر و منیر کہ:

(۱) سب میں پہلے غسل ہے کہ وہی اصل ہے مگر عورت میں کسی کافرہ سے نہلوانا کہا نہ خنثٰی میں کہ عورت بھی اسے نہیں دیکھ سکتی کہ احتمال ذکورت ہے بخلاف غسلِ زن۔

(۲) عورت میں خاص لڑکا کہا کہ اُس کے لیے اُنثٰی کی نابالغی کیا ضرور بالغہ عورت ہوتی تو غسل ہی دیتی اور خنثٰی میں لڑکا لڑکی دونوں کہے کہ کوئی بالغ حدشہوت اُسے غسل نہیں دے سکتا اور اس حد نہ پہنچنے کے بعد پسر و دختر یکساں۔

(۳) خنثٰی کے تیمم میں محرم کو مقدم رکھا مرد ہو یا عورت کہ بہرحال اُسے خنثٰی کے اعضائے تیمم دیکھنے

چھونے دونوں کا اختیار ہے اُس کے بعد اجنبی عورت کہ باحتمالِ ذکورت چھو نہ سکے دیکھ تو سکے گی پھر اجنبی مرد کہ احتمالِ انوثت کے سبب نہ چھونا ممکن نہ دیکھنا۔

(۴) تیمم کنیز کو جدا کیا اور یہاں محرم شوہر اجنبی میں ترتیب نہ رکھی کہ اُس کے اعضائے تیمم کا دیکھنا چھونا سب کو روا، درمختار[ف۱] میں ہے:

احکامۃ غیرہ کمحرمہ وما حل نظرہ[ف۲] حل لمسہ الامن اجنبیۃ[۱] قال ش ای غیر الامۃ وفی التاتار[ف۳] خانیۃ عن جامع الجوامع لاباس ان تمس الامۃ الرجل وان تدھنہ وتغمزہ مالم تشتھہ الاما بین السرۃ و الرکبۃ[۲]۔

دُوسرے کی کنیز کا حکم اپنی محرم عورت کی طرح ہے۔ اور جس حصّہ بدن کو دیکھنا جائز ہے اس کو چھونا بھی جائز ہے مگر اجنبی عورت کے جس حصّہ بدن (منہ کی صرف ٹکلی) کو دیکھنا جائز ہے اسے بھی چھونا جائز نہیں۔ علامہ شامی نے فرمایا: اجنبی عورت سے مراد وہ ہے جو کنیز نہ ہو۔ اور تاتارخانیہ میں جامع الجوامع کے حوالے سے ہے: "اگر کنیز مرد کو چھوئے یا اس کے سر میں تیل ڈالے یا بدن دبائے تو اس میں حرج نہیں جب کہ شہوت سے خالی ہو مگر ناف اور گھٹنے کے مابین حصّہ بدن کا چھونا اس کے لیے بھی جائز نہیں۔" (ت)

(۵) تیمم حرہ میں یہ ترتیب لی کہ پہلے محرم مرد پھر شوہر پھر اجنبی اور اس کی وہی وجہ کہ محرم کو دیکھنا چھونا دونوں روا اور شوہر کو صرف دیکھنا اور اجنبی کو کچھ نہیں، درمختار میں ہے،

یمنع زوجھا من غسلھا ومسھا لامن النظر الیھا علی الاصح[۳]۔

شوہر کے لیے اپنی مرنے والی زوجہ کو غسل دینا اور چھونا منع ہے، اور قولِ اصح کی بنیاد پر اسے دیکھنا منع نہیں۔ (ت)

ہاں تیمم مرد میں کنیز و حرہ کی تفصیل بدائع میں ہے،

المیممۃ اذا کانت ذات رحم محرم منہ تیممہ بغیر خرقۃ والا بخرقۃ تلفھا علی

تیمم کرانے والی عورت محرم ہو تو بغیر کپڑے کے تیمم کرائے گی ورنہ اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر تیمم

---

[۱] الدرالمختار مع الشامی فصل فی النظر والمس مطبع مصطفی البابی مصر ۲۵۹/۵

[۲] ردالمحتار " " ۲۶۰/۵

[۳] الدرالمختار مع الشامی صلوٰۃ الجنائز " ۶۳۳/۱

www.alahazratnetwork.org

كفها[1] لانه لم يكن لهاان تمسه فی حياته فكذا بعد وفاته والامة وامة الغير تيممه بغير خرقة لانه يباح للجارية مس موضع التيمم بخلاف[2] ام ولد الميت لانها تعتق وتلتحق بالحرائر الاجنبيات[1] اھ واللّٰه تعالٰی اعلم۔

کرائے گی اس لیے کہ جب اس کی زندگی میں اسے نہیں چھُو سکتی تھی تو اس کے مرنے کے بعد بھی نہیں چھُو سکتی ——— اور اس کی کنیز یا دوسرے کی کنیز بغیر کپڑے کے تیمم کرائے گی اس لیے کہ باندی کے لیے اعضائے تیمم کو مس کرنا مباح ہے۔ مرنے والے کی اُم ولد کا حکم اس کے برخلاف ہے اس لیے کہ وہ مولٰی کے مرتے ہی آزاد ہوکر اجنبی آزاد عورتوں میں شامل ہوجاتی ہے۔ اھ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

(۱۶۷ تا ۱۷۵) **اقول** مولٰی سُبحٰنہ وتعالٰی نے مسلم میت کے غسل کفن دفن اُس کے حق بنائے اور زندہ مسلمانوں پر فرض فرمائے ان میں جہاں مال کی حاجت ہو اُسی کے مال سے لیا جائے کہ یہ اس کی حاجاتِ ضروریہ سے ہے ولہذا[3] تقسیم ترکہ درکنار ادائے دیون پر بھی مقدم ہے جس طرح[4] زندگی میں پہننے کا ضروری کپڑا دین میں نہ لیا جائیگا اگر اُس[5] نے مال نہ چھوڑا تو زندگی میں جس پر اُس کا نفقہ واجب تھا وہ دے (اور عورت[6] کا کفن مطلقاً شوہر پر ہے اگرچہ اس نے ترکہ چھوڑا ہو) اگر وہ[7] بھی کوئی ایسا نہ ہو تو مسلمانوں کے بیت المال سے لیا جائے اگر بیت[8] المال نہ ہو جیسے ان بلاد میں تو مسلمانوں پر واجب ہے جن جن کو اطلاع ہو۔ یہ مسائل کفن میں بالترتیب مصرح ہیں اور غسل و دفن اُس کے مثل بلکہ اہم اب ان تینوں نمبروں میں لڑکا یا لڑکی یا کافرہ جن جن سے نہلوانے کا حکم ہے اگر اُجرت مثل مانگیں دینی لازم میت کا مال نہ ہو تو موجودین اپنے پاس سے دیں تو یہاں بھی بدستور ہر نمبر میں تین تین صورتیں اور پیدا ہوں گی کہ اگر وہ اُجرت مثل سے بہت زیادہ مانگے یا کوئی دینے کے قابل نہیں یا ان کا مال دوسری جگہ ہے اور وہ ادھار پر راضی نہیں تیمم کرائیں واللہ سُبحٰنہ وتعالٰی اعلم **الحمدللہ** یہ پانی سے عجز کی **پونے دوسو صُورتیں** اس رسالہ کے خواص سے ہیں کہ اس کے غیر میں نہ ملیں گی اگرچہ جو کچھ ہے علمائے کرام ہی کا فیض ہے

ع اے بادِ صبا اینہمہ آوردۂ تست

(اے بادِ صبا! یہ سب تیرا ہی لایا ہوا ہے۔ ت)

رحمة اللّٰه عليهم اجمعين ۔ وعلينا بهم ابد الآبدين ۔ يا ارحم الراحمين ۔ اٰمين والحمد للّٰه رب العٰلمين ۔ وافضل

ان تمام حضرات پر اور ان کے طفیل ہم پر بھی ——— ہمیشہ ہمیشہ خدا کی رحمت ہو۔ اے سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والے، قبول فرما۔

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی بیان من یغسل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۰۵

الصّلاۃ والسلام علیٰ سیّد المرسلین ۝
وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین ۝

اور ساری خوبیاں اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا
مالک ہے اور بہتر درود وسلام ہو رسولوں کے
سردار اور ان کی آل واصحاب اور ان کے فرزند اور ان کے گروہ سب پر۔ (ت)